ماہنامہ
کراچی

روحانی ڈائجسٹ

فروری ۲۰۱۵ء

قلندر بابا اولیاءؒ نمبر

معلوم نہیں اُڑ کے کدھر جاتے ہیں
پیچھا نہیں ممکن یہ جدھر جاتے ہیں
ہاں اتنا تو اندازہ ہوا ہے مجھ کو
اوراق ہیں عُمر کے بِکھر جاتے ہیں

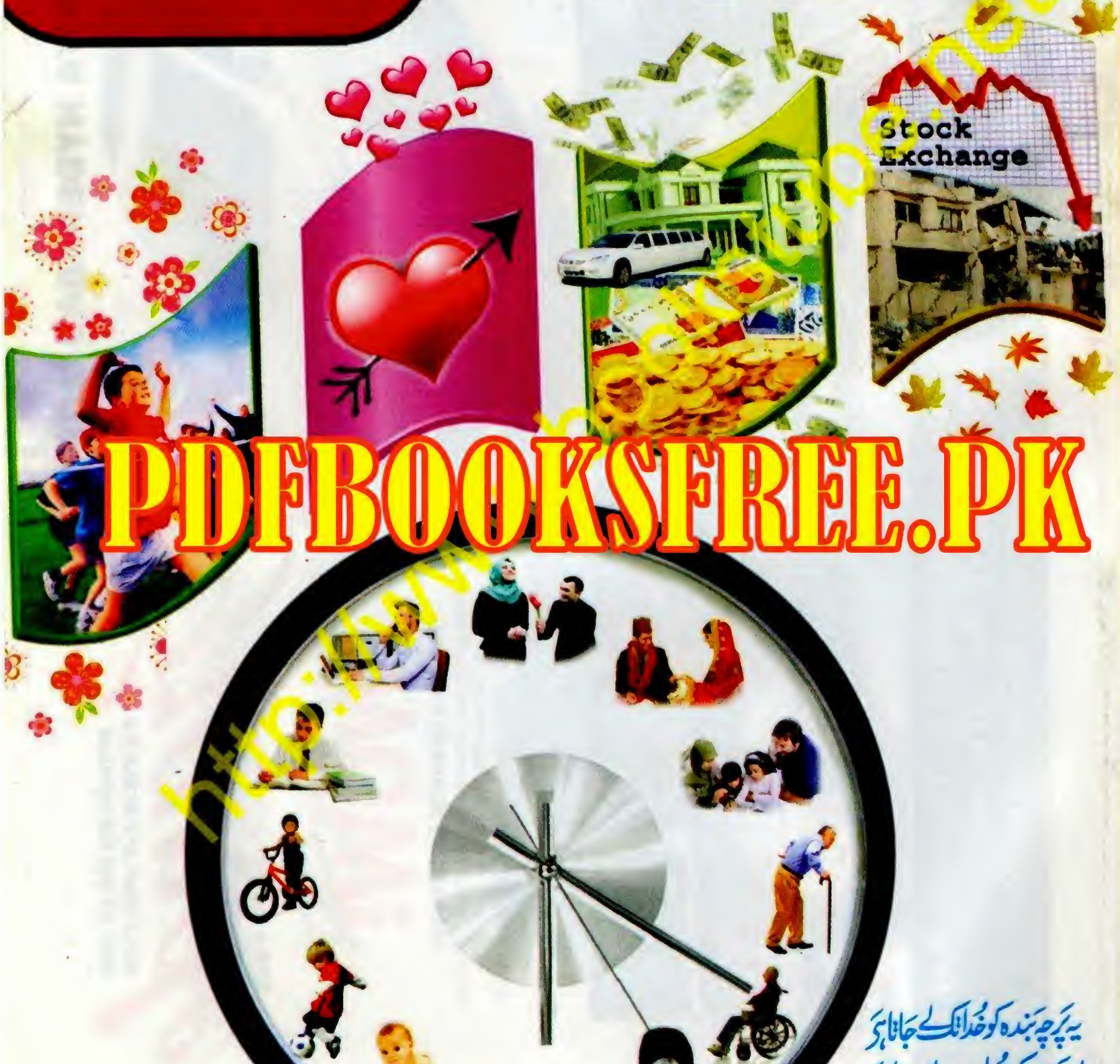

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے مِلا دیتا ہے

LAVISH DINE
RESTAURANT

LAVISH
Dine

Diversity of Style In Cuisine & Service

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پڑھ تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے

پیغمبرانہ تعلیمات، روحانی و سائنسی علوم اور نظریہ رنگ و نور کا نقیب

ماہنامہ کراچی

ممبر: آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

جلد: 37 شمارہ: 3

فروری 2015ء ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ

فی شمارہ: 80 روپے

سرپرست اعلیٰ

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

مینجنگ ایڈیٹر

ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی

پی ایچ ڈی۔ امریکن یونیورسٹی

اعزازی معاون

سہیل احمد

سالانہ خریداری کی شرح

پاکستان (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک)......سالانہ 800 روپے

بیرون پاکستان کے لیے......سالانہ 70 امریکی ڈالر

خط کتابت کا پتہ

1-D-1/7 ناظم آباد کراچی 74600
پوسٹ بکس 2213
فون نمبر: 021-36685469
فیکس: 021-36606320

ای میل فیس بک ویب سائٹ
roohanidigest@yahoo.com
digest.roohani@gmail.com
facebook.com/roohanidigest
www.roohanidigest.net

http://www.booktube.net/

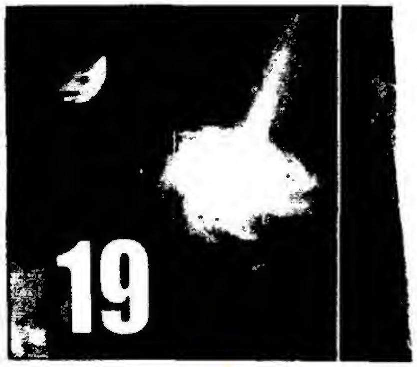

ماہنامہ
روحانی ڈائجسٹ
کراچی

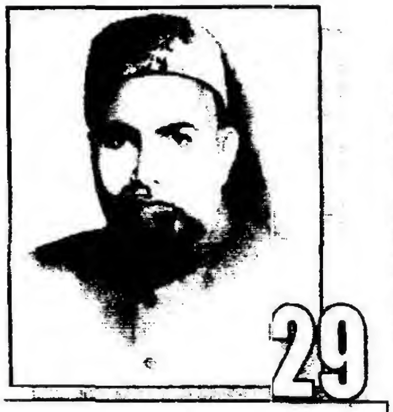

اس ماہ بطورِ خاص......

زمان و مکان میں سفر ممکن ہے....؟

اس سلسلے میں نئی نئی تحقیقات منظرِ عام پر آ رہی ہیں اور سائنسدان کامیابی سے کتنے قدم دور ہیں۔

19....❖❖❖

رباعیات کے اسرار و رموز

فارسی کے اصناف سخن میں رباعی چار مصرعوں کی مختصر نظم ہوتی ہے مگر اس کوزہ میں سمندر بند ہو جاتا ہے۔ بڑے سے فلسفیانہ خیال، دقیق سے دقیق اخلاقی نکتہ اور پیچیدہ سے پیچیدہ صوفیانہ مسئلہ جو صفحوں اور دفتروں میں سماتا اُن دو سطروں میں پورا کا پورا ادا ہو جاتا ہے

29....❖❖❖

سرسبز و گھنا درخت، ایک زندہ معجزہ

سینکڑوں مربع میل میں پھیلے لق و دق صحرا میں کھڑا درخت۔

51....❖❖❖

تلاش....

انسان کی تلاش ہی اس کا اصل نصیب ہے۔ یہی اس کے عمل کی اساس ہے۔ یہی تلاش اس کے باطن کا اظہار ہے۔ یہی اس کے ایمان کی روشنی ہے۔

35....واصف علی واصف

ظلمت سے نور تک

روڈ نو مَہ ایک نو مسلم صحافی کی روحانی سرگزشت ہے۔ یہ سرگزشت گزشتہ نصف صدی سے ذوق و شوق سے پڑھی جا رہی ہے۔

39....محمد اسد

عقل حیران ہے، سائنس خاموش ہے....
پیشین گوئیوں کا تحفہ۔ جین ڈکسن

قدرت نے انہیں پیشگوئیوں کی صلاحیت سے نوازا تھا۔ ان کی کئی پیشگوئیاں درست ثابت ہوئیں۔

57....❖❖❖

نورِ الٰہی نورِ نبوت.... اللہ اور اُس کے رسول کا فرمان.... خواجہ شمس الدین عظیمی 05
صدائے جرس.... قلندر بابا اولیاءؒ کے ملفوظات۔ خواجہ شمس الدین عظیمی ...06
حق الیقین.... قلندر بابا اولیہ کی تعلیمات تخلیقِ انسان کے مقصد سے آگاہ کرتی ہیں۔ ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی ...14

[illegible]
دنیا کے ان دہشت انگیز، پُر ہیبت اور خوفناک ترین مقامات میں سے کچھ تو قدرتی طور وجود میں آئے ہیں اور کچھ انسانوں کی مہارت کا کمال ہیں۔
67

عالم امروز.... دلچسپ واقعات، خبریں اور نت نئی ایجادات کا احوال..... ❖ ❖ ❖ 77
تقدیر... اپنے اندر دیکھنے والے ایک نوجوان کی داستان.... ترجمہ: مسعود اختر شیخ.... .. 83

93 [illegible]

اُس کی روح مر چکی تھی اور قالب زندہ تھا، پھر ایک حادثہ پیش آیا اور روح زندہ ہو گئی اور قالب....
❖❖❖ 93

مقدس درخت .. مراکش کے ادیب محمد زفزاف کے قلم سے.... ترجمہ: جاوید مجید.... .. 88
نیو سوشل کانٹریکٹ... مہمان کالم.... جاوید چوہدری .. 99
ہوئے تم دوست جس کے... مہمان کالم.... اوریا مقبول جان.... .. 103
جیتی جاگتی زندگی.... زندگی کا ایک رُخ یہ بھی ہے، آپ بیتی کہانیوں پر مشتمل سلسلہ.....115

کامیابی کا حصول مشکل نہیں.... کیریئر گائیڈنس. ❖ ❖ ❖ 127

بچوں کا کمرہ....
بچوں کو اپنی دنیا میں کھیلنے کودنے کا پورا حق ہے، بچوں کو اُن کی دنیا بنانے دیں۔

کیفیات مراقبہ ..... مراقبہ کے دوران مختلف کیفیات کا احوال.... ❖❖❖ 131

ایک لڑکی کی کہانی جسے روحانی راہوں پر چلنا تھا۔

یہ ہے پاکستان

بلوچستان کا دوسرا بڑا شہر....

محفلِ میلاد النبیﷺ

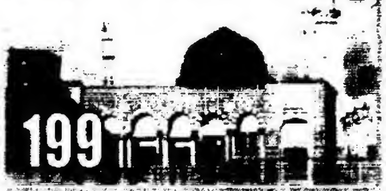

پاکستان اور بیرون پاکستان محافل میلاد کی رپورٹس

121

جیون ساتھی کا احترام [illegible]

میاں بیوی کا رشتہ جہاں بہت حسین اور پرکشش ہے، وہاں اس میں کئی نزاکتیں بھی ہیں۔ ان نزاکتوں کا خیال رکھنا دونوں کے لیے ضروری ہے۔ محمد اُسامہ نعیم....121

گھر کا معالج..... ایسے مسائل جن کا حل ہمارے کچن میں موجود ہے ... ... ❖ ❖ ❖ ❖....147

طبی مشورے.... کیل مہاسوں سے بچنا ممکن ہے....... حکیم عادل اسمٰعیل....149

141

بچوں کے دانت [illegible]

بچے جب دانت نکلنے کی عمر میں داخل ہوں تب یہ ہر چیز منہ میں لے جاتے ہیں۔ اس دوران ان کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

اشرف باجی کے ٹوٹکے..... روزمرہ زندگی میں کام آنے والے گھریلو نسخے ... اشرف سلطانہ....153

نوجوانی کے مسائل.... اس عمر میں رہنمائی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ ❖ ❖ ❖ ❖....155

گاجر.... صحت اور قوت کا بہترین ذریعہ۔ ❖ ❖ ❖ ❖....163

زیتون.... صحت اور زیبائش کے لیے موثر پھل...... ❖ ❖ ❖ ❖...167

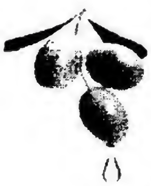

159

موٹاپا کئی بیماریوں کا دروازہ کھولتا ہے...!

موٹاپے کی سب سے اہم وجہ ہماری غذائی عادات ہیں۔ جن میں تبدیلی کے ذریعے ہم اس بیماری سے چھٹکارہ حاصل کرسکتے ہیں۔ طوبیٰ دانش....155

قرآنی انسائیکلوپیڈیا.... قرآنی الفاظ کی تشریحات..... ❖ ❖ ❖ ❖....179

روحانی سوال وجواب.... مراقبہ کیا ہے.... خواجہ شمس الدین عظیمی....185

بچوں کا روحانی ڈائجسٹ.... بچوں کے لیے کہانیاں، لطیفے اور پہیلیاں..... نبیل عباسی 205

روحانی ڈاک.... آپ کے مسائل کا حل ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی کے قلم سے..... ❖ ❖ ❖ ❖....219

جسم کے عجائبات

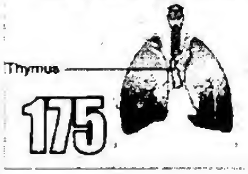

تھائی مس گلینڈ

175

انسانی جسم کی کہانی، اس کی اپنی زبانی

فینگ شوئی

135

صحت مند زندگی

زندگی میں بہتری لانے کا علم

192

ربع صدی پہلے

محبت کی حقیقت

پچیس برس قبل روحانی ڈائجسٹ سے منتخب تحریر

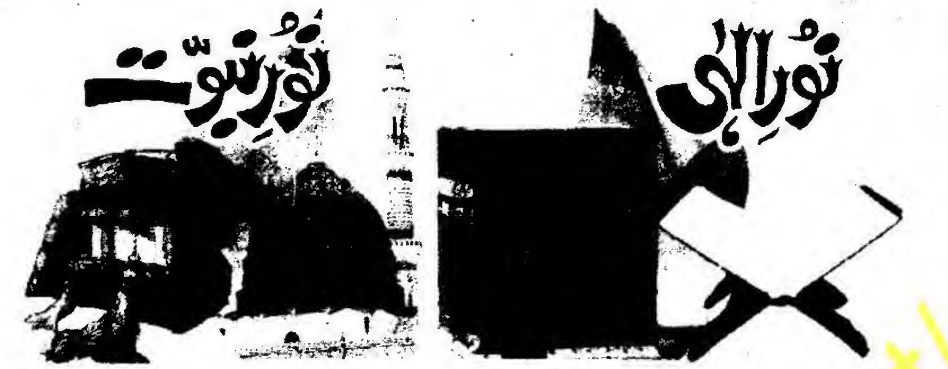

وقت اللہ تعالیٰ کی ایسی تخلیق ہے جس کے اسرار و رموز سے انسان ناآشنا ہے۔ وقت ایک نفسیاتی ادراک ہے جو حالات و تربیت و واقعات پر منحصر ہوتا ہے۔ کائنات کے مختلف خطوں میں وقت کی کیفیت و کمیت میں بہت فرق ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ”وہی ہے جس نے سورج کو اجیالا (روشن) بنایا اور چاند کو چمک دی (منوّر بنایا) اور اس کے گھٹنے بڑھنے کے لئے منزلیں ٹھیک مقرر کیں، تاکہ تم برسوں اور تاریخوں کے حساب معلوم کرو“۔ [سورہ یونس(10): 5]

چاند، سورج اور زمین کی انفرادی حرکت اور ان کا روشنی، حرارت اور کشش کے باہمی واقعاتی ربط سے ”وقت“ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ لیکن جب انسان موت کے بعد اس دنیوی زندگی کے زون سے نکل جائے گا تو وہ محسوس کرے گا کہ اس کو بہت مختصر سی زندگی دی گئی ہے

ترجمہ: ”جس دن (بروز قیامت) وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے اور خیال کرو گے کہ تم (دنیا میں) بہت کم (مدت) رہے۔“ [سورہ بنی اسرائیل(17): 52]

ترجمہ: ”(روزِ حساب خدا) پوچھے گا کہ تم زمین پر کتنے برس رہے....؟ وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے تھے، شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجیے۔“ [سورہ مومنون(23):112 تا 114]

بعض آیات میں خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وقت مختلف حالات میں مختلف رفتار سے بڑھتا ہے۔

ترجمہ: ” وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے آسمان سے زمین تک پھر اسی کی طرف رجوع کرے گا اس دن کہ جس کی مقدار تمہارے حساب میں ایک ہزار برس ہے۔“ [سورہ سجدہ(32) آیت: 5]

ترجمہ: ” بیشک تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک روز تمہارے حساب کے رو سے ہزار برس کے برابر ہے۔ [سورہ حج(22) آیت:47]

ترجمہ: فرشتے اور (اہل ایمان کی) روحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں (اور وعذاب) ایسے دن میں ہو گا جس کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار سال کی (برابر) ہیں۔ [سورہ معارج(70): آیت 4]

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

”قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ زمانہ باہم قریب ہو جائے گا تو سال مہینے کی طرح اور مہینہ ہفتے کی طرح اور ہفتہ دن کی طرح اور دن گھنٹے کی طرح اور گھنٹہ آگ کے اٹھتے شعلوں کی طرح ہو گا۔“ [ترمذی؛ صحیح ابن حبان]

فرمایا قلندر بابا اولیاءؒ نے

دل نے چاہا کہ اپنے محسن، اپنے سرتاج، اپنے جسم مثالی، اپنے ہمدرد و غمگسار، رحمتِ پروردگار، نورِ عین، آوازِ حق، اپنی شناخت مرشد کریم حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی وہ باتیں آپ کو سناؤں جو باتیں میری زندگی بن گئی ہیں۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا....

- .... خدا سے محبت کے دعوے کی تکمیل اسی وقت ہوتی ہے اور یہ دعویٰ خدا کی نظر میں اسی وقت اہل قبول ہوتا ہے جب ہم خدا کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں۔
- .... جو کھو دیتا ہے، وہ پالیتا ہے.... اور جو پالیتا ہے، وہ خود کھو جاتا ہے۔ ٭ انسان ایک ایسا کمپیوٹر ہے جس میں بارہ کھرب خلئے (Cells) ہیں۔ موجودہ دور میں اس کمپیوٹر کو چلانے والے خلیوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد سوا دو سو ہے۔
- .... جس کو ہم آسمان جانتے ہیں.... یہ آسمان نہیں خلا ہے۔
- .... زمین پر کوئی ایک چیز بھی بے رنگ نہیں ہے۔
- .... سمتیں چار نہیں چھ ہیں۔
- .... آسمان پر آنکھ جو ستارے دیکھ سکتی ہے ان کی تعداد دس ہزار ہے۔
- .... پوری کائنات طبقاتی تقسیم ہے.... زمین بھی طبقات پر قائم ہے۔
- .... ہر شئے خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی سے بڑی روشنی کے غلاف میں بند ہے اور روشنی کے اوپر نور منڈھا ہوا ہے۔
- .... ازل سے زمین تک آنے میں زمین سے ازل تک پہنچنے میں ہر انسان کو تقریباً ستره مقامات (Zone) سے گزرنا پڑتا ہے۔

⌂ .... انسان کٹھ پتلی کی طرح ہے، ایک انسان میں بیس ہزار ڈوریاں بندھی ہوئی ہیں۔ ایک ایک ڈوری ایک ایک فرشتے نے سنبھالی ہوئی ہے۔

⌂ .... انسان عالم مثال میں الٹا لٹکا ہوا ہے۔ پیر اور سر نیچے ہے۔

⌂ .... زمین پیستے کی طرح ہے اور Six Dimension Screen ہے۔

⌂ .... زمین محوری اور طولانی گردش میں لٹو کی طرح گھوم رہی ہے۔ زمین دس ہزار سال کے بعد اپنی پوزیشن تبدیل کر دیتی ہے۔ جہاں پانی ہے وہاں آبادیاں بن جاتی ہیں اور آبادیاں زیر آب آجاتی ہیں۔

⌂ .... زمین دراصل آدم و حوا کا وہ شعور ہے جو ارتقا کی طرف گامزن ہے۔

⌂ .... گوشت پوست کا جسم روح کا لباس ہے۔ جب لباس پرانا ہو جاتا ہے یا زیادہ داغ دھبے پڑ جاتے ہیں تو روح لباس کو اتار کر پھینک دیتی ہے۔

⌂ .... اصلی اور حقیقی ماں زمین ہے۔ جب تک آدمی زندہ رہتا ہے کفالت کرتی ہے اور جب مر جاتا ہے تو سڑاند اور تعفن کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے۔

⌂ .... مال و زر، دولت اور دنیا انسان کیلئے بنائی گئی ہیں.... جبکہ انسان خود کو یہ باور کرانے میں مصروف ہے کہ مجھے دنیا کیلئے بنایا گیا ہے۔

⌂ .... سخاوت، اعلیٰ ظرف لوگوں کا شیوہ ہے۔

⌂ .... دستر خوان وسیع ہونا چاہئے۔

⌂ .... کم ظرف دوسروں سے توقعات قائم کرتے ہیں۔

⌂ .... اعلیٰ ظرف لوگ مخلصانہ خدمت کرتے ہیں۔

⌂ .... ماں کی خدمت انسان کو حضرت اویس قرنیؒ بنا دیتی ہے۔

⌂ .... غصہ آگ ہے.... آگ دوزخ ہے۔

⌂ .... بچے اللہ میاں کے باغ کے پھول ہیں۔

⌂ .... بچہ ماں باپ سے پیدا ہوتا ہے.... استاد تراش خراش کے اسے ہیرا بنا دیتا ہے۔

⌂ .... اللہ تعالیٰ باہر نہیں ہر شخص کے اندر ہے۔ جو چیز باہر نہیں ہے اس کو باہر ہزاروں سال بھی ڈھونڈا جائے.... نہیں ملے گی۔

⌂ .... وسائل کیلئے کوشش اور جد و جہد کرو لیکن نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔

⌂ .... انتقام، ہلاکت و بربادی ہے۔ عفو و درگزر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔

⌂ .... ہمارے بچے.... دراصل ہمارا اسلاف ہیں۔ ان کی تربیت اس طرح کی جائے کہ کل یہ بچے اسلاف کے مقام پر فائز ہو جائیں۔

⌂ .... اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے.... صبر یہ ہے کہ درگزر کیا جائے۔

- .... جس آدمی میں شک ہے.... قرآن اس پر اپنی حکمت آشکار نہیں کرتا۔
- .... زر و جواہر سے زیادہ کوئی شئے بیوفا نہیں ہے.... جس نے زر و جواہر سے محبت کی وہ ہلاک ہو گیا اور جس نے دولت کو پیروں کے نیچے رکھا وہ ہمیشہ اس کی کنیز بنی رہی۔
- .... جنت اس کی میراث ہے جو خوش رہتا ہے۔ ناخوش آدمی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔
- .... مشاہداتی آنکھ دیکھتی ہے کہ موت سے خوبصورت کوئی زندگی نہیں ہے....
- .... ہر انسان کے اندر کم و بیش گیارہ ہزار صلاحیتیں ایسی ہیں جن میں ہر ایک صلاحیت پورا علم ہے۔
- .... انسان ناقابل تذکرہ خلا تھا۔ خلا میں روح آئی تو حرکت پیدا ہوئی۔ روح اللہ تعالیٰ کا امر ہے.... اللہ تعالیٰ کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے "ہو جا" اور وہ ہو جاتی ہے....
- .... انسان نے پہلی آواز اللہ تعالیٰ کی سنی ہے اور پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ ہی سے بات کی.... اس کے بعد وہ پانچ حواس سے واقف ہوا....
- .... دنیا فریب ہے.... فریب خوردہ انسان کی ہر بات فریب ہے.... جو لوگ یہ بات جان لیتے ہیں ان کے لئے دنیا سکون کا گہوارہ بن جاتی ہے۔
- .... متقی لوگوں پر غیب منکشف ہو جاتا ہے۔
- .... یہ کیسی عجیب بات ہے اور حرماں نصیبی ہے کہ مذاہب کے پیروکار اللہ، رسول، عذاب، ثواب اور جنت دوزخ کا تذکرہ تو کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے راستے پر متحد اور متفق نہیں ہوتے....
- .... دنیا کانٹوں سے بھرا راستہ ہے اور پھولوں کی سیج ہے۔ یہ اپنا اپنا انتخاب ہے۔ کوئی کانٹوں بھری زندگی کو گلے سے لگا لیتا ہے اور کوئی خوشیوں سے بھری زندگی میں مگن رہتا ہے....!
- .... ہر آدمی پر سکون اور پر مسرت زندگی اپنا سکتا ہے۔ فارمولا یہ ہے کہ.... جو چیز حاصل ہے اس کو شکر کے ساتھ خوش ہو کر استعمال کیا جائے اور جو چیز حاصل نہیں ہے اس پر شکوہ نہ کیا جائے.... اس کے حصول کیلئے تدبیر کے ساتھ دعا کی جائے....
- .... اللہ تعالیٰ سخی ہے.... اللہ تعالیٰ خود چاہتے ہیں کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کے دسترخوان سے خوش ہو کر کھائے پیئے۔
- .... ہر بیج ہر گٹھلی ازل تا ابد اپنی نوع اپنے خاندان کا ایک ریکارڈ ہے۔
- .... انسان اللہ تعالیٰ کا نائب ہے اور یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔
- .... چاند، سورج، ستارے، زمین انسان کی خدمت گزاری میں مصروف ہیں۔ چونکہ کائنات ایک کنبہ ہے اس لئے سورج کو جب ہم دیکھتے ہیں وہ ہمیں اجنبی نہیں لگتا اور سورج بھی ہمیں کنبہ کا فرد سمجھتا ہے۔
- .... سات آسمان! سات شعور ہیں۔ جو انسان کے اندر ہمہ وقت متحرک رہتے ہیں۔
- .... بچہ جب تک خود کفیل نہیں ہوتا ماں باپ کفالت کرتے ہیں۔ آدمی کتنا بھی بڑا ہو جائے اللہ تعالیٰ کے

سامنے بچہ بن کر رہے.... اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے کی خود کفالت کرتے ہیں۔

- .... ہم جب پرندوں کی طرف دیکھتے ہیں تو ان کی تعداد اربوں کھربوں سے تجاوز کر جاتی ہے اور جب کسان کی طرف دیکھتے ہیں تو وہ کرم خوردہ اناج بھی جھاڑو سے سمیٹ لیتا ہے۔ پرندے جب بھوک کا تقاضہ رفع کرنے کیلئے زمین پر اترتے ہیں، اس سے پہلے کہ پرندوں کے پنجے زمین پر لگیں قدرت زمین پر پرندوں کیلئے دانہ پیدا کر دیتی ہے۔

- .... ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ سلام میں پہل کرے۔ السلام علیکم کا مطلب ہے "آپ پر سلامتی ہو"۔ سلام میں پہل کرنے والا شخص بلا تخصیص ذات و مراتب دوسروں کے لئے نیک جذبات رکھتا ہے۔ "بچوں کو خود سلام کیجئے کہ تاکہ بچوں کے اندر دوسرے لوگوں کی بھلائی چاہنے کی عادت پختہ ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "وہ آدمی اللہ سے زیادہ قریب ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔" (جامع ترمذی، جلد دوم حدیث 590)

- .... علم حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ شاگرد کے اندر استاد کی اطاعت، فرمانبرداری اور ادب و احترام کا جذبہ کار فرما ہو، جب تک شاگرد استاد کی بات پر عمل نہیں کرے گا وہ علم نہیں سیکھ سکتا۔

- .... سلوک کے راستے پر گامزن رہنے کیلئے ضروری ہے کہ علوم کے حصول اور ترقی کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سمجھا جائے۔ روحانی علوم کے انعامات کو اپنی ذاتی کوشش نہ سمجھا جائے۔ باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب۔ سالک کی زندگی کیلئے مشعل راہ ہے۔

- .... مشن کے فروغ کے لئے "کبر" ایسی دیوار ہے جو کسی طرح عبور نہیں کی جا سکتی۔ تکبر شیطانی وصف ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور لے جاتا ہے، جب کوئی شخص خود کو دوسرے سے برتر ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ دراصل ایسے اختلاف کی بنیاد رکھ دیتا ہے جس پر چل کر لوگ منتشر ہو جاتے ہیں۔

- .... بعض مذہبی دانشوروں کا رجحان ہے کہ وہ دوسروں کی تکذیب کرتے ہیں۔ دوسروں میں عیب تلاش کرتے ہیں۔ تعصب کے راستے پر چلتے ہیں.... یہ عمل افتراق پیدا کرتا ہے۔ اس راستے سے ہمیشہ گریز کرنا چاہئے۔

- .... سالکین کی تربیت کے لئے ضروری ہے کہ روحانی علوم کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی بھی حاصل کی جائے۔

- .... تفکر کرنا، کسی ایک نقطے پر ذہن کو مرکوز کرنا اور یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کرنا مراقبہ ہے۔ انسان کے اندر ساڑھے گیارہ ہزار صلاحیتیں موجود ہیں۔ کسی ایک صلاحیت پر بھی ذہن کو مرکوز کرنا اور اللہ تعالیٰ کی صفات کو ڈھونڈنا اور تلاش کرنا مراقبہ ہے۔ مراقبہ ایک ایسا عمل ہے جس سے اسی وقت فائدہ حاصل ہوتا ہے جب یہ عمل مسلسل کیا جائے۔

- .... اسلام، سائنس اور ریسرچ میں کہیں بھی ٹکراؤ نہیں ہے۔ یہ تینوں باہم مربوط ہیں۔ سینکڑوں مسلم سائنسدانوں نے قرآن میں موجود مخفی علوم اور انوار سے استفادہ کر کے سائنسی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

قرآن میں تسخیری فارمولوں اور مطالعہ کائنات سے متعلق 750 سے زائد آیتیں ہیں۔

⌂ .... قرآن پاک کے معنی اور مفہوم پر غور کرنے سے بندے کے اندر روحانی صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔ دماغ کے اندر کروڑوں Cells کھل جاتے ہیں اور انسان باطنی دنیا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ جب کوئی بندہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے تو دراصل وہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے۔

⌂ .... اللہ تعالیٰ بحیثیت خالق.... مخلوق سے ایک خاص ربط رکھتے ہیں۔ ہر انسان میں اللہ تعالیٰ کی پھونکی ہوئی روح کام کر رہی ہے۔ اس لئے کسی شخص کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی دوسرے کو کمتر سمجھے۔ تخلیقی پروگرام کے تحت خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو، بچہ ہو یا بوڑھا سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر ہیں۔ نہ کوئی چھوٹا ہے نہ کوئی بڑا.... تخلیقی پروگرام میں ہر شخص کا ایک خاص کردار متعین ہے۔ خدا پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ بڑائی صرف اس کو زیب دیتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے قریب ہو۔ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے پہچانتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا عارف ہے۔ ایسا بندہ عوام کی طرح رہتا ہے، اور عوام کی خدمت کرتا ہے۔

⌂ .... قرآن کے علوم اس بندے پر منکشف نہیں ہوتے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں شک ہو۔ قرآن ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو متقی ہیں اور متقی کے دل میں شک نہیں ہوتا۔ سالکان کو عموماً اور عظیمی خواتین حضرات کو خصوصاً اس بات کی مشق کرنی چاہئے کہ ان کے دل میں شک پیدا نہ ہو۔ جب تک اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن پر یقین کامل نہیں ہوگا آپ روحانی علوم نہیں سیکھ سکتے۔ اس لئے کہ قرآن روحانی علوم کا منبع ہے۔

⌂ .... ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک صلاحیت دی ہے جو اس کی رہنمائی کرتی ہے۔ جس کے تحت وہ اچھائی اور برائی، خیر اور شر میں تمیز کرتا ہے۔ اس صلاحیت کو نور باطن یا ضمیر کہتے ہیں۔ ضمیر کی رہنمائی کو قبول کرنے یا رد کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بااختیار بنایا ہے۔ اس لئے انسان کو ضمیر کی تحریکات کو سمجھ کر رہنمائی قبول کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اے لوگوں جو ایمان لائے ہو تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔“ (سورۃ الصف۔ آیت 2-3)

⌂ .... عموماً لوگ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں کوتاہی کرتے ہیں اور نتیجہ اپنی پسند یا مرضی کے مطابق چاہتے ہیں۔ اور جب نتیجہ ان کی مرضی کے مطابق نہیں نکلتا تو کڑھتے ہیں اور شکوہ کرتے ہیں۔ جب بندہ کام کا پختہ ارادہ کرکے بھرپور کوشش کرتا ہے تو اس کا انجام اچھا ہوتا ہے۔

⌂ .... بعض لوگ استغنا کا مفہوم غلط بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں! جب اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ دیتا ہے تو کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور ایسے لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اس طرح وہ جمود کا شکار ہو جاتے

ہیں۔ گھر اور معاشرے کے دیگر افراد سے کٹ کر تنہائی اور ویرانے میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ معاشرے میں بھرپور اور فعال کردار ادا کرنے کے بعد بندے کو جو تجربات حاصل ہوتے ہیں۔ ان تجربات سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین مستحکم ہوتا ہے۔

- .... آدمی جب غصہ کرتا ہے تو اس کے شعور میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔ اعصاب پر تناؤ طاری ہو جاتا ہے۔ غصہ کرنے والے افراد جسمانی اور نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔ اور غصہ کرنے والے لوگوں کی روحانی ترقی رک جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ غصہ کرنے والے بندوں سے محبت نہیں کرتا....
- .... سلسلہ عظیمیہ تمام نوع انسانی کو متحد ہو کر "اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو" کے پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے۔
- .... ایک انسان کیا ہے؟.... ہم اس کو کس طرح پہچانتے ہیں اور کیا سمجھتے ہیں؟....

ہمارے سامنے گوشت پوست کا بنا ہوا ایک مجسمہ ہے جو ہڈیوں کے ڈھانچے پر رگ پٹھوں اور کھال سے بنا ہوا ہے۔ ہم اس کا نام جسم رکھتے ہیں۔ جسم کی حفاظت کیلئے ہم لباس پہنتے ہیں۔ یہ لباس کاٹن، اون، ریشم، نائیلون یا کھال سے بنایا جاتا ہے.... یہ لباس گوشت پوست کے جسم کی حفاظت کرتا ہے لیکن فی الحقیقت اس میں اپنی کوئی زندگی یا اپنی کوئی حرکت نہیں ہوتی، جب یہ لباس جسم پر ہوتا ہے تو جسم کے اعضا کے ساتھ حرکت کرتا ہے۔ یعنی لباس کی حرکت جسم کے تابع ہے.... اگر جسم یا جسم کے اعضا حرکت نہ کریں تو لباس میں حرکت نہیں ہوتی.... اس بات کو مثال سے سمجھئے.... آپ سیدھے کھڑے ہو جایئے.... ہاتھ ہلایئے.... لیکن کوشش کیجئے کہ ہاتھ پر آستین نہ ہلے.... کسی بھی طرح ممکن نہیں کہ ہاتھ کے ساتھ آستین نہ ہلے.... پھر سے سیدھے کھڑے ہو جایئے.... اب آپ کو یہ کرنا ہے کہ آستین ہلائیں لیکن ہاتھ نہ ہلے.... یہ بھی ممکن نہیں!.... اس کا مطلب یہ ہوا کہ لباس کی اپنی کوئی حرکت نہیں ہے.... اسی بات کو مثال سے دوسری طرح سمجھئے.... ایک آدمی زندہ ہے دوسرا آدمی مر گیا.... مرنے کے بعد جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیجئے.... جسم کی اپنی طرف سے کوئی مدافعت نہیں ہوگی.... لیکن اگر زندہ آدمی کے سوئی چبھو دی جائے تو اسے اس کا احساس ہوگا.... اس کے معنی یہ ہوئے کہ مرنے کے بعد جسم کی حیثیت صرف لباس کی رہ جاتی ہے.... جب مشاہدات اور تجربات نے یہ فیصلہ کر دیا کہ گوشت پوست کا جسم لباس ہے، اصل انسان نہیں تو یہ تلاش کرنا ضروری ہو گیا کہ اصل انسان کیا ہے اور کہاں چلا گیا؟ اس صورت میں ہم یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ جو جسم مادی گوشت پوست کے لباس کو چھوڑ کر کہیں رخصت ہو جاتا ہے، وہ اصل ہے!.... انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اس اصل انسان کو "روح" کہا ہے!.... اور در حقیقت روح ہی انسان کا اصلی جسم ہے.... اور یہی اصلی جسم ان تمام صلاحیتوں کا مالک ہے جن کو ہم زندگی کہتے ہیں....

❖

گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر دنیا بھر میں مسلمان سراپا احتجاج ہیں۔ توہین مذاہب روکنے کے لیے علمی سطح پر قانون سازی کی ضرورت ہے۔

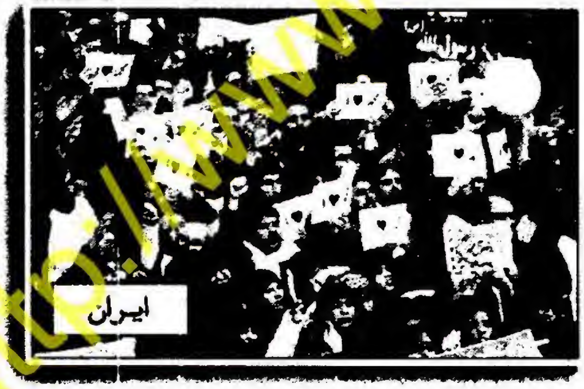

اسلام دشمن ایک فرانسیسی جریدے کی جانب سے گستاخانہ خاکوں کی شاعت پر دنیا بھر میں مسلمانوں کی شدید دل آزاری ہوئی ہے۔ اس گستاخانہ حرکت پر دنیا کے مختلف ممالک میں مسلمان شدید احتجاج کر رہے ہیں۔

کئی غیر مسلموں نے اس گستاخی کو نا پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا ہے۔ عیسائیوں کے پیشوا پوپ نے بھی اس گستاخی کی مذمت کی ہے لیکن مغربی حکمران اس گستاخی کو آزادی اظہار رائے کا نام دے رہے ہیں۔

کئی مغربی اخبارات نے بھی اس اسلام دشمن جریدے کے ساتھ اظہار یکجہتی کی ہے۔

مغربی حکمرانوں کی یہ ورش دہرے معیار کی واضح مثال ہے۔

مسلمان حکمرانوں اوراسلامی ممالک کی تنظیم کو مغرب کی اس روش پر سنجیدہ غوروفکر کرنا چاہیے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مذاہب کی توہین روکنے کے لیے امریکہ، یورپ سمت دنیا کے تمام ممالک میں قانون سازی کی جائے۔

امریکہ اوریورپ میں آباد مسلمان صحافیوں، سول سوسائٹی اور اراکین پارلیمنٹ سے رابطہ کر کے اس ضمن میں موثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

دنیا کے سب ممالک میں توہین مذاہب کو روکنے کے لیے قانون سازی میں اقوامِ متحدہ کی جانب سے قرار داد کی منظوری اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

حق الیقین

27 جنوری سلسلہ عظیمیہ کے امام حضرت محمد عظیم کا یومِ وصال ہے۔ آپ برخیاؔ تخلص فرماتے تھے آپ کا لقب قلندر بابا اولیاءؒ ہے۔ سلسلہ عظیمیہ کے ارکان اپنی گفتگو، تقریر و تحریر میں ادب و احترام کے باعث عموماً آپ کو اس لقب سے ہی پکارتے ہیں۔ قلندر بابا اولیاءؒ اور آپ کا قائم کردہ سلسلۂ عظیمیہ صدیوں سے قائم سلاسلِ طریقت کی پُرعظمت روایات کے امین ہیں۔ قلندر بابا اولیاءؒ کی شخصیت اور آپ کی تعلیمات کو بیان کرنا چاہیں تو اس کے لئے کئی کتابوں کی ضخامت درکار ہوگی پھر بھی شاید چند گوشے یا زاویئے تشنہ رہ جائیں۔ آپ کی تعلیمات کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ یہ تعلیمات روحانی علوم کے طالبعلموں، اساتذہ اور دانشوروں غرض مختلف علمی سطح کے افراد کے لئے بیک وقت رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔ اگر قلندر بابا اولیاءؒ کی فکر، آپ کے پیغام، آپ کی تعلیمات کا تعارف انتہائی اختصار سے کیا جائے تو ہم کہیں گے کہ آپ کی فکر، آپ کے پیغام، آپ کی تعلیمات کا محور یا مرکزی نکتہ خالق و مالک کائنات اللہ وحدہٗ لاشریک کو پہچاننا، اللہ کی رضا اور اللہ کی قربت کا حصول ہے۔

قلندر بابا اولیاءؒ کا پیغام اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہے اور آپ کی تعلیمات اللہ کے عرفان کی راہوں پر چلنے کے طریقے سکھاتی ہیں۔ انسان کو اس کے مقصدِ تخلیق سے آگاہ کرتی ہیں۔

انسان کا مقصد تخلیق کیا ہے....؟

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور قرآن پاک کے مطابق انسان کا مقصدِ تخلیق یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کو پہچانے اور پوری یکسوئی اور اخلاص کے ساتھ اس کی عباوات بجالائے۔ یہ خالق صرف اور صرف اللہ ہے۔ اللہ واحد واحد ہے۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ تمامتر عباد تیں صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کے لئے ہی ہیں۔

قلندر بابا اولیاءؒ انسان کو یاد دہانی کراتے ہیں کہ انسان اور اس کی تمام صلاحیتوں کا خالق اللہ ہے۔ تمام کائنات اور کائنات میں جاری تمام نظاموں کا خالق اللہ ہے۔ کائنات کی ہر تخلیق میں خواہ وہ بڑی بڑی کہکشائیں ہوں، نظام شمسی ہوں، ستارے ہوں، زمین یا ان میں بسنے والی مخلوقات ہوں ان سب کو اللہ کا ارادہ، اللہ کا نور ہی زندگی اور حرکت بخش رہا ہے۔ اللہ اپنے ایک پروگرام، ایک منظم منصوبے کے تحت اشیاء کو خواہ ہماری اصطلاح میں وہ جاندار اشیاء ہوں یا بے جان اشیاء ہوں، ان سب کو پیدا کر رہا ہے اور اپنے منصوبے کے تحت انہیں فنا کر رہا ہے۔

زندگی اور موت کا، نشو نما اور ارتقاء کا خالق و مالک اللہ ہے، بقا و فنا اِسی کے ہاتھ میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر انسان کو بھیجا۔ یہاں اس کی زندگی کے ایام اچھی طرح

بسر ہوں اس کے لئے اللہ نے اس زمین پر انسان کے لئے بے شمار نعمتیں پیدا فرمائیں۔ انسان ان نعمتوں سے خوب استفادہ کرے اور ان کے حصول میں دوسروں کی حق تلفی یا دوسروں کے ساتھ زیادتی نہ کرے یہ سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعہ اُسے ہدایات عطا فرمائیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے انسانوں کو اللہ کی عبادت کے طریقے سکھانے کے ساتھ ساتھ معاشرتی زندگی کو حقوق العباد کی ادائیگی کے ساتھ بہتر طور پر گزارنے کی تعلیم دی۔ ان مقدس ہستیوں نے انسان کو مادّہ اور روح کے وجود سے بھی آگہی عطا فرمائی۔ وحی کی روشنیوں سے منور انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات سے انسان نے اپنے اور اللہ کے تعلق کو سمجھا انسان کو یہ آگہی بھی ملی کہ خدا شناسی کا سفر خود شناسی سے شروع ہوتا ہے۔ ان مقدس تعلیمات کی بدولت انسان خود اپنے محسوسات کو سمجھنے کے قابل ہوا۔

اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے انسانیت کے لئے تعلیمات کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام معلمِ انسانیت ہیں۔ آپ کی ذاتِ گرامی کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ آپ نے انسان کو مادّی و روحانی ہر طرح کی جامع تعلیم کا اہتمام فرمایا۔ ایک طرف انسان کو بہترین طرزِ معاشرت عطا فرمائی تو دوسری طرف انسان کو روحانی تقاضوں کی تکمیل کا طریقہ بھی سکھایا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ نے انسان کو متوجہ فرمایا کہ اللہ کا عرفان حاصل کرو ساتھ ہی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا کہ اللہ کے عرفان کا راستہ اپنی ذات یا اپنے نفس کے عرفان سے ہو کر گزرتا ہے۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ

حضرت محمد ﷺ کے بعد تربیت، تعلیم، تبلیغ، تلقین اور دیگر تمام معاملات آپ علیہ الصلوٰۃ کی امت کے اہلِ علم و دانش نے سنبھالے۔ اللہ کی نشانیوں میں غور و فکر کرتے ہوئے اللہ کے عرفان کی راہوں پر رہنمائی کا فریضہ صحابہ کرام اور اہلِ بیت کے بعد زیادہ تر ان قدسی نفس ہستیوں نے سرانجام دیا جنہیں ہم اہلِ طریقت، اولیاء اللہ یا صوفیاء کہتے ہیں۔ ان صوفیاء نے اپنے شاگردوں کی تربیت و تعلیم اور عوام الناس کی رشد و ہدایت و اصلاح و تبلیغ کے لئے سلاسلِ طریقت قائم کئے۔ تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ سلاسلِ طریقت کا آغاز پہلی صدی ہجری کے دوسرے نصف حصہ سے ہوا۔ رفتہ رفتہ اس کی باقاعدہ اور منظم صورت گری ہوتی رہی۔ روحانی بزرگوں کے ارشادات سے علم ہوتا ہے کہ دنیا میں اب تک تقریباً دو سو بنیادی سلاسلِ طریقت قائم ہوئے۔ ان میں سے کئی سلاسل کی مزید شاخیں بھی وجود میں آئیں اور بعض تو خوب پھلیں پھولیں۔ برصغیر میں اس کی معروف مثال سلسلۂ چشتیہ کی شاخیں نظامیہ، صابریہ وغیرہ ہیں۔ ان سلاسلِ طریقت کے ذریعہ مختلف عارف باللہ، عاشقانِ رسول ﷺ نے لوگوں کی رہنمائی کی مگر ان میں ایک بڑی تعداد جو خود آلِ رسول ﷺ کی بھی ہے۔ اولین اہلِ طریقت میں اہلِ بیت اطہار کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں تو بعد کے ادوار میں بھی حسنی و حسینی نسب رکھنے والے کئی محترم بزرگوں کی خدمات انتہائی روشن ہیں۔ تقریباً تمام سلاسلِ طریقت کو ایک شرف یہ بھی حاصل ہے کہ وہ باب العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچے ہیں جبکہ سلسلۂ نقشبندیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچا ہے۔

قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ صدی بہ صدی اور نسل در نسل روحانی علوم کی روشنی پھیلانے والے ان ہی

بزرگوں کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا قائم کردہ سلسلۂ عظیمیہ گزشتہ تقریباً ڈیڑھ ہزار سال سے قائم سلاسلِ طریقت کا تسلسل ہے۔ اس سلسلہ کی تعلیمات کوئی نئی تعلیمات نہیں ہیں۔ یہ وہی تعلیمات ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرامؓ کو ملیں۔ صحابہؓ سے تابعین و تبع تابعین کو اور مختلف سعید ہستیوں کو حاصل ہوئیں۔ سلسلۂ عظیمیہ کی تعلیمات نئی نہیں البتہ ان تعلیمات کو پیش کرنے کے انداز میں کچھ جدت محسوس ہوتی ہے۔ صدیوں سے جاری ان تعلیمات کے انداز میں جدت کی بھی وجوہات ہیں۔ موجودہ دور میں سائنسی تحقیق و ترقی کی بدولت انسانی ذہن ایک طرف تو دنیاوی یا مادّی اعتبار سے ادراک و آگہی کی نئی بلندیوں پر ہے ایسے میں سائنسی ترقی کے ماحول کے پروردہ، وحی کی روشنی سے محروم کئی دانشوروں نے اپنے ناقص نظریات کے ذریعہ انسانی ذہنوں کو مادّیت میں الجھانے کی، اللہ اور بندہ کے درمیان تعلق کی خواہش کو دبانے کی یا اللہ اور بندہ کے درمیان تعلق کو کمزور کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ دوسری طرف انسان اپنے باطن کو اپنی روح کو بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھنا چاہتا ہے۔

اللہ کے ساتھ تعلق کی خواہش انسان کے باطن میں ودیعت شدہ (Built-in) ہے۔ جس طرح ایک بیج اپنے اندر درخت کی تمام صلاحیتیں اور اوصاف رکھتا ہے لیکن اسے بیج سے درخت بننے کے لئے مخصوص سازگار ماحول اور مناسب دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر بندہ کے دل میں اپنے خالق اللہ کے ساتھ تعلق کے قیام کی خواہش ایک بیج کی شکل میں موجود ہے۔ اب اس خواہش کو پنپنے اور اسے تکمیل تک پہنچانے کے لئے ادراک و آگہی اور ذوق و شوق کے مختلف مراحل کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیاوی چیک پر مبنی مادّہ پرستانہ ماحول اس بیج کے پھوٹنے اور اس کی نشو ونما میں زبردست مزاحمت کرتا ہے۔ وحی کی روشنی سے محروم کئی دانشوروں کے نظریات آج یہی کام سرانجام دے رہے ہیں۔ چنانچہ اب اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ آج کے مسائل کا آج کے حالات سمجھتے ہوئے جائزہ لیا جائے اور قرآن پاک کی آیات اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے روشنی لے کر موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق منطق و استدلال سے ان کا حل پیش کیا جائے۔

ایک اہم نکتہ مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

آج تحقیق و ترقی کے زیر اثر ماحول میں تشکیل پانے والے ذہنی رویوں کی وجہ سے جو تبدیلی آئی ہے وہ صرف اتنی ہے کہ حقائق و معاملات کو سمجھنے کے انداز کچھ تبدیل ہوگئے ہیں۔ انسان کی ساخت، اس کی بنیادی ضروریات اور اس کے مختلف تقاضوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ مثال کے طور پر روٹی، کپڑا اور مکان آج انسان کی بنیادی ضروریات قرار دیئے جاتے ہیں۔ لیکن آج سے سو برس یا ہزار برس قبل بھی بنیادی ضروریات تو یہی تھیں۔ آج کا انسان خوشبو سے، چاندنی سے، پرندوں کی چہچہاہٹ سے دلفریب قدرتی نظاروں سے خوشی محسوس کرتا ہے۔ کیا ہزار برس پہلے کا انسان خوشبو یا چاندنی سے ناگواری محسوس کرتا تھا۔ آج کے دور میں عورت بحیثیت ماں اپنی اولاد کی بہتر نشوونما کے لئے اپنا چین و آرام قربان کرتی ہے۔ کیا ہزار برس پہلے کی ماں اپنی اولاد کے لئے محبت کے جذبات سے محروم تھی، پیاس کی شدت میں پانی کی طلب ہوتی ہے۔ پیاسے کو پانی مل جائے تو اسے چین و قرار آجاتا ہے۔ کیا ہزار برس قبل انسان کو پیاس میں پانی کی طلب نہ ہوتی تھی یا اس وقت پانی مل جانے پر پیاسے کی کیفیات آج کے دور سے مختلف ہوتی تھیں۔۔۔۔؟ کیا ہزار برس پہلے کے انسان، بھوک، پیاس، جنسی جذبہ، محبت، رقابت، رشک، حسد اور دیگر تقاضوں

اور جذبات کو کسی اور طرح محسوس کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں تھا۔ انسانی تقاضے اور جذبات وقت کے ہر دور ہیں یکساں رہے ہیں۔ سائنس و ٹیکنالوجی کی بدولت کچھ تبدیلی آئی ہے تو ان تقاضوں کی تکمیل، جذبات کی تسکین کے انداز میں آئی ہے۔ آج کا سائنسدان ہو یا کوئی بے پڑھا لکھا مزدور سب کو بھوک لگتی ہے، سب کو پیاس لگتی ہے، سب کو پسینہ آتا ہے، رفع حاجت سب کی مجبوری ہے۔ سب کی زندگی قدرت کی طرف سے مقررہ کچھ ضابطوں اور طریقوں کی پابند ہے۔ ان ضابطوں اور طریقوں سے انحراف کا نتیجہ پریشانی، بیماری یا پھر موت بھی ہے۔

اللہ کی مشیت کو سمجھنے والے اللہ کے دوست، اللہ کی محبت کے تقاضوں کے تحت اللہ کی مخلوق سے بھی بے انتہا محبت کرتے ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت یہ قدسی نفس حضرات مخلوق کا بھلا چاہتے ہیں۔ وحی کے انوار سے منور اور روحانی قدروں کے حامل یہ بندگان الٰہی نوع انسانی کو خوش و خرم، علم حاصل کرتا، ترقی کرتا، پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ محترم بندے انسانی فکر اور انسانی معاشروں میں ارتقاء کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ ان بندوں کے پیشِ نظر یہ بات ہوتی ہے کہ علم حاصل کرکے، فکر کا دائرہ وسیع کرکے اور ذہنی ارتقاء کے ذریعہ انسان اپنے خالق کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکے گا۔ یہ قدسی نفس روحانی بندے چاہتے ہیں کہ علمی ترقی کا سفر فطرت سے انحراف کے ساتھ نہ ہو بلکہ انسان یہ سفر اللہ کا فرمانبردار بن کر فطرت کے مقرر کردہ ضابطوں کے تحت سرانجام دے۔ اس سفر کے دوران انسان اس زمین کو، اپنی فکر کو اور اپنی ذات کو نقصان نہ پہنچائے، انسان کے پیشِ نظر ہمیشہ یہ بات رہے کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اس دنیا میں زندگی کے شب و روز گزار کر ہمیں یہاں سے واپس جانا ہے اور ایک روز اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے اعمال کا حساب ہوگا۔

آج وحی کی روشنی سے محروم دانشوروں کے بعض طبقات نوع انسان کو محض ایک مادّی وجود قرار دے رہے ہیں۔ یہ لوگ انسان کے روحانی تقاضوں اور زندگی بعد الموت کی حقیقت کو یکسر فراموش کئے ہوئے ہیں۔ ایسے دانشور اور ان کے زیرِ اثر تمام طبقات اس زمین کے امن، اس کی بقاء اور نوعِ انسانی کی فلاح کے لئے نہایت مہلک خطرہ ہیں۔ نوعِ انسانی کو اس منفی فکر اور اس کے خطرناک نتائج سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کے دوستوں میں سے بعض لوگ نوعِ انسانی کی مدد کریں اور اس زمین پر امن و سلامتی اور نوعِ انسانی کی بقا کے طریقے انسانوں کو بتائیں۔

سائنس و ٹیکنالوجی کی شاندار ترقی کے اس دور میں فطرت سے متصادم یا منحرف مادّہ پرستانہ نظریات کی یلغار میں شدت آئی ہے۔ ایسے عالم میں انسانی قلب و روح میں موجود تعلق باللہ کی خواہش کو اپنی تکمیل کے لئے مادّی و روحانی علوم کے امتزاج کے ساتھ اپنا سفر طے کرنا ہے۔

اس سفر کی دشواریوں اور اس کے درمیان پیش آنے والے مسائل کا سامنا کس طرح کیا جائے۔ اس سفر کی رکاوٹوں کو کیسے عبور کیا جائے، ان معاملات میں سلسلہ عظیمیہ کے امام قلندر بابا اولیاءؒ ایک معلم، ایک رہنما، ایک گائیڈ کا کردار ادا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی

شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز

(1924ء تا 2015ء)

شاہ عبداللہ 23 جنوری 2015 کو انتقال کر گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ان کی نماز جنازہ میں پاکستان کے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف اور ترکی کے صدر رجب طیب اردوان اور کئی مسلم ممالک کے رہنماؤں نے شرکت کی۔

مملکت العربیہ السعودیہ کے چھٹے بادشاہ الملک عبداللہ بن العزیز اگست 1924ء کو پیدا ہوئے تھے۔ وہ شاہ فہد بن العزیز کی وفات کے بعد اگست 2005 میں سعودی عرب کے بادشاہ بنے تھے۔

شاہ عبداللہ کو عرب ثقافت سے دلی لگاؤ تھا۔ انہیں مذہب، تاریخ اور عرب ثقافت کے موضوعات میں زیادہ دلچسپی تھی۔

شاہ عبداللہ اعتدال پسند طبیعت کے مالک تھے اور بین المذاہب مکالمے کے حامی تھے۔ اگست 2012 میں مکہ مکرمہ میں ہونے والی او آئی سی سربراہی کانفرنس میں شاہ عبداللہ نے مسلم معاشروں میں انتہا پسندی ختم کرنے اور مسلمان نوجوانوں کو سائنس اور ٹیکنالوجی کے جدید علوم سے آراستہ کرنے اور مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کو اکٹھا کرنے کی ضرورت پر زور دیا تھا۔

شاہ عبداللہ سعودی عرب میں تعلیم کے فروغ، صحت کی سہولتوں کی فراہمی، صنعت کی ترقی اور انفرااسٹرکچر کی بہتری پر زیادہ توجہ مرکوز کی تھی۔

شاہ عبداللہ کا شمار دنیا امیر ترین حکمرانوں میں ہوتا تھا۔ اخباری معلومات کے مطابق 2011 میں ان کے اثاثوں کی مالیت 21 ارب ڈالر تھی۔ شاہ عبداللہ نے مختلف اوقات میں 26 شادیاں کیں۔ ان کے ہاں 36 بچے ہوئے۔ ان میں 16 بیٹے اور 20 بیٹیاں شامل ہیں۔ شاہ عبداللہ کے بڑے بیٹے کا نام متعب تھا ۔ اس نسبت سے ان کی کنیت ابو متعب تھی۔

شاہ عبداللہ کے کارناموں میں مسجد الحرام اور مسجد نبوی کی توسیع، 4 / اقتصادی شہروں کے قیام کا منصوبہ، شاہ عبداللہ یونیورسٹی اور شہزادی نورا یونیورسٹی اور دیگر کئی بڑے منصوبے شامل ہیں۔

ٹائم اینڈ اسپیس

کیا زمان و مکان میں سفر ممکن ہے؟
یعنی کیا انسان کا بغیر کسی واسطے یا ذریعہ کے لمحوں میں میلوں کا سفر ممکن ہے....؟

ادارہ

انسانی شعور اس بات کو جانتا ہے کہ سفر کوئی بھی کیا جائے اس میں دو چیزیں مشترک ہوتی ہیں ایک تو وسیلہ سفر یعنی ہمیں سفر کے لئے میڈیم کی ضرورت ہے چاہے وہ کسی سواری یعنی رکشہ، ٹیکسی سائیکل بس یا ہوائی جہاز کی شکل میں ہو یا پھر پیدل چل کر کسی مسافت کا طے کرنا ہو۔ دوسرا وقت جو ہمیں ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچنے یا فاصلہ طے کرنے کے لئے درکار ہوتا ہے یہ دورانیہ چند منٹوں سے لے کر کئی گھنٹوں بسا اوقات کئی سالوں پر بھی محیط ہو سکتا ہے۔

جدید سائنسی تحقیقات کا رخ اب اس جانب ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس وقت کی رفتار سے آزاد ہوا جائے یا پھر سفر میں درکار وقت کو کم سے کم اور وسیلے کے استعمال کو صفر کر دیا جائے یعنی زمان و مکان میں سفر کو ممکن بنایا جا سکے۔ دنیا بھر میں اس سلسلے میں کی جانے والے کیا کیا تحقیقات منظرِ عام پر آرہی ہیں اور سائنسدان اس کامیابی سے کتنے قدم دور ہیں۔

اس پر بات کرنے سے پہلے ہم اس سوال کا جواب ایک اور زاویہ نظر سے حاصل کرتے ہیں۔

قرآنِ پاک میں ارشادِ ربانی ہے

جب حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ تم میں سے کون اس کا تخت جلدی لا سکتا ہے تو جنات نے کہا جتنی دیر میں آپ دربار برخاست کریں میں تخت حاضر کردوں گا۔

دوسری آیت ہے کہ ایک دوسرے شخص نے کہا کہ پلک جھپکنے بھی نہ پائے گی اور تخت یہاں موجود ہوگا۔ اور تخت آگیا۔

ایک آن میں بغیر کسی ظاہری میڈیم کے ملکہ سبا کا تخت ہزاروں میل کی دوری سے حضرت سلیمانؑ کے دربار میں حاضر کردیا گیا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ایک شخص جو کتاب کا علم رکھتا تھا پلک جھپکنے کے وقفے میں ڈیڑھ ہزار میل کے طویل فاصلے سے مادی

شئے یعنی تخت کو منتقل کر دیا۔ گو کہ سائنسدان سمجھتے ہیں کہ دورِ جدید میں سائنسی تحقیقات وایجادات اپنے عروج پر ہیں مگر سچ تو یہ ہے کہ جدید تحقیقات اور مسلسل دریافتوں سے حاصل ہونے والے شواہد بار بار یہی عندیہ دیتے نظر آتے ہیں کہ ماضی کا انسان آج کے انسان سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ تھا۔ جدید تحقیقات اور روحانی مشقوں میں وہ درجہ کمال کی بلندیوں کو چھو رہا تھا۔ اور اس سے بڑھ کر وہ اپنے باطنی تشخص کا آج کے انسان سے کہیں زیادہ علم رکھتا تھا جو خالق کائنات نے اسے ودیعت کیا ہے۔ اگر صرف ان واقعات پر ہی ذرا سا غور کیا جائے تو ہم اپنے سوال کا جواب پالیں گے۔

جی ہاں زمان و مکان میں سفر ممکن ہے مگر کس طرح.... ؟اس کا جواب عظیم روحانی سائنسدان حضور قلندر بابا اولیاء کی تعلیمات میں ہمیں ملتا ہے۔ آپ وہ برگزیدہ ہستی ہیں جنہوں نے زمان و مکان کی حقیقت کی وضاحت فرمائی۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ کائنات کی ہر تخلیق خواہ وہ چھوٹی سے چھوٹی ہو یا بڑی سے بڑی روشنی کے غلاف میں بند ہے اور روشنی کے اوپر نور منڈھا ہوا ہے۔ ہر تخلیق کی طرح انسانی زندگی بھی دو حواسوں یا رخوں پر کام کرتی ہے۔ جنہیں حضور قلندر بابا اولیاء شعور یا بیداری کے حواس اور لاشعور یا نیند کے حواس کا نام دیتے ہیں۔ زمان یا وقت کیا ہے اس کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ دونوں حواسوں میں ہم زمان یعنی وقت کا صرف تذکرہ کرتے ہیں زمان یا وقت حواس کی گرفت سے ماوراء ہے۔ یہ محض شعوری اور لاشعوری تعین کی درجہ بندی ہے۔ یعنی ہم شعوری طور پر سمجھتے ہیں ایک لمحہ دوسرا لمحہ اور گھنٹے ایک متواتر انداز میں گزر رہے ہیں تو یہ تعین زمان پر گرفت کو مضبوط کر دیتا ہے یعنی ہمیں زمان و مکان میں قید کر دیتا ہے۔ اسے Serial Time کہتے ہیں۔ لیکن اگر شعور زمان یا وقت کے گزرنے یا نہ گزرنے کی طرف سے توجہ ہٹا دے تو لمحے، گھنٹے، دن ہفتے کی زمانیت ایک آن میں سمٹ جاتی ہے۔ یہی وہ طرز ہے جو خواب میں کام کرتی ہے جیسے کہ خواب میں انسان کے ذہن کی رفتار اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ لاشعور میں داخل ہو جاتا ہے اور جو کچھ خواب میں نظر آتا ہے وہ زیادہ تر مستقبل میں پیش آنے والے واقعات سے متعلق ہوتا ہے۔

یعنی ایک شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ ابھی لندن میں ہے اور ایک لمحے بعد وہ دیکھتا ہے کہ وہ کراچی میں ہے۔ یہ بات ذہن کی اس واردات سے متعلق ہے جس کا نام زمان غیر متواتر Non-SerialTime یا لاشعور ہے جہاں شعوری حواس کی Serial Time ترتیب بے معنی ہو جاتی ہے۔ اب اگر لاشعور کی اس صلاحیت پر مراقبہ کے ذریعے غلبہ حاصل کر کے ارادے کے ساتھ وابستہ کر لیا جائے تو بیداری یا شعوری حواس میں رہتے ہوئے بھی آئندہ پیش آنے والے واقعات کا نہ صرف مطالعہ اور مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ میلوں کی مسافت لمحوں میں طے ہو سکتی ہے۔

یہ وہ روحانی طرزِ فکر ہے جو ہمارے لئے یہ سمجھنا آسان کر دیتی ہے کہ زمان و مکان ہے کیا اور اس میں سفر کس طرح ممکن ہے۔ چونکہ انسانی شعور قدم بہ قدم چلنے کا عادی ہے جس کے تحت وہ ہر چیز کو مادیت میں سمجھنے کو ترجیح دیتا ہے۔ یہی وہ طرزِ فکر ہے جو

ہمیں طبیعات، کیمیا، نفسیات، مابعد لنفسیات اور دیگر سائنسی اور غیر سائنسی علوم کی صورت میں نظر آتی ہے۔ فی زمانہ سائنسی علوم اس قدر تو ترقی کر چکے ہیں کہ اب کائنات کے بہت سے اسرار سے پردے اٹھنے لگے ہیں اور بہت سے تاریخی واقعات کی سائنسی توجیہات انسانی عقل میں سمانا شروع ہو گئیں ہیں۔ اس کے باوجود انسان اصل میں ہے کیا اور اس کی صلاحیتوں کی حد کہاں تک ہے اس پر کام کرنا ابھی باقی ہے۔ بہر حال یہاں آسان لفظوں میں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جدید سائنسی تحقیقات زمان و مکان میں سفر کو ممکن بنانے میں کامیاب ہو رہی ہیں اور اگر واقعی یہ ممکن ہونے جارہا ہے تو کس حد تک اور کس طرح؟

ٹیلی پورٹیشن کیا ہے؟

زمان و مکان میں سفر کو سائنسدان ٹیلی پورٹیشن کا نام دیتے ہیں۔ ٹیلی پورٹیشن سے مراد کسی بھی مادی شئے کی ایک مقام سے دوسرے مقام تک بلا واسطہ اور فوری منتقلی ہے۔ ایسا سفر جس کے دوران فضا اور وقت دونوں ہی آڑے نہیں آتے۔

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اس عمل میں انسانوں کو بھی پلک جھپکتے ہی کسی بھی مقام پر منتقل کیا جاسکے گا۔ مسافت خواہ ایک فٹ سے لے کر ایک میل تک کیوں نہ ہو مسافر کو کوئی فاصلہ طے کرنا نہیں پڑے گا۔ یہ تو ہوئی ٹیلی پورٹیشن کی مختصر تعریف اب یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی۔

سائنسی تحقیقات کا سفر

آئن اسٹائن وہ پہلی شخصیت ہے جس نے بتایا کہ مادہ اور توانائی دو الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ سکے کے دو رخ ہیں اور مادہ اور توانائی ایک دوسرے میں ڈھل سکتے ہیں۔ آئن اسٹائن یہ کہتا ہے کہ زمان و مکان بھی ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں۔ اس وقت زمان و مکان میں سفر ایک ناممکن اور غیر منطقی سی بات تھی۔ لیکن آئن انسٹائن نے یہ نظریہ ایک الہام کے طور پر پیش کیا جس کے صحیح ثابت ہونے کا اسے پورا پورا یقین تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ خلا اور وقت کا تانا بانا ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے۔ جسے اس نے ُ زمان و مکان کا پھیلاؤ کا نام دیا۔ آئن اسٹائن کے اس نظریہ اضافیت نے سائنسدانوں کے لئے تحقیق کی کئی راہیں ہموار کیں۔ اس کے کئی سال بعد ٹیلی پورٹیشن کا نظریہ سب سے پہلے 1966ء سے 1996ء تک ٹی وی پر دکھائی جانے والی سیریل اسٹار ٹریک میں پیش کیا گیا تھا۔ اس سیریل کا مرکزی خیال جین رائن بیری کی لکھی ہوئی کہانیوں پر مبنی تھا جس میں خلائی جہاز کی مختلف مہمات دکھائی جاتی تھیں۔ اسے ناظرین نے نہ صرف پسند کیا بلکہ اس پر انتہائی حیرت کا بھی اظہار کیا تھا۔ اس سیریل میں کیپٹن کرک اسپاک اور ڈاکٹر میکائے اپنے ساتھیوں سمیت اپنے خلائی جہاز سے کسی بھی سیارے پر اتر جاتے تھے اور یہ فاصلہ سیکنڈوں میں طے ہوتا تھا۔ انہیں ایک شیشے کی ٹیوب میں کھڑا کیا جاتا جہاں وہ آنِ واحد میں تیز روشنی میں تبدیل ہو کر مطلوبہ مقام پر موجود ایسی ہی ایک شیشے کی ٹیوب میں نمودار ہو جاتے۔ اسی طرح کی دیگر سائنس فکشن فلم جیسے بیک ٹو دی فیچر لوگوں کی توجہ کا مرکز بنیں۔

1993ء میں ٹیلی پورٹیشن کا نظریہ سائنسی تصورات کی حدوں سے نکل کر اس وقت حقیقت کی

زمان کیا ہے....؟؟

حضور قلندر بابا اولیاء سے سوال کیا گیا کہ زمان کیا ہے آپ نے فرمایا زمان ماضی ہے....

ایک نشست میں حضور بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ زمانہ گزرتا رہتا ہے حالانکہ فی الحقیقت زمان ریکارڈ (ماضی) ہے۔ حال اور مستقبل علیحدہ کوئی وجود نہیں رکھتے بلکہ ماضی کے اجزاء ہیں۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: 'جو کچھ ہونے والا ہے، قلم اس کو لکھ کر خشک ہوگیا۔

سورج جس کہکشاں میں واقع ہے اس کا نام ملکی وے ہے۔ ہیئت دانوں نے اس ملکی وے میں موجود تقریباً چار سو بلین ستاروں کے فاصلے ناپنے کے لئے جو اصطلاح وضع کی اسے نوری سال کہا جاتا ہے اس اصطلاح کا مطلب ہے وہ مسافت جو روشنی ایک سال میں طے کرتی ہے، یعنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے طے کرتی ہے۔ یعنی سورج سے زمین تک کا ڈیڑھ سو ملین سال کا سفر طے کرنے میں اسے آٹھ منٹ لگتے ہیں۔ اگر روشنی اسی رفتار سے ایک سال تک چلتی رہے تو اسے نوری سال کہا جاتا ہے۔ جبکہ ایک اندازے کے مطابق ملکی وے کا قطر ایک لاکھ نوری سال ہے۔ اب مثال کے طور پر سورج چمکنا بند کردے تو یہ ہمیں آٹھ منٹ بعد ہی پتہ چلے گا کیونکہ یہی وہ وقت ہے جو روشنی کو زمین تک پہنچنے میں لگتا ہے۔ لہذا جو ہم کائنات کو دیکھتے ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ یہ ماضی میں کیسی تھی نہ کہ اس وقت کیسی ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ ازل سے زمین تک آنے میں ہر انسان کو تقریباً سترہ مقامات (زون) سے گزرنا پڑتا ہے۔

سائنس اس کے شواہد پیش کرتی ہے کہ ارضیات دان جان مچل نے بتایا کہ بعض ستارے بہت زیادہ کثافت کے حامل ہیں جس کی وجہ سے ان کی جانب کی قوت اتنی زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ روشنی بھی ان سے فرار حاصل نہیں کر سکتی۔ اس وجہ سے انہیں دیکھنے والے کو وہ خلاء میں سیاہ دھبے کی طرح نظر آئے گا جنہیں ہم سیاہ شگاف کہتے ہیں۔ مزید وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ روشنی بالکل سیدھی لائن میں نہیں چلتی جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں بلکہ کسی بڑی کثافت کے حامل ستارے کے پاس سے گزرتے وقت خم کھاجاتی ہے۔ اور پھر جب ستارے کی کثافت اپنی حدوں کو

دنیا میں داخل ہو گیا جب یارک ٹاؤن نیویارک، آئی بی ایم ٹی جے واٹسن ریسرچ سینٹر کے طبیعات داں چارلس بینٹ اور ان کے ساتھی محققین نے اس امر کی تصدیق کی کہ کوانٹم ٹیلی پورٹیشن ممکن ہے تاہم اسے عملی جامہ اسی صورت پہنایا جا سکتا ہے جب اصل شے جسے ایک مقام سے دوسرے مقام تک آن واحد میں منتقل کیا جانا ہے تباہ کر دی جائے۔ چارلس بینٹ نے اس امر کا اعلان مارچ 1993ء میں امریکی فزیکل سوسائٹی کے سالانہ اجلاس میں کیا۔ جس کے بعد 29 مارچ 1993ء کو فزیکل ریویو سائنسدانوں نے فوٹانز پر تجربات کرنا شروع کیے اور یہ ثابت کیا کہ کوانٹم ٹیلی پورٹیشن حقیقت میں ممکن ہے۔ کیلیفورنیا انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے ماہرین طبیعات نے 1998ء میں یورپی ماہرین کے ساتھ مل کر تجربات کیے اور فوٹانز کو کامیابی کے ساتھ ٹیلی پورٹیشن کے عمل سے گزارا اور واضح رہے کہ فوٹان روشنی کا انتہائی

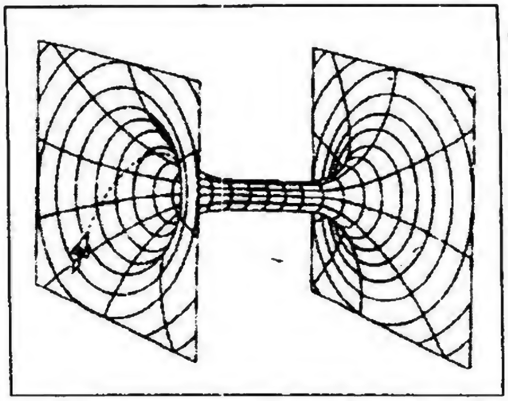

چھونے لگتی ہے تو وہ روشنی کو خم دینے کی بجائے شدت اپنی طرف کھینچتے ہوئے نگل جاتا ہے۔ اور چونکہ روشنی ستارے کی عظیم ترکشش سے بچ نکلنے میں ناکام رہتی ہے چنانچہ وہ ہم تک نہیں پہنچ پاتی۔ اس لیے ہمارے مشاہدے کے لیے صرف ایک سیاہ شگاف ہی بچتا ہے جو چھوٹا یا بڑا ہو سکتا ہے۔ اس نظریئے کے مطابق سیاہ شگاف جو کچھ اپنے مرکز کی طرف کھینچتے اور نگلتے ہیں وہ ان کے اندر فنا نہیں ہوتا بلکہ کسی ایک سمتی سرنگ سے گزرتے ہوئے ایک سفید شگاف کے ذریعے کسی دوسری کائنات میں جا نکلتا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ سیاہ شگاف کو عبور کرنے سے ہم زمان و مکان کے ذریعے کائنات کے کسی دوسرے دور دراز علاقے میں جا نکلیں گے جو ہم سے ہزاروں یا شاید کروڑوں نوری سال واقع ہے۔

ورمز ہولز :

کچھ سال پہلے سائنسدانوں کی ایک ٹیم نے دریافت کیا کہ کائنات میں کچھ ایسی سرنگیں موجود ہیں ہم سائنسی اصطلاح میں ایک خلا سے دوسرے خلاء تک پہنچنے کا شارٹ کٹ بھی سمجھ سکتے ہیں۔ سائنس انہیں ورم ہولز کا نام دیتی ہے۔ آسٹرو فزکس سینٹر، کوپن ہیگن کے پروفیسر اِگونو نووی کوو Prof Igono Noviko کے مطابق دو سیاہ شگافوں کے ملنے سے یہ سرنگیں وجود میں آتی ہیں یہی وہ سرنگیں ہیں جنہیں فرشتے کائنات میں سفر کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ جب کہ ایک ورم ہولز میں گذرنے والا ایک دن زمین کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ ان سرنگوں سے جو بھی گزرے گا وہ ان سے داخل ہونے کی تاریخ سے پہلے نکلے گا یعنی وہ زمان میں سفر کرکے ماضی میں پہنچ جائے گا اور زمین پر آجائے تو وہ دیکھے گا کہ وہ دو سال جو اس نے سفر میں گزارے وہ زمین کے زمانے کے حساب سے نصف صدی بن گئے۔ اس حیران کن دریافت سے وقت میں ماضی کا سفر خیال نہیں رہا بلکہ ایک علمی حقیقت بن گیا ہے جس کے ماننے والے اور اسے ثابت کرنے والے دونوں موجود ہیں۔

چھوٹا ذرہ ہے جس میں توانائی موجود ہوتی ہے اسے انرجی پیکٹ یا نوریہ بھی کہا جاتا ہے۔ سائنسدانوں کی اس ٹیم نے فوٹان کی ایٹمی ساخت کا کامیابی سے مطالعہ کیا اور اس ساخت کے بارے میں تمام معلومات ایک میٹر کی دوری تک تار کے ذریعے روانہ کیں۔ اس مقام پر فوٹان کی ایک نقل پیدا ہوئی۔ مگر اصل فوٹان اب باقی نہیں رہا تھا بلکہ اس کی جگہ پر اس کی ہو بہو نقل نے لے لی تھی۔

کیا انسان کو ٹیلی پورٹ کیا جا سکتا ہے....؟

کوانٹم طبیعیات سائنس کی وہ شاخ ہے جس کے قوانین و نظریات کائنات کی جوہری ذرات جیسے بہت چھوٹی اور باریک ترین دنیا کے اسرار و رموز کو جاننے کی کوششوں میں سرگرداں ہیں۔ کوانٹم فزکس کے قوانین ان اسرار و رموز کی وضاحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، سائنسدانوں نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ انسانوں کو کائنات کے ایک گوشے سے کسی بھی دوسرے گوشے میں روشنی کی رفتار سے منتقل کیا

http://www.booksiube.net

جاسکے گا۔ نیشنل انسٹیٹیوٹ آف اسٹینڈرڈ اینڈ ٹیکنالوجی کے سائنسدانوں نے دو الگ الگ آئنز کو ان کی کوانٹم خصوصیات کی بنیاد پر مائیکرو ویوز کے ذریعے آپس میں جوڑنے کا کامیاب تجربہ کیا۔ انہوں نے 30 مائیکرو میٹر دوری سے دو آئنز کا ملاپ کرا کر معلومات کے تبادلے کے لئے بنائی جانے والی تیز ترین ڈیوائس کی راہیں ہموار کیں۔ لیزر بیم کی مدد سے اس سائنسی اپروچ سے نئے کوانٹم کمپیوٹر بنانے میں مدد لی گئی۔

کوانٹم کمپیوٹر ایک ایسی کمپیوٹنگ ڈیوائس ہے جو براہ راست کوانٹم میکانکس کے مظاہر جیسے سپر پوزیشن اور اینٹنگلمنٹ Entanglemnt وغیرہ کا استعمال کرتے ہوئے ڈیٹا پر مختلف آپریشن کر سکتی ہے۔ ایک عام کمپیوٹر اور کوانٹم کمپیوٹر میں ڈیٹا کو الیکٹرانز کی کوانٹم پراپرٹیز جسے گھماؤ اسپن Spin وغیرہ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ کوانٹم بٹ Qantum bit سے مراد ایٹم کا وہ چھوٹے سے چھوٹا ذرہ ہے جسے منتقل کیا جاتا ہے۔

سپر پوزیشن:

سپر پوزیشن Super position سے کیا مراد ہے....؟

جیسا کہ محققین یہ ثابت کر چکے ہیں کہ فوٹان کو ٹیلی پورٹ کرنا ممکن ہے اور اب اٹلی اور آسٹریلیا کے ماہرین کی تحقیقات کا رخ الیکٹران کو ٹیلیپورٹ کرنے میں ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ تجربات ڈیزائن کرنے میں مصروف ہیں۔ الیکٹران کسی بھی ایٹم کا منفی چارج والا ذرہ ہے۔ جو ایٹم کے نیوکلس کے گرد مدار میں چکر لگاتا ہے۔ اور یہی ذرہ ہر اس چیز کا

ذمہ دار ہے جو ہمیں نظر آتی ہے۔ یعنی الیکٹران ایٹموں کو آپس میں ملا کر مالیکیولز یا سالمے بناتے ہیں۔ الیکٹران کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ گھومتے ہیں اور ان کی سمت کا تعین مقناطیسی میدان سے ہوتا ہے۔ ان کی یہ حرکت کلاک وائز اور اینٹی کلاک وائز ہوتی ہے۔ طبعیات دان اس گھماؤ کو اوپر نیچے حرکت کا نام دیتے ہیں۔ یہ الیکٹران جو آپس میں گڈمڈ یا الجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ گھومنے کے دوران اگر ایک کا رخ کلاک وائز ہوگا تو دوسرے کا اینٹی کلاک وائیز۔ یعنی اگر ایک کی حرکت اوپر کی جانب ہوگی تو دوسرے کی حرکت نیچے کی جانب ہوگی۔ کوانٹم نظریہ کے مطابق الیکٹران کے گھماؤ کے دوران میں ایک ایسی حالت بھی آتی ہے جب دونوں الیکٹران کا رخ ایک سمت میں ہوتا ہے یا تو اوپر کی جانب یا نیچے کی جانب یعنی بیک وقت ایک ہی سمت میں گھومتے ہیں اسے الیکٹرانوں کی سپر پوزیشن

یاحالتیں کہتے ہیں۔

چارلس بینیٹ کے مطابق اگر کسی ذرہ میں یہ صلاحیت ہو اور وہ اپنی سپر پوزیشن حالت میں رہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ ذرہ حقیقی ٹیلی پورٹر بنایا جاسکتا ہے۔

الجھاؤ یا اینٹینگلمنٹ:

دو اجسام کے درمیان بغیر کسی واسطے، بغیر کوئی وقت صرف کئے، کسی بھی فاصلے پر، کسی بھی تبدیلی کا رونما ہونا کوانٹم فزکس کی زبان میں الجھاؤ یا اینٹینگلمنٹ Entanglement کہلاتا ہے۔ کوانٹم فزکس اس کی وضاحت اس طرح کرتی ہے کہ دو اجسام ایک دوسرے سے پراسرار طور پر مربوط ہوتے ہیں۔ جو کچھ بھی ایک کے ساتھ ہوتا ہے وہ فوری طور اسی وقت پر دوسرے میں بھی تبدیلی یا تغیر کا موجب بنتا ہے۔ چاہے وہ دو ملی میٹر دور ہو یا کائنات کے دوسرے سرے پر موجود ہو۔ اس مشاہدے کو الجھاؤ کا نام دیا جاتا ہے۔

ٹیلی پورٹیشن مرحلہ وار

آپ اس عمل کو فیکس مشین کی مثال سے سمجھ سکتے ہیں جس طرح فیکس مشین کے ذریعے پیغام ایک جگہ سے دوسری جگہ کاپی یا نقل ہو جاتا ہے اور اسے کاغذ پر پرنٹ کر لیا جاتا ہے۔ جبکہ کاغذ پر ملنے والا پرنٹ اس اصل کی شبیہ ہوتی ہے۔ مگر اس صورت میں بھی اس کی اصل برقرار رہتی ہے۔

ٹیلی پورٹیشن ڈیوائیس فیکس مشین کی طرح کام کرتی ہے ماسوائے اس کے کہ یہ سہ رخی کام کرتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ ٹیلیپورٹیشن میں کسی زندہ شئے یا انسانی جسم کی منتقلی میں اس کی اصل کو برقرار رکھنا فی الحال ممکن نہیں۔ ٹیلی پورٹیشن کے عمل میں ہمیں تین ذرات کی ضرورت پڑتی ہے۔

جسم اے: وہ جسم جسے منتقل کیا جاتا

جسم بی: یہ وہ ذرہ ہے جو جسم اے اور جسم سی کے درمیان رابطے کا باعث بنتا ہے۔ یعنی اے سے سی کے درمیان معلومات جسم بی کے ذریعے پہنچائی جاتی ہیں۔

جسم سی: جسم اے کی ہوبہو نقل جو وصولیاتی مقام پر ظاہر ہوتی ہے۔

مرحلے وار ترتیب

1. اب پہلے مرحلے میں جسم بی کو جسم سی سے جوڑدیا جاتا ہے اور ان کے درمیان ربط پیدا کیا جائے گا۔
2. اس کے بعد جسم سی کو وصولیابی اسٹیشن اور جسم بی کو نشریاتی اسٹیشن کی طرف لے جایا جائے گا۔
3. نشریاتی اسٹیشن پر جسم اے جسے منتقل کرنا ہے کو جسم بی کے ساتھ اسکین کیا جائے گا۔
4. اسکین شدہ معلومات وصولیاتی اسٹیشن کو مہیا کر دی جائیں گیں۔
5. جہاں مختلف طریقوں کو اختیار کر کے جسم سی کو جسم اے کی ہوبہو نقل بنادیا جائے گا۔

تو جناب یہ ہے وہ طریقہ جس کے ذریعے ایک سالم مادی شئے کو دوردراز علاقے یا اگلے ہی کمرے میں بغیر حرکت کے منتقل کیا جاسکے گا۔ مگر اس کے لئے ابھی کافی وقت درکار ہے تاہم سائنسدانوں نے دعویٰ کیا ہے کہ اگلے دس سالوں میں وہ ایک وائرس کو منتقل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گیں۔ اور اس کے بعد ہی انسانوں کی باری آئے گی۔ یقیناً جب جینیاتی مادے کے ایک چھوٹے سے پیکٹ کو منتقل کرنا ممکن ہو جائے گا تو پھر انسانی جسم کے بلیو پرنٹ لئے ہوئے

جینوم کیونکر باآسانی منتقل نہیں کئے جاسکیں گیں۔

ذرا سوچئے آج کی اکیسویں صدی میں بھی جب ہم ذرا سی مسافت طے کرنے کے لئے بسوں کے انتظار میں سڑکوں پر خوار ہوتے ہیں دھکے کھاتے ہیں ۔ یا پھر رکشہ والوں کے منہ مانگے کرائے مہینے سے پہلے خالی کردیتے ہیں افسوس کہ آج کے اس اکیسویں صدی میں ہم رکشہ ٹیکسی اور ٹریفک کے ہجوم میں پھنسے ہوئے کسی معجزے کے رونما ہونے کا انتظار کرتے ہیں ۔ ان لمحات میں مغربی سائنسدان اور تحقیقات اب آمدورفت کے لئے ان ذرائع کا استعمال سرے سے ہی ترک کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اب وہ وقت شاید دور نہیں کہ جب جدید مغربی عجائب خانوں میں لوگ ٹیکسی تو کیا بلکہ گاڑیوں، جہازوں اور شاید خلائی جہازوں کی جگہ عجائب خانوں میں ہو۔ اور لوگ جوق در جوق ان کو دیکھنے جائیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی تعلیمات ان کرامات سے بھری پڑی ہیں ۔ وہ ہمیں بار بار سمجھاتے بتاتے اور وضاحتیں دیتے ہیں کہ کس طرح انسان جو زمین پر اللہ تعالی کا خلیفہ بنا کر بھیجا گیا ہے اور جس کے لئے ربِ کائنات نے تمام کائنات کو مسخر کردیا۔ اللہ تعالی کے ودیعت کردہ اسمائے الٰہیہ کے علم کو حاصل کر کے خود کو اس قابل بنا سکتا ہے کہ وہ میلوں کا اور چاہے تو برسوں کا سفر لمحات میں طے کرلے۔

المیہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن پاک، اسوۂ رسول اللہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات میں غور و فکر کی طرف توجہ نہیں دی ہے۔

❖

SHAIKH &
COMPANY
Accounts, Corporate &
Tax Consultant
**We Provide
following Services**
s Filling of Income Tax, Sales Tax & wealth Tax Returns Electronically.
s Registration with FBR for NTN.
s Registration for Sales Tax.
s Registration with Chamber of Commerce & Industry Karachi (KCCI).
s New Company Registration.
s Compliance for any Tax Matter.
s Accounting & Financial Service provide to the Companies, NGO's and NPO's
Please Contact:
**Mr. Mahmood Shaikh
Consultant:
0300-2359009
0336-2378690
Fax No: 021-36614748
Email:
sheikh.n.company@gmail.com**
Office: I-K/2 1st floor,
Room # 3
Ansari Mansion
Nazimabad No. 1
Karachi 74600

قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا:

جب انسان بحیثیت غیر جانبدار تجسس کرتا ہے تو اس پر حقائق منکشف ہو جاتے ہیں۔ تجسس کی یہ صلاحیت ہر فرد کو ودیعت کی گئی ہے تاکہ دنیا کا کوئی طبقہ معاملات کی تفہیم اور صحیح فیصلوں سے محروم نہ رہ جائے۔

مراقبہ ہال سیالکوٹ

نگراں: عابد محمود

الحرمین اسٹریٹ، عقب لیدر فیکٹری، ماڈل ٹاؤن
سیالکوٹ، پوسٹ کوڈ: 51310
فون: 0300-8613846

قلندر بابا اولیاءؒ

نے فرمایا:

بحث برائے بحث کرنے والے بندے کا
مقصد عموماً یہ ہوتا ہے کہ دوسرے فرد کو نیچا
دکھایا جائے وہ آپ سے بحث اس لیے نہیں
کرتا کہ وہ کچھ سمجھنا چاہتا ہے بلکہ اس کا مقصد
یہ ہوتا ہے کہ وہ خود کو برتر ثابت کردے۔

مراقبہ ہال وہاڑی

نگران: شوکت علی

چک نمبر WB/47 روڈ، عقب عید گاہ،
وہاڑی ۔ پوسٹ کوڈ 61100
فون: 0314-6451458

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ حسنت جمیع خصالہ صلو علیہ
آمد سحری ندا از میخانہ ما کہ ای رندِ خراباتی و دیوانہ ما برخ
سرمد غمِ عشق بوالہوس را نہ دہند سوزِ دلِ پروانہ مگس را
جلالِ عشق و مستی بے نوازی جلالِ عشق و مستی بے نیازی کمالِ عشق
اک لفظ تھا، اِک لفظ سے افسانہ ہوا اِک شہر تھا، اِک شہر سے ویرا

رباعیات کے اسرار و رموز

ابن وصی

ہر زبان کا اپنا آہنگ اور لہجہ ہوتا ہے۔ اگر زبان وبیان میں نظم، چاشنی، جمالیاتی حسن اور احساساتی رفعتیں شامل ہوجائیں تو اس مجموعے کو سخن کے صیغے سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسے عام فہم زبان میں شاعری کہتے ہیں۔ کائنات میں اشیاء و حوادث کی لامحدود کثرت پائی جاتی ہے۔ تنوع اور گوناگونی کی کوئی انتہاء نہیں ہے لیکن اس کثرت میں ہر جگہ وحدت بھی جلوہ گر ہے۔ شاعری کا تعلق براہِ راست خیالات سے ہے۔

ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ ہر انسانی عمل خیالات کے تانے بانے پر مشتمل ہے۔ یہ خیالات ذہن پر وارد ہوتے ہیں اور ان کا مظاہرہ الفاظ کی صورت میں ہوتا ہے۔ ایک شاعر لاشعوری طور پر ان خیالات کو منظم کرکے سخن یا اشعار کی صورت میں ترتیب دے دیتا ہے۔ عمومی طور پر اسی طرز کے حامل شخص کو شاعر کہا جاتا ہے۔

لیکن جہاں صوفی شاعر کا تذکرہ آتا ہے تو برملا ذہن انسانی اس سوال کی جانب مائل ہوتا ہے کہ ایک عام شاعر اور صوفیانہ انداز سخن میں کیا فرق ہے؟

تصوف کی شاعری کوئی صنف نہیں جیسے دیگر اصنافِ سخن غزل، مثنوی، رباعی، مسدس، آزاد نظم اور نظم معرّا ہیں۔ البتہ ایسی شاعری جس میں صوفیانہ خیالات یا صوفیانہ افکار پائے جائیں، اس کو تصوف کی شاعری سے موسوم کیا جاتا ہے۔ خواہ اس کی صنف (غزل، مثنوی، رباعی، مسدس، آزاد نظم اور نظم معرّا وغیرہ) ان میں سے کوئی بھی ہو۔

صوفیانہ شاعری ایسی شاعری کو کہتے ہیں جس میں عشق مجازی کے بجائے حقیقی یا مذہبی جذبات کی عکاسی کی گئی ہو یا جس میں متصوفانہ خیالات کا اظہار کیا گیا ہو۔ شعر العجم میں شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ صوفیانہ شاعری کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ان الفاظ اور خیالات سے بالکل پاک ہوتی ہے جو..... متانت کے خلاف ہیں۔

صوفیانہ شاعری کی خاص بات اس میں پنہاں عشق حقیقی کے اسرار و رموز ہیں۔ جس میں صوفیاء نے اپنے تجربات اور عشق حقیقی میں درپیش رکاوٹوں اور مراحل و مدارج بیان کئے ہیں۔ صوفی شاعری کا یہ کام مختلف زبانوں میں ہوا ہے اور ہر زبان میں پیش کیا

اسکیچ: بشکریہ آصف جاوید، راولپنڈی

جانے والا صوفی کلام عوام میں بہت مقبول ہوا ہے۔

صوفیاء کرام نے شاعری کی کئی اصناف استعمال کی ہیں، حمد، نعت، منقبت، سلام، مناجات، غزل، نظم، مستزاد، گیت، بسنت، ہولی، مثنوی، قطعات، ابیات، دوہا اور رباعیات.... پاک و ہند میں مختلف صوفیاء کا کلام پنجابی، سندھی، اُردو، ہندی، بنگالی، فارسی، عربی و دیگر زبانوں میں موجود ہے۔ یہ کلام نثر اور شعر دونوں صورتوں میں موجود ہیں، صوفیانہ کلام کے حوالے سے سلطان باہو، وارث شاہ، میاں محمد بخش، بابا بلھے شاہ، مولانا رومی، شمس تبریز، امام غزالی، ابن عربی، شیخ فرید الدین عطار، عمر خیام، کے نام مشہور ہیں۔

یوں تو صوفیانہ شاعری نے ہر صنف میں خوب اظہار کیا ہے.... ان اصنافِ سخن میں رباعی ایک خاصے کی چیز ہے، چار مصرعوں میں جامع سے جامع مضمون کو خوبصورتی سے مکمل کر دینا دریا کو کوزے میں بند کر دینے کے مترادف ہے۔

رباعی عربی لفظ رُبَع سے ہے جس کے لغوی معنی چار کے ہیں۔ شاعرانہ مضمون میں رباعی اس صنف کا نام ہے جس میں چار مصرعوں میں ایک مکمل مضمون ادا کیا جاتا ہے۔ رباعی کے مختلف نام ہیں۔ اردو میں رباعی کو ترانہ، دوبیتی، چہار مصرعی، جفتی بھی لکھا گیا ہے۔ انگریزی زبان میں اس طرح کی شاعری کو quatrain اور stanza کہا جاتا ہے۔ چین والے اسے پیپی چُن لیان Pīpèi chūnlián یعنی مساوی شعر (matching couplets) اور جیوجو jueju یعنی ٹوٹی ہوئی سطریں (Broken off Lines) کہتے ہیں۔ تبت میں رباعیات کی طرح کی ایک صنف سخن "کونگ آن" Kōan کے نام سے موجود ہے۔

وسط ایشیائی اور ترک زبانوں میں اسے کوشما koshma کہا جاتا ہے جس کا مطلب ہے "وہ جو ذہن میں رواں ہو۔" ایک گریزاں خیال ہے جسے آپ گرفت میں لے آتے ہیں، ایسا خیال جسے چھوڑ دینا چاہیے لیکن آپ اسے قابو میں لے آتے ہیں۔ پھر آپ شعر کہتے ہیں اور آخری مصرعہ کا اضافہ یوں کرتے ہیں کہ وہ معانی کو پلٹ دیتا ہے، ایک ایسی بات سے جس کا مفہوم کچھ نہ ہو۔

رباعی کا کوئی مخصوص موضوع نہیں ہوتا، لیکن شعراء کرام کی روایت رہی ہے کہ رباعی میں زیادہ تر پند و نصائح، تصوف، حمد، نعت، منقبت، فلسفہ، اخلاقیات اور دنیا کی بے ثباتی وغیرہ کے موضوع بیان کرتے ہیں۔ عشقیہ رباعیاں خال خال ہی ملتی ہیں۔

سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ "فارسی کے اصناف سخن میں رباعی چار مصرعوں کی مختصر نظم ہوتی ہے مگر اس کوزہ میں سمندر بند ہو جاتا ہے۔ بڑے سے فلسفیانہ خیال، دقیق سے دقیق اخلاقی نکتہ اور پیچیدہ سے پیچیدہ صوفیانہ مسئلہ جو صفحوں اور دفتروں میں سماتا اُن دو سطروں میں پورا کا پورا ادا ہو جاتا ہے"۔ (خیام، سید سلیمان ندوی)

رباعی خالصتاً فارسی شعراء کی ایجاد ہے، رباعی کا اولین شاعر رودکی کو مانا جاتا ہے، رودکی کے علاوہ بابا طاہر عریاں، سرمد شہید، ابو سعید ابوالخیر، فرید الدین عطار، حافظ شیرازی اور شیخ سعدی، یونس امرے اور عمر خیام وغیرہ مشہور رباعی گو ہیں۔

فارسی ادب میں متعدد خالص رباعی گو موجود ہیں اور ہر ایک اپنے لب ولہجہ، موضوعات اور

منفرد اسلوب کی بناء پر الگ پہچان رکھتا ہے۔ رباعی کو زیادہ تر صوفیاء کرام نے اپنا ذریعۂ اظہار بنایا ہے۔

ابوسعید ابوالخیر تصوف و حکمت کے مضامین بیان کرنے میں اور خیام دلکشی اور رنگین بیانی کی وجہ سے، مد سرمستی و سرشاری اور سحابی استر آبادی خود پرستی اور نرگسی تصور کی وجہ سے اپنا جواب نہیں رکھتے ہیں ان شعراء کی شہرت اور مقبولیت کا دارومدار تمام تر صنفِ رباعی پر ہے کیونکہ ان شعراء نے اپنے تخلیقی تجربوں کے اظہار کے لئے خالصتاً اسی صنفِ سخن کو استعمال میں لایا ہے۔ لیکن فارسی شاعری میں جس شاعر کا نام رباعی گو کی حیثیت سے امر ہو گیا ہے وہ عمر خیام ہیں، غالباً دنیا کے کسی اور شاعر کا اتنی زبانوں میں ترجمہ نہیں کیا گیا جتنا عمر خیام کا۔

خیام فرماتے ہیں

آمد سحری ندا از میخانۂ ما
کہ ای رندِ خراباتی و دیوانۂ ما
برخیز کہ پر کنیم پیمانہ زمی
زاں پیش کہ پر کنند پیمانۂ ما

ترجمہ:(مجھ کو میخانے سے وقت صبح یہ ندا آئی اے مرے رند خراباتی دیوانے.... ذرا آنکھیں کھول کہ ہم اپنے بادہ گل گوں سے پیمانوں کو بھر لیں، ورنہ کچھ دم میں عمر کا ساغر چھلک جائے گا)

گرمی نہ خوری طعنہ مزن مستان را
بنیاد مکن تو حیلہ و دستان را
تو غرہ بداں مشو کہ من می نخورم
صد لقمہ خوری کہ می غلام است آن را

ترجمہ:(خدا کے لیے مجھ پہ طعنہ زن نہ ہو کہ مست ہوں.... حیلہ بازی اور مکاری کو شیوہ مت بنا.... تجھ میں جو عیب ہیں.... وہ مے نوشی سے بھی بڑھ کر ہیں.... اے خشک زاہد تو اگر مے نہیں پیتا تو کیا ہوا)

فارسی رباعیاتِ تصوف میں دوسرا بڑا مقام حضرت سرمد شہید کا ہے، آپ فرماتے ہیں۔

سرمد غم عشق بوالہوس را نہ دہند
سوزِ دلِ پروانہ مگس را نہ دہند
عمرے باید کہ یار آید بہ کنار
ایں دولتِ سرمد ہمہ کس را نہ دہند

ترجمہ:(اے سرمد، غم عشق کسی بوالہوس کو نہیں دیا جاتا۔ پروانے کے دل کا سوز کسی شہد کی مکھی کو نہیں دیا جاتا۔ عمریں گزر جاتی ہیں اور پھر کہیں جا کر یار کا وصال نصیب ہوتا ہے، یہ سرمدی اور دائمی دولت ہر کسی کو نہیں دی جاتی۔)

سرمد نے ایک خوبصورت نعت بھی کہی ہے۔

اے از رُخِ تو شکستہ خاطر گُلِ سُرخ
باطن ہمہ خونِ دل و ظاہر گُلِ سرخ
زاں دیر بر آمدی زیُوسُف کہ بباغ
اوّل گُلِ زرد آمد و آخرِ گُلِ سُرخ

ترجمہ: (اے کہ آپ (ﷺ) کے رخ (کے جمال) سے گُلِ سرخ شکستہ خاطر ہے.... اُس کا باطن تو سب دل کا خون ہے اور ظاہر گُل سرخ ہے.... آپ ﷺ یوسف کے بعد اس لیے تشریف لائے.... کہ باغ میں، پہلے زرد پھول کھلتا ہے اور سرخ پھول بعد میں۔)

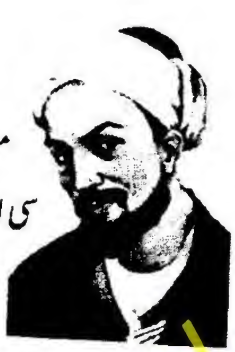

گلستان اور بوستان کے مصنف شیخ سعدی نے بہت سی اخلاقی اور نعتیہ رباعیات کہی ہیں ان کی دو نعتیہ رباعی بہت مشہور ہوئیں۔

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلو علیہ و آلہ

آپ کی یہ رباعی عربی اور دوسری فارسی میں ہے

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثنا کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

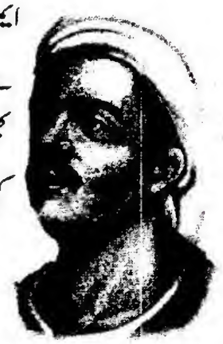

رباعیات میں ترکی زبان کے مشہور شاعر یونس ایمرے کو بھی دنیا میں پسند کیا جاتا ہے۔ ترکی میں انہیں رومی سے بھی بڑا عوامی شاعر مانا جاتا ہے، کیونکہ آپ نے مقامی زبان میں شاعری کی اور رومی نے صرف فارسی میں۔ آپ لکھتے ہیں

Hak cihana doludur
Kimseler Hakk'ı bilmez
Onu sen senden iste
O senden ayr olmaz

ترجمہ: (خدا پوری دنیا پر محیط ہے، پھر بھی اس کی حقیقت سے کوئی واقف نہیں، بہتر ہو گا کہ تم اپنے آپ میں اسے تلاش کرو تم اور وہ الگ نہیں بلکہ ایک ہو....)

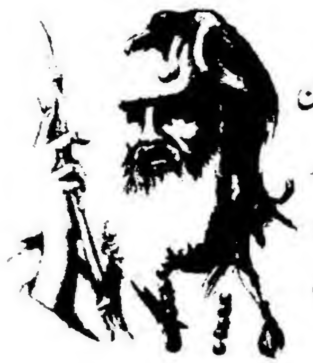

بابا طاھر عریاں ایران کے ایک عظیم شاعر گزرے ہیں انہوں نے خیام کی طرز کی رباعیات کہی ہیں، مثال کے طور پر

در دیست اجل کہ نیست درمان اورا
بر شاہ و وزیر ھست فرمان او را
شاھی کہ بحکم دوش کرمان می خورد
امروز ھمین خورند کرمان او را

ترجمہ: (موت ایک ایسا درد ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے، وہ بادشاہ اور وزیروں پر بھی فرمانروائی کرتی ہے.... وہ بادشاہ جو کل اپنے حکم کے ذریعے کرمان کھا جاتا تھا.... آج اسے کیڑے کھا رہے ہیں)

بعالم ہمچو مو پروانہ نہ
جہانرا ہمچو مو دیوانہ نہ
ہمہ ماروں و موروں لانہ دیرن
من بیچارہ را ویرانہ نہ

ترجمہ: (دنیا میں مجھ جیسا پروانہ نہیں ہے۔ عالم میں مجھ جیسا دیوانہ نہیں ہے ۔ سب سانپ اور چیونٹیاں ٹھکانہ رکھتی ہیں مگر مجھ بیچارے کے پاس ویرانہ بھی نہیں ہے۔)

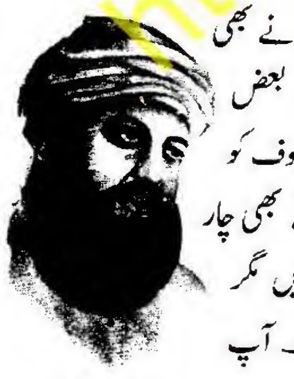

فارسی میں مرزا غالب نے بھی کئی رباعیات کہی ہیں اور بعض رباعیات میں فلسفہ ، اور تصوف کو سمو دیا ہے۔ سلطان باہو نے بھی چار مصروں کے اشعار کہے ہیں مگر انہیں ابیات کہا جاتا ہے ۔ آپ

فرماتے ہیں:

باجھ حضوری نہیں منظوری توڑے پڑھن صلاتاں ہُو
روزے نفل نماز گزارن جاگن ساریاں راتاں ہُو
باجھوں قلب حُضور نہ ہووے کڈھن سئے زکاتاں ہُو
باجھ فنا رب حاصل باہُو نہ تاثیر جماتاں ہُو

ترجمہ:(اگر حضوری قلب نہیں تو کتنی نمازیں پڑھ لیں قبولیت نہیں پائیں گی، جتنے روزے نفل نمازیں شب بیداری کرلیں، بے فائدہ ہیں اگر آپ کا من صاف نہیں، کتنی ہی زکوٰۃ دے دیں اگر اپنے اندر عاجزی نہیں تو فضول ہے، جب تک اپنی انا کو فنا نہیں کروگے، جماعتیں کچھ فائدہ نہیں دیں گی)

اسی طرح بابا بلھے شاہ کی کئی کافیوں میں رباعیات کا سا انداز ملتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں

پڑھ پڑھ کتاباں علم دیاں توں نام رکھ لیا قاضی
ہتھ وچ پھڑ کے تلوار نام رکھ لیا غازی
مکے مدینے گھوم آیا تے نام رکھ لیا حاجی
او بھلیا حاصل کی کیتا؟ جے توں رب نا کیتا راضی

فارسی کے بعد اردو میں بھی رباعی کہی گئیں۔ مشہور اردو رباعی گو شعرا میں میر تقی میر، سودا، میر درد، میر انیس، ذوق، مومن، حالی، اکبر الہ آبادی وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن جس شاعر نے صحیح معنوں میں اردو رباعی کو فلسفۂ اخلاق اور تصوف کے ضمن میں استعمال کیا وہ علامہ اقبال ہیں۔

غالب کی طرح علامہ نے بھی اردو اور فارسی میں رباعیاں کہی ہیں اور کیا کمال کہی ہیں۔

جمالِ عشق و مستی نے نوازی
جلالِ عشق و مستی بے نیازی
کمالِ عشق و مستی ظرفِ حیدر
زوالِ عشق و مستی حرفِ رازی

آپ مزید فرماتے ہیں۔

کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق
کبھی سوز و سرور و انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر
کبھی مولا علی خیبر شکن عشق

اردو زبان میں تصوف کے موضوع پر اور بھی رباعی گو گزرے جیسے ولی دکنی نے اردو رباعی میں وحدت الوجود کی باتیں کی ہیں....

دل جام حقیقت سی جو مستِ ہوا
ہر مست مجازی سوں زبردست ہوا
یہ باغ دسا نظر میں تنکے سوں کم
اور عرش عظیم پگ تلے پست ہوا

سلسلۂ عظیمیہ کے امام حضرت قلندر بابا اولیاءؒ اردو کی صوفیانہ شاعری میں وہ صاحبِ حکمت، ضبط و نظم کے اصولوں سے واقف اور فنّی محاسن کے حامل شاعر ہیں جنہوں نے اردو کے اندازہائے سخن میں حقیقتِ وحدانی اور کائنات میں موجود کثرت کو تطابق عطا کیا اور ادائے سخن کے لیے شاعری کی مشکل ترین صنف "رباعی" کا انتخاب کیا۔

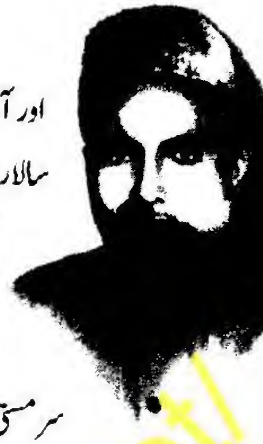

قلندر بابا اولیاءؒ صوفی شاعر اور آپؒ تصوف کے قافلہ کے سالار ہیں۔ آپؒ کے کلام میں حسن و نظم کی دلکشی اور رباعی کے انداز میں حسن و شباب، عشق و سرمستی، استدلال، سلاست، روانی، جامعیت اور شاعرانہ نظم و ضبط نے انہیں معاصرین میں ممتاز کیا ہے۔

میں کیا ہوں یہ عقدہ تو کھلے گا آخر
پردہ جو پڑا ہے وہ اُٹھے گا آخر
ذرّے کو مرے کوئی تو صورت دیں گے
ساغر نہ بنا خم، تو بنے گا آخر

اس رباعی میں قلندر بابا اولیاءؒ نے حیات کے اسرار اور تحیر کو نہایت حقیقت کشا انداز میں بیان فرمایا ہے۔ انسان مٹی کا پتلا ہے اور مٹی کے اجزا اور اس کی تاثیرات اب چشم عالم پر واہو ہو چکی ہیں۔ انسان جب اس زمین پر پیدا ہوا تو یہ دنیا اُس کے لیے ایک عالم حیرت کے سوا اور کچھ نہیں تھی ہر سمت گھمبیر اندھیرا تھا۔ انسان یکسر لاعلم تھا کہ وہ کون ہے اور کیا ہے۔ پھر خالق نے اس عقدے کو کھولنا شروع کر دیا اور اُس کے سامنے پڑے ہوئے پردے اُٹھنا شروع ہو گئے۔

یہ بات مگر بھول گیا ہے ساغر
انسان کی مٹی سے بنا ہے ساغر
سو بار بنا ہے بن کے ٹوٹا ہے
کتنی ہی شکستوں کی صدا ہے ساغر

اس رباعی میں قلندر بابا اولیاءؒ شعور کی ایسی گرہ کھول رہے ہیں، جس پر انسانی صدیوں تک متجسس رہا ہے۔ پھر اسی طرزِ تجسس نے اسے تحقیق پر اکسایا اور تحقیق کے نتائج ہی نے اسے ترقی کے راستے پر قدم بڑھانے کا شعور دیا۔

نہروں کو مئے ناب کی ویراں چھوڑا
پھولوں میں پرندوں کو غزل خواں چھوڑا
اُفتاد طبیعت تھی عجب آدم کی
کچھ بس نہ چلا تو باغ رضواں چھوڑا

انسانی مزاج و طبع کو بیان کرنے کے لیے شاید اس سے بہتر اور موزوں مثال ممکن نہیں۔ قلندر باباؒ نے آدمی کے جنت تک کو خیر باد کہہ دینے کی مثال دے کر انسانی طبع کی غمازی کی ہے۔

در حقیقت جس اُفتادِ طبع کا ذکر بابا فرما رہے ہیں اس کے پس منظر میں دو چیزیں ہیں۔ ایک خواہش اور دوسری اس کے تعمیری اجزاء....

خواہش انسان کے مادی وجود میں پیدا کردہ وہ عنصر ہے جو اس کے روحانی وجود میں تحریک کا باعث بنتی ہے۔ چھوٹی خواہش کے پورا ہو جانے پر مزید بڑی خواہش پیدا ہو جاتی ہے اور انسان اسے پورا کرنے کی کوشش شروع کر دیتا ہے۔ پھر تو ایک خواہش سے ہزاروں خواہشیں جنم لیتی چلی جاتی ہیں اور آدمی خواہشوں کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے اپنی رباعیات میں اپنے نور بصیرت اور قوتِ ادراک و شعور سے انہی سربستہ رازوں سے پردہ اٹھانے کی بھرپور سعی کاملہ کی ہے بلاشبہ قلندر بابا اولیاءؒ ایک قادرالکلام شاعر ہی نہیں تشکیل کائنات کے رازوں سے واقف بھی ہیں۔

❖

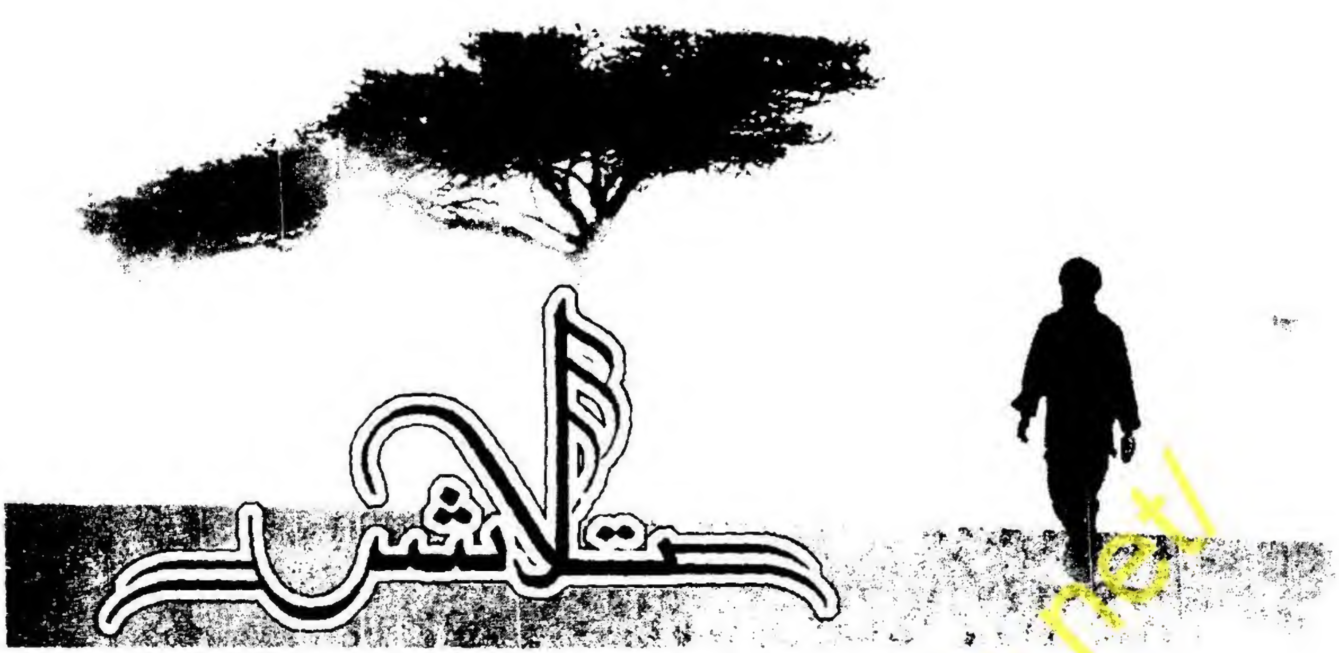

تلاش

واصف علی واصف

ہر انسان کسی نہ کسی شئے کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ کوئی کچھ چاہتا ہے، کوئی کچھ ڈھونڈ رہا ہے۔ انسانوں کے ہجوم میں آرزوؤں کا بھی ہجوم ہے۔ دشمن، دشمن کی تلاش میں ہے اور دوست، دوست کی تلاش میں۔

کائنات کی تمام اشیاء کا ہمہ وقت مصروفِ سفر رہنا کسی انوکھی تلاش کا اظہار ہے۔ آزو کا انجام شکستِ آرزو ہو، تو بھی یہ ہستی کی دلیل ہے۔ سورج تاریکی کے شکار کو نکلا ہے اور تاریکی سورج کے تعاقب میں ہے۔ دریا کو سمندر کی لگن ہے اور سمندر کو دریا بننے کی خواہش مضطرب کر رہی ہے۔ ہر چیز اپنے اپنے مدار میں اپنی خواہش اور تلاش کے حصار میں ہے۔

تلاش متحرک رکھتی ہے اور حرکت رازِ ہستی ہے۔ تلاش ہی انسان کی جبلت ہے۔ یہ اس کا اصل ہے۔ یہ اس کا خمیر ہے۔ یہ اس کی سرشت ہے۔ جسے اور کوئی تلاش نہ ہو، وہ اپنی تلاش کرتا ہے۔ وہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ کون ہے؟ وہ کہاں سے آیا ہے؟ وہ کب سے ہے؟ اور وہ کب تک رہے گا؟ وہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ وہ کون سا جذبہ ہے جو اسے محرومیوں اور ناکامیوں کے باوجود زندہ رہنے پر مجبور کرتا ہے؟

انسان اس بات سے آگاہ ہونا چاہتا ہے کہ یہ کائنات اور نظامِ کائنات کس نے تخلیق فرمایا؟ تخلیق حُسن میں کیا حُسنِ تخلیق ہے؟ یہ سب جلوے کس کے ہیں؟ کون ہے اس پردہ رعنائی کے اندر؟ اور کون ہے اس پردے سے باہر؟ اور یہ پردہ کیا ہے؟

تلاش کا سفر اتنا ہی قدیم ہے، جتنا ہستی کا سفر۔ ہر پیدا ہونے والے کے ساتھ اس کی تلاش بھی پیدا ہوتی ہے۔ انسان آگاہ ہو یا بے خبر، وہ ہمیشہ رہینِ آرزو رہتا ہے۔ زندگی کی آرزو دراصل کسی کی جستجو ہے۔

انسان کی تلاش ہی اس کا اصل نصیب ہے۔ یہی اس کے عمل کی اساس ہے۔ یہی تلاش اس کے باطن کا اظہار ہے۔ یہی اس کے ایمان کی روشنی ہے.... دراصل ہم جس شے کی تلاش کرتے ہیں 'اُسی نے تو ہمیں اپنی تلاش عطا کی ہے۔ منزل ہی تو ذوقِ سفر پیدا کرتی ہے اور ذوقِ منزل 'رہنمائے سفر ہوتا ہے.... جو حاصلِ آرزو ہے 'وہی خالقِ آرزو ہے۔

انسان کو ہمہ وقت ایسے احساس ہوتا ہے جیسے وہ کچھ کھو چکا ہے۔ وہ کچھ بھول گیا ہے۔ اُسے چھوڑی ہوئی منزل متلاشی بناتی ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے پاس کوئی قدیم راز تھا جو گم ہو گیا۔ اس کا بے ربط ماضی، اسے کسی درخشندہ مستقبل سے محروم کر گیا۔ شاید وہ دنیا کے عوض آخرت کا سودا کر بیٹھا۔ انسان غور کرتا ہے اور جوں جوں غور کرتا ہے، ایک شدید پیاس کی طرح ایک نامعلوم تلاش اسے جکڑ لیتی ہے۔ اس تلاش سے مفر نہیں۔

جس انسان کو تلاش کے نقطہ ہائے دقیق سے آشنائی نہ ہو، وہ دوسرے انسانوں کے چہرے ہی دیکھتا چلا جاتا ہے، جیسے ان چہروں میں اسے کسی خاص چہرے کی تلاش ہو اور وہ چہرہ شاید اس نے دیکھا ہوا بھی نہ ہو، لیکن اسے پہچان لینے کا دعویٰ اس کے پاس موجود ہو۔ اَن دیکھے چہرے کو ڈھونڈنا اور اسے پہچاننا انسان کی تلاش کا کرشمہ ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے انسان اس چہرے کو پہلی بار دیکھنے سے پہلے بھی دیکھ چکا ہو۔

انسان کی تلاش ہی اس کا اصل نصیب ہے۔ یہی اس کے عمل کی اساس ہے۔ یہی تلاش اس کے باطن کا اظہار ہے۔ یہی اس کے ایمان کی روشنی ہے۔ تلاش انسان کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ اسے یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے کوئی بچھو اسے اندر سے ڈس رہا ہے۔ وہ بھاگتا ہے، دوڑتا ہے، بے تاب و بیقرار، اُس تریاق کی تلاش میں جو اِس زہر کا علاج ہے۔ جب وہ شکل سامنے آتی ہے، اسے قرار آجاتا ہے۔ ہر چند کہ اُسے پہلی بار دیکھا ہے، وہ اُسے پہچان لیتا ہے۔

دراصل ہم جس شے کی تلاش کرتے ہیں، اُسی نے تو ہمیں اپنی تلاش عطا کی ہے۔ منزل ہی تو ذوقِ سفر پیدا کرتی ہے اور ذوقِ منزل، رہنمائے سفر ہوتا ہے۔ منزل اگر اپنے مسافر نہ پیدا کرے، تو ہر تلاش ایک واہمہ ہو کر رہ جائے۔ جو حاصلِ آرزو ہے، وہی خالقِ آرزو ہے۔

ضرورت کی تلاش اور شے ہے اور تلاش کی ضرورت اور شے۔ عرقِ گلاب یا گلقند کے لیے گلاب کو تلاش کرنے والا ضرورت مند کہلائے گا۔ اس کی ضرورت کچھ اور ہے۔ اُسے ہم تلاش کے باب میں قابلِ غور نہیں سمجھتے۔ خوشبو کا مسافر، بُوئے گُل کو منزلِ دل کا مقام سمجھتا ہے۔ وادی نور کے مسافروں کی رہنما نکہتِ گُل ہی تو ہے۔

کچھ انسان صداقت کی تلاش کرتے ہیں۔ یہ ساری کائنات ہی صداقت پر مبنی ہے، لیکن صداقت کا اپنا الگ وجود نہیں۔ صداقت، صادق کی بات کو کہتے ہیں۔ صادق کا قول صداقت ہے۔ اِس صداقت کی پہچان اپنی صداقت سے ہے۔ اپنی صداقت، اعتمادِ ذاتِ صادق ہے۔ کسی جھوٹے انسان نے کبھی کسی صادق کی تلاش نہیں کی۔ کاذب، صادق کا ہمسفر نہیں رہ سکتا۔ صادق ماننے کے بعد اس کی راہ کے علاوہ کوئی راہ، گمراہی ہے۔

تلاش کا یہ مقام بہت ارفع ہے کہ انسان صداقت کی تلاش کرے۔ صادق سے نسبت کا سہارا لے کر

تلاش جو انداز اختیار کرے، حاصلِ تلاش اُسی انداز میں سامنے آئے گا اور سب سے اچھا انداز تلاشِ تقربِ صادق ہے، اعتمادِ شخصیتِ صادق ہے۔ یہ تلاش عین ایمان ہے۔ سب سے سچے اور اکمل انسان نے حقیقت کے بارے میں جو فرمادیا، وہی حقیقت ہے۔ اسی کی اطاعت کرنا ہے۔ نئے اندازِ فکر کی بدعت میں مبتلا نہیں ہونا!

انسان اپنی ذات سے آشنا ہو جاتا ہے۔ یہ تلاش اپنے باطن کی تلاش ہے۔ اپنے آپ میں جتنی صداقت میسر آئے گی، اتنا ہی صادق سے تقرب بڑھے گا۔ جس انسان کو اپنے آپ میں صداقت نظر نہ آئے، وہ نسبتِ صادق سے محروم ہو جاتا ہے۔

انسان کی پہچان کا راز اس کی تلاش میں مضمر ہے۔ ہم جس شے کے انتظار میں ہیں، وہی ہماری عاقبت ہے۔ ہمیں اپنے انتظار کا کھوج لگانا چاہیے۔ سچ کے مسافر سچے ہوتے ہیں اور جھوٹ کے جھوٹے۔

اس دنیا میں وہ لوگ بھی ہیں، جو حقیقت کی تلاش کرتے ہیں۔ ان کا مدعا خالقِ حقیقی ہے۔ یہ تلاش نہ ختم ہونے والی تلاش ہے۔ اس سفر کا مدعا بھی سفر ہے۔ اس کی انتہا بھی سفر ہے۔ محدود کا لامحدود کے لیے سفر کسی بیان میں نہیں آسکتا۔ قطرے کو قلزم آشنا ہونے کے لیے کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، وہی جانتا ہے جس پر یہ مقامات اور مراحل گزرتے ہیں۔

خالق کی تلاش بعض اوقات دنیا سے فرار کی خواہش ہے۔ دنیا سے گھبرا کر، وحشت زدہ ہو کر، انسان خالق کا قرب تلاش کرتا ہے۔ کچھ لوگ دنیا کی نعمتوں کے حصول کے باوجود، اس کی محبت میں سرشار، خالق کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ حقیقت کی تلاش انہیں کسی انسان تک ہی پہنچاتی ہے اور وہ انسان انہیں راز آشنا کر دیتا ہے۔ اس کے بعد کا سفر، جلوؤں کا سفر ہے۔ نور کا سفر ہے۔ اسی کائنات میں نئی کائنات کا سفر ہے۔ قطرے کا سفر وصالِ قلزم کے بعد انا البحر کا بیان ہے اور یہ بیان، بیان میں نہیں آسکتا۔

انسان جب کسی تلاش میں نکلتا ہے تو اس کے پاس وہ ذریعہ ہوتا ہے، وہ آلہ ہوتا ہے، جس سے وہ اپنی تلاش کے مدعا کو پہچان سکے۔ اگر وہ آلہ آنکھ ہو تو حقیقت کسی چہرے، کسی منظر، کسی نظارے، کسی جلوے، کسی رعنائی، کسی رنگ کا نام ہے۔ حقیقت کا چہرہ بھی ہوتا ہے۔ جدھر آنکھ اُٹھا ، اُدھر ہی اس کا رنگ بھی ہوتا ہے۔ سب سے احسن رنگ حقیقت کا رنگ ہے۔

اگر حقیقت کی تلاش میں انسان سماعت لے کر نکلے تو حقیقت نغمے کی شکل میں آشکار ہو گی، آواز کی صورت میں جلوہ گر ہو گی۔ ایسا متلاشی دُور کی آواز سُنے گا۔ وہ خاموشی کی صدا سُنے گا۔ وہ سناٹوں سے پیغام لے گا۔ اُسے آہٹیں سنائی دیں گی۔ وہ تنہا ہو گا اور حقیقت اس سے ہم کلام ہو گی۔ اس سچّے متلاشی کی سماعت ہی ذریعہ وصالِ حق بن جائے گی۔ ایسے انسان کو افلاک سے نالوں کا جواب آتا ہے۔ اُسے آہ و فغانِ نیم شب کا پیام آتا ہے۔ وہ سکوت سے کلام کرتا ہے۔ آنے والے زمانے اس سے بات کرتے ہیں۔ اپنی سماعت، غیر حق پر بند کر دینے سے یہ راز کھل سکتا ہے۔

حقیقت کی تلاش میں انسان صرف چہرہ بن کر نکلے، تو حقیقت آنکھ بن کر سامنے آئے گی۔ وہ آنکھ، جو اس کے چہرے کی قیمت ہے۔ وہیں سے پہچان شروع ہو جائے گی۔ اُسے ہر چہرے میں اپنا ہی چہرہ نظر آنے لگے

صداقت کا سفر، حقیقت کا سفر ہے۔ **صادق کا تقرب، حق کا تقرب ہے۔** صادق کی محبت، حق کی محبت ہے۔ صادق کی رضا، صداقت کی سند ہے اور صداقت کی سند، حقیقت کا وصال ہے۔ آئینہ صداقت میں جمالِ حقیقت نظر آسکتا ہے۔ اسی کی تلاش، گوہر مقصد کی تلاش ہے اور یہی تلاش، حاصلِ ہستی ہے اور یہی حاصل، عین ایمان ہے۔

http://www.booksfree.net

انسان کی پہچان کا راز اس کی تلاش میں مضمر ہے۔ ہم جس شے کے انتظار میں ہیں، وہی ہماری عاقبت ہے۔ ہمیں اپنے انتظار کا کھوج لگانا چاہیے۔ سچ کے مسافر سچے ہوتے ہیں اور جھوٹ کے جھوٹے۔

گا۔ وحدت الوجود کا یہ مقام بیان میں نہیں آسکتا۔ یہ صرف مشاہدہ ہے، تلاش کرنے والوں کا حاصل۔

کچھ لوگ حقیقت کی تلاش میں نکلتے ہیں، سخاوت کے جذبے لے کر۔ وہ اپنا مال حقیقت پر نثار کرنے کے لیے ساتھ لیتے ہیں۔ حقیقت سائل کے زوپ میں ان سے واصل ہو گی۔ ضرورت مند، سائل، محتاج لیکن سخی کے ساتھ سخاوت کرنے والے انداز کے ساتھ۔ سخاوت وصالِ حق کا ذریعہ ہے۔ اگر انسان محتاج بن کر اس کی تلاش میں نکلے تو حقیقت سخی بن کر سامنے آئے گی۔ ہماری تلاش کے زوپ کے مقابل حقیقت نے زوپ اختیار کرنا ہے۔

جو لوگ تلاش کے مقدس سفر میں دل لے کر نکلتے ہیں، وہ حقیقت کو دلبری کے انداز میں پاتے ہیں۔ انہیں کائنات کا ہر ذرہ ایک تڑپتا ہوا دل محسوس ہوتا ہے۔ حقیقت کی ادائے دلبری ایسے متلاشی کو اپنا ذاکر بناتی ہے۔ وہ حقیقت کا ذکر کرتا ہے، حقیقت اس کا ذکر کرتی ہے۔ یہ عجیب سلسلے ہیں۔

دل والے متلاشی اس مقام تک پہنچ سکتے ہیں، جہاں ذکر، ذاکر اور مذکور باہم ہوں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں چند ساعتیں صدیوں پر محیط ہوتی ہیں۔

کچھ ذہین لوگ عقلِ سلیم کے ذریعے حقیقت کی تلاش کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔ یہ سفر بڑا محتاط ہوتا ہے۔ ایسے لوگ دنیا کے عبرت کدے میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں۔ وہ تحیر آشنا ہو کر حقیقت آشنا ہو جاتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ کوئی نتیجہ بے سبب نہیں ہوتا اور کوئی سبب بغیر نتیجے کے نہیں ہو سکتا۔ اتنی بڑی کائنات بغیر سبب کے نہیں اور اس سبب کا ایک پیدا کرنے والا ضرور ہے اور وہی مسبّب ہے۔ عقل والے سبب سے مسبّب کا سفر کرتے ہیں۔ وہ نعمتوں سے منعم کا نشان معلوم کرتے ہیں۔ وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہر چیز انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ انسان زندہ ہونے کے باوجود زندگی کو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ مرے بغیر موت کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔ وہ خالق سے راز آشنائی کا سوال کرتے ہیں اور اُن کو رموزِ مرگ و حیات سے آگاہ کر دیا جاتا ہے تو وہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ "اَسلمتُ لِربِّ العالمین"…. اور اس تسلیم کا نتیجہ "آگ گلزار بن جاتی ہے اور وصالِ حق کی منزل آسان ہو جاتی ہے"

غرضیکہ، تلاش جو انداز اختیار کرے، حاصلِ تلاش اُسی انداز میں سامنے آئے گا اور سب سے اچھا اندازِ تلاشِ تقربِ صادق ہے، اعتمادِ شخصیتِ صادق ہے۔ یہ تلاش عین ایمان ہے۔ سب سے سچے اور اکمل انسان نے حقیقت کے بارے میں جو فرما دیا، وہی حقیقت ہے۔ اسی کی اطاعت کرنا ہے۔ نئے اندازِ فکر کی بدعت میں مبتلا نہیں ہونا۔

صداقت کا سفر، حقیقت کا سفر ہے۔ صادق کا تقرب، حق کا تقرب ہے۔ صادق کی محبت، حق کی محبت ہے۔ صادق کی رضا، صداقت کی سند ہے اور صداقت کی سند، حقیقت کا وصال ہے۔ آئینہ صداقت میں جمالِ حقیقت نظر آسکتا ہے۔ اسی کی تلاش گوہر مقصد کی تلاش ہے اور یہی تلاش، حاصل ہستی ہے اور یہی حاصل، عین ایمان ہے۔

* * *

ظلمت سے نور تک

دوسرا حصہ

بیسویں صدی میں امت اسلامیہ کے علمی افق کو جن ستاروں نے تابناک کیا ان میں جرمن نومسلم صحافی محمد اسد (لیوپولڈ ویز Leopold Weiss) کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ محمد اسد کا تعلق یہودی خاندان سے تھا اور وہ جرمنی اور یورپ کے مؤقر ترین روزنامے میں صحافی کی خدمات انجام دے رہے تھے۔ 1922ء میں انہوں نے ایک صحافی کی حیثیت سے عرب دنیا سفر کیا، سفر کے دوران ایک عرب ہم سفر کی دعوت پر عرب دنیا میں تین سال گذارے، یہ تین سالہ قیام خود پسند اور اپنی ذات کے خول میں گم مغربی دنیا کے اس نوجوان کے لئے بڑا عجیب تجربہ تھا۔ اس نے عرب معاشرے میں باہمی تعلقات، بھائی چارے، محبت اور دکھ درد میں شرکت کو دیکھا تو حیران رہ گیا اور وہیں سے اُس کا دل اسلام کی جانب راغب ہو گیا۔

واپسی پر قرآن مجید کا مطالعہ کیا اور سورۂ تکاثر ان کے قبول اسلام کا باعث بنی۔ انہوں نے برلن میں اسلام قبول کر لیا اور اپنا نام تبدیل کر کے محمد اسد رکھا۔ اسلامی فکر کی تفہیم اور دعوت میں آپ نے 66 سال صرف کیے۔ یوں تو محمد اسد نے کئی کتب تحریر کیں مگر نیویارک میں قیام کے دوران انہوں نے اپنی وہ کتاب تصنیف کی جس نے انہیں شہرت کے آسمان پر پہنچایا۔ ان کی مشہور کتاب دی روڈ ٹو مکہ Road to Mecca علمی، ادبی، تہذیبی ہر اعتبار سے ایک منفرد کارنامہ اور صدیوں زندہ رہنے والی سوغات ہے۔

روڈ ٹو مکہ بنیادی طور پر محمد اسد کی روحانی سرگذشت ہے جو گذشتہ نصف صدی سے ذوق و شوق سے پڑھی جا رہی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنا جسمانی اور روحانی سفر تفصیل سے بیان کیا۔ یہ کتاب دنیا کی کئی بڑی زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہے، بار بار شائع ہوئی اور اب بھی ہو رہی ہے کتنے ہی لوگ اسے پڑھ کر مسلمان ہوئے۔

قارئین کرام کے ذوقِ مطالعہ کے لیے اس اثر آفرین کتاب کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

محمد اسد

(گذشتہ سے پیوستہ)

موجودہ سعودی عرب کے بانی ابنِ سعود نے کہا... ”خدا کے سوا مستقبل کوئی نہیں جانتا، لیکن بعض اوقات ہمارے ساتھ مستقبل میں جو کچھ پیش آنے والا ہوتا ہے، اس کی ایک جھلک وہ ہمیں خواب کے ذریعے دکھا دیتا ہے۔ میں نے خود ایسے دو تین خواب دیکھے ہیں اور وہ بالکل سچے نکلے ہیں۔ ان میں سے ایک خواب نے مجھے وہ کچھ بنا دیا جو اس وقت میں ہوں...

محمد اسد... کون ہیں؟

محمد اسد کا اصل نام لیوپولڈ ویز leopold wesis تھا، سن 1900ء میں آسٹریا کے ایک یہودی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ لیوپولڈ نے اپنی ابتدائی زندگی ویانا جا کر بسر کی۔ تاہم نوجوانی میں جب لیوپولڈ کے ماموں نے انہیں یروشلم آنے کی دعوت دی۔ یروشلم میں قیام کے دوران ہی اسد نے فرینکفرٹر زائی تنگ میں بطور صحافی کام شروع کیا جس کے نتیجے میں انہیں مشرق وسطی میں کئی نئی جگہوں پر جانے کا موقع ملا۔ سفر کے دوران شریک عرب مسافر کے اخلاق اور اخلاص سے پیش آنے کے ایک معمولی سے واقعے نے اسے اسلام کے متعلق سوچنے پر مجبور کر دیا۔ یہ واقعہ 1922ء میں پیش آیا تھا جب ان کی عمر محض 22 سال تھی۔ ان کی ملاقات اسلام کی معروف اسکالروں سے ہوئی بعد ازاں شام، عراق، کردستان، ایران اور سنٹرل اشیا کے کئی ممالک گئے اور دین اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہوتے چلے گئے۔ لیوپولڈ نے جب قرآن کے مطالعے کا سلسلہ شروع کیا تو صرف 4 سال بعد ہی یعنی 1926ء میں 26 سال کی عمر میں اسلام قبول کر لیا۔

قبول اسلام کے بعد اپنا نام محمد اسد رکھا، محمد اسد نے اخبار کی نوکری چھوڑ کر حج بیت اللہ کا قصد کیا، مکہ و مدینہ میں محمد اسد نے عربی، قرآن، حدیث اور اسلامی تاریخ کی تعلیم حاصل کی۔ عرب دنیا کے حکمرانوں اور مفکروں سے ملاقاتیں رہیں، محمد اسد کو سعودی عرب کے بادشاہ عبدالعزیز بن سعود نے منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ سعودی عرب کے وزیر خارجہ فیصل (جو بعد میں شاہ فیصل بنے) محمد اسد کے پرانے دوست تھے۔ وہ تقریباً چھ سال عرب میں رہے۔

1932ء میں وہ ہندوستان آ گئے۔ ان کا قیام امرتسر، لاہور، سری نگر دہلی اور حیدر آباد دکن میں رہا۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال سے ملے اور انہی کے مشورے پر محمد اسد نے ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کیا، اقبال کے زیر اثر ہی انہوں نے اپنی مشہور کتاب "اسلام ایٹ دی کراس روڈ" لکھی، علامہ اقبال سے انہوں نے مجوزہ مملکت پاکستان کے قوانین کے متعلق طویل نشستیں کیں۔ انہوں نے صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ شروع کیا، لیکن ابھی پانچ حصے شائع کیے تھے کہ دوسری جنگ عظیم کے آغاز میں جرمن شہری ہونے کی وجہ سے انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ جنگ ختم ہوئی تو رہائی ملی۔ پھر عرفات کے نام سے انگریزی رسالہ نکالا اور قیام پاکستان میں بھی فعال کردار ادا کیا۔

ابن سعود نے بتایا کہ اس وقت میں سترہ برس کا تھا۔ ہم کویت میں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہ خیال کہ ہمارے وطن پر آل رشید حکمران ہے، میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔ میں اکثر اپنے والد سے، التجا کرتا "ابا جان، آل رشید کو نکال باہر کیجیے۔ ریاض کے تخت کا آپ سے بڑھ کر کوئی حقدار نہیں۔" لیکن میرے والد اللہ اُن کی مغفرت کرے، میرے پُرجوش مطالبات کو خیالی منصوبے قرار دے کر نظر انداز کر دیتے اور کہتے، محمد ابن رشید عرب کا سب سے طاقتور حکمران ہے، ایک بہت بڑا علاقہ اس کے قبضے میں ہے اور اس کے آہنی ہاتھ کے سامنے تمام بدو قبائل کانپتے ہیں۔ تاہم ایک رات میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا .... اتنا بتانے کے بعد موجودہ سعودی عرب کے بانی ابن سعود نے کہا....

1947ء میں پاکستان بنا تو انہیں پاکستانی شہریت دی گئی۔ انھوں نے پاکستان کے پہلے آئین کی تشکیل میں خاص معاونت کی۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے انہیں حکومت پاکستان کے آئین اور قانون کی تدوین کے لیے قائم ہونے والے ڈپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن میں ڈائریکٹر کا عہدہ دیا۔ ستمبر 1947ء میں انہوں نے ریڈیو پاکستان سے پاکستان کے آئین اور اسلام کے معاشی اور سیاسی نظام سے متعلق تقاریر کیں۔ 1948ء میں وزیر اعظم لیاقت علی خان نے محمد اسد کو وزارت خارجہ میں مشرق وسطیٰ کے امور کا انچارج مقرر کر دیا۔ سب سے پہلا پاکستانی پاسپورٹ جس پر "پاکستانی شہری" لکھا گیا، انہی کو جاری کیا گیا، محمد اسد مسلمان ملکوں کے سفیروں میں حد درجہ مقبول تھے، انہوں نے دیگر مسلم ممالک سے پاکستان کے تعلقات مضبوط کرنے کا کام بخوبی انجام دیا، آج ملت اسلامیہ پاکستان کے عرب ممالک کے ساتھ جو گہرے برادرانہ مراسم ہیں وہ اسی وقت سے چلے آ رہے ہیں، ہم میں سے کتنوں کو اس حقیقت کا علم ہے کہ اس کا سارا کریڈٹ محمد اسد کو جاتا ہے۔

1950ء میں انہیں اقوام متحدہ میں پاکستان کے نائب سفیر کے طور پر تعینات کیا گیا۔ نیویارک میں قیام کے دوران انہوں نے اپنی وہ کتاب تصنیف کی جس نے انہیں شہرت کے آسمان پر پہنچایا۔ "دی روڈ ٹو مکہ" (شاہراہ مکہ) میں انہوں نے اپنا جسمانی اور روحانی سفر تفصیل سے بیان کیا۔ یہ کتاب دنیا کے تمام بڑی زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہے، اس کتاب نے غیر مسلموں کے ذہنوں سے اسلام کے متعلق غلط تصورات کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

1955ء میں اپنی ادبی اور مذہبی زندگی کی مصروفیات کی وجہ سے انہوں نے سفیر کا عہدہ چھوڑ دیا۔ وہ مسلسل اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں مصروف رہے اس دوران وہ عرب دنیا، ہندوستان، پاکستان اور تیونس میں مقیم رہے اور 1982ء میں صدر ضیاء الحق نے انہیں اسلامی قوانین کے متعلق مشاورت کے ضمن میں پاکستان بھی بلایا۔ زندگی کے آخری ایام میں اسپین میں گزارے، جہاں قرآن پاک کی انگریزی ترجمہ و تفسیر کو تکمیل تک پہنچایا۔ 1992ء کو 80 برس کی عمر میں اسپین میں ہی خالق حقیقی سے جا ملے۔

آج کتنے تعلیم یافتہ پاکستانیوں کو معلوم ہے کہ محمد اسد کون تھے؟ کہاں سے آئے تھے اور کہاں چلے گئے؟ اور وہ پاکستان کے کتنے بڑے محسن تھے....؟

میں نے دیکھا کہ میں گھوڑے پر سوار ایک سنسان لق و دق میدان میں جا رہا ہوں۔ رات کا وقت ہے میرے سامنے بوڑھا محمد ابن رشید جس نے ہمارے ملک پر غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے بوڑھے گھوڑے پر سوار کھڑا ہے۔ ہم دونوں غیر مسلح ہیں، لیکن ابن رشید نے اپنے ہاتھ میں ایک بہت بڑی روشن لالٹین اٹھا رکھی ہے۔ جب وہ مجھے اپنے قریب پہنچتے ہوئے دیکھتا ہے، پیٹھ موڑ کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ میں بھی اس کے پیچھے بھاگتا ہوں، اس کے لبادے کا ایک کونا میرے ہاتھ میں آ جاتا ہے، اب میں اس کا بازو پکڑ کر لالٹین بجھا دیتا ہوں۔ پھر میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ موجودہ سعودی عرب کے بانی ابن سعود نے مجھے بتایا کہ اس خواب سے مجھے یقین ہو گیا کہ میرے مقدر میں لکھا ہے کہ میں ابن رشید کے خاندان پر فتح پا لوں گا۔"

* * *

خواب دیکھنے کے سال ہی ابن رشید کی موت ہو گئی۔ ابن سعود نے اسے حملہ کرنے کا موقع جانا، لیکن ان کے والد یہ خطرہ مول لینے کو تیار نہ تھے، بالآخر امیر کویت اور چند بدو قبائل کی اعانت سے میدان میں اترے مگر کامیابی نہ مل پائی۔

لیکن ابن سعود آسانی سے ہار ماننے والے نہیں تھے، اسے ابن رشید پر فتح کے خواب پر یقین تھا، چنانچہ وہ اپنے کزن کچھ دوستوں اور مہم پسند بدؤں کے ٹولے کے ساتھ کویت سے روانہ ہوئے اور مختلف راستوں اور وادیوں سے چھپتے چھپاتے ریاض کے نواح میں جا پہنچے۔

دار الحکومت ریاض کے باہر آدھی رات کو 21 سالہ نوجوان ابن سعود نے اپنے ساتھیوں میں سے جن کی کل تعداد چالیس یا ساٹھ سے زیادہ نہ تھی صرف چھ ساتھیوں کو منتخب کیا اور باقی ساتھیوں سے کہا۔

”میرے اچھے اور وفادار ساتھیو! میں آج رات (ریاض) شہر میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں جو میرا ساتھ دینا چاہتے ہیں وہ میرے ساتھ آئیں جو ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں وہ یہیں رہ جائیں اگر طلوع صبح تک میرا کوئی پیغام آپ تک نہ پہنچے تو اپنی جانیں بچانے کے لئے واپس چلے جائیں اگر ہم کامیاب ہو جائیں تو آپ ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں آپ کا خیر مقدم کیا جائے گا“۔

اس سے قبل کبھی بھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ اس طرح چند افراد نے مل کر ایک شہر پر قبضہ کرنے کی منصوبہ بندی کی ہو مگر اس وقت ایسا ہی تھا، ابن سعود کے ساتھی بہادری میں اپنی مثال آپ تھے۔ اس وقت جان کی بازی لگانے کے لئے آمادہ تھے۔ اپنے نوجوان قائد کے ہمراہ اپنے ساتھیوں سے رخصت ہوتے ہوئے اپنی منزل کی جانب گامزن ہو چلے۔ اس چھوٹے سے قافلے کی روانگی کے بعد باقی لوگ بنائے گئے منصوبے کے مطابق اپنے مقام پر تیار ہو کر بیٹھ گئے۔

رات اندھیرے ابن سعود چھ ساتھیوں کے ہمراہ ایک شگاف کے ذریعے شہر میں داخل ہوا اور ہتھیار عباؤں میں چھپائے وہ گورنر کے مکان کی طرف گئے مگر گورنر خود دشمن کے خوف سے قلعہ میں راتیں بسر کرتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے چپکے سے مکان میں گھس کر غلاموں اور کنیزوں کو قبضہ میں لے لیا اور گورنر کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ صبح سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ جب گورنر اپنے محافظین کے ساتھ گھر میں داخل ہوا تو ابن سعود اور اس کے ساتھیوں نے اس پر دھاوا بول دیا، حملہ اتنا موثر تھا کہ وہ دفاع نہ کر سکا۔

سعودی عرب کے بانی ابن سعود ریاض میں اپنے قلعہ کے باہر، دوسری تصویر ابن سعود کے لشکر کی ہے۔

دوسری جانب باقی ساتھیوں کو شہر کے اندر سے نعروں کی آوازیں سنائیں دیں اس پر وہ بھی نعرے مارتے ہوئے شہر کی جانب بڑھے فصیلوں میں موجود دروازے کھول دیئے گئے تھے وہ اند داخل ہوتے چلے گئے۔ دشمن پہلے ہی ہتھیار ڈال چکا تھا، اس طرح تمام شہر اس چھوٹی سی فوج کے قبضے میں آگیا اور یوں اس انقلاب کی ابتدا ہوئی جس نے آگے چل کر تمام عرب کو اپنے سائے میں لے لیا۔

محمد اسد، عرب سفر کے دوران

نصف راہ پر

ہم حائل سے روانہ ہو کر مدینہ کی طرف چل کھڑے ہوتے ہیں۔ اب ہم تین سوار ہیں۔ ابن مسعد کا ایک آدمی منصور الاتاف امیر کا پیغام لے کر جا رہا ہے، وہ کچھ راستے ہمارے ساتھ رہے گا۔

اب ہم نفود کے رتیلے علاقے سے نکل چکے ہیں اور کنکریلا علاقہ شروع ہو گیا ہے۔ گاہے گاہے چھوٹے چھوٹے جانور نظر آ کر یہاں زندگی کا ثبوت دے جاتے ہیں۔ کانٹے دار جھاڑیاں دور تک چلی گئی ہیں۔ منصور مجھ سے پوچھتا ہے۔

میں اسلام کیونکر لایا....؟ میں اسے پوری تفصیل کے ساتھ اپنی داستان سناتا ہوں۔

* * *

1924ء کے موسم بہار میں "فرانکفرٹر" نے مجھے مشرق وسطیٰ کے دوسرے سفر پر روانہ کر دیا۔ میں نے اپنے پچھلے سفروں کی روداد کتاب کی صورت میں مرتب کر کے دے دی تھی۔ میری روانگی کے بعد یہ کتاب شائع ہو گئی۔ جرمن صحافت میں ایک شور مچ گیا۔ کیونکہ کتاب کا رجحان واضح طور پر صیہونیت کے خلاف اور عربوں کی حمایت میں تھا۔ پھر روم عبور کرنے کے بعد میں مصر کے ساحل پر پہنچ گیا۔ پورٹ سعید سے قاہرہ تک کا سفر میں نے اس مرتبہ فرسٹ کلاس میں کیا۔ کمپارٹمنٹ میں میرے علاوہ دو مسافر تھے۔ ایک اسکندریہ کا یونانی تاجر تھا اور دوسرا مصری عمدہ Umda (گاؤں کا چودھری)…. یونانی اور میں دونوں جلد ہی بے تکلف گفتگو کرنے لگے اور مصری چپ چاپ بیٹھا رہا۔ جب گفتگو میں شریک ہوا، تو اس نے بتایا کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتا، تاہم اس کی گفتگو سے اس کے ذوق سلیم اور ذہانت کا اندازہ ہوتا تھا۔

گفتگو اسلام کے بعض اجتماعی اصولوں پر ہو رہی تھی۔ جو ان دنوں میرے دل و دماغ پر چھائے ہوئے تھے۔ اسلامی شریعت کے اجتماعی انصاف کے بارے میں میرا جو تاثر تھا، یونانی مسافر کو اس سے قدرے اختلاف تھا۔ اس کے خیال میں اسلامی شریعت اتنی عادلانہ نہ تھی۔ جتنی میں سمجھ رہا تھا۔ اس نے مصری رفیق سفر کی طرف منہ پھیرتے ہوئے عربی میں کہا۔

"آپ لوگ کہتے ہیں اسلامی شریعت عدل و

انصاف پر مبنی ہے، لیکن اسلام مسلمانوں کو تو عیسائی اور یہودی عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے، مگر مسلمان عورتوں کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ عیسائی اور یہودی مردوں سے شادی کریں، کیا اسے انصاف کہا جاسکتا ہے....؟"

"بے شک ہم اسے انصاف ہی کہیں گے۔" مصری مسافر نے کسی تردد کے بغیر جواب دیا۔

"میں آپ کو بتاتا ہوں، شریعت اسلامی نے یہ قانون کس لیے بناتا ہے۔ ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں کہ مسیحؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ ہم انہیں حضرت ابراہیمؑ اور دوسرے انبیاء کی طرح اللہ کا رسول سمجھتے ہیں اور یہ ایمان رکھتے ہیں کہ یہ سب رسول وہی دعوت لے کر آئے جو نبی آخر حضرت محمد مصطفی ﷺ لائے تھے۔ اب اگر کوئی عیسائی یا یہودی لڑکی کسی مسلمان سے شادی کرتی ہے، تو وہ یہ اطمینان کر سکتی ہے کہ جن ہستیوں کو وہ مقدس و محترم سمجھتی ہے، ان کا نام اس نئے گھرانے میں عزت سے لیا جائے گا۔ اس کے برعکس اگر کوئی مسلمان لڑکی کسی عیسائی یا یہودی سے شادی کرتی ہے، تو اس کو بجا طور پر یہ خطرہ رہتا ہے کہ جنہیں وہ اللہ کا رسول ﷺ سمجھتی ہے، ممکن ہے انہیں برا بھلا کہا جائے، ممکن ہے اس کی اپنی اولاد سے اس کو ایسی باتیں سننی پڑیں، کیا لڑکے اپنے باپ کے دین کی پیروی نہیں کریں گے....؟

محمد اسد، مخصوص عرب لباس میں

کیا آپ کے نزدیک یہ انصاف ہو گا کہ اس غریب عورت کو ایک مسلسل اذیت و اہانت برداشت کرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔"

یونانی کے پاس لاپرواہی سے کندھے جھٹک دینے کے سوا، کوئی جواب نہ تھا، البتہ میں نے محسوس کیا، اس ناخواندہ مصری نے بڑی معقول بات کہی ہے۔ میرا احساس وہی تھا جو بیت المقدس میں بوڑھے حاجی کے ساتھ گفتگو کے بعد تھا۔ میں نے محسوس کیا، میرے لیے اسلام کا ایک نیا دروازہ کھل رہا ہے۔

ٹرین صبح سویرے ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر رکی۔ مصری مسافر نے اسٹیشن پر موجود خوانچہ فروش سے ایک روٹی خریدی۔ اپنی جگہ بیٹھ کر روٹی کے 2 ٹکڑے کیے۔ ایک ٹکڑا اپنے پاس رکھ کر دوسرا سامنے والے مسافر کو پیش کر دیا۔ اجنبی مسافر سے روٹی کا ٹکڑا لیتے ہوئے اسے کچھ تردد تو ہوا، لیکن عرب مسلمان کی جانب سے اشاروں میں پیہم اصرار پر اسے وہ قبول کرنا ہی پڑا۔ قریب ہی بیٹھے ہوئے ایک اور مسافر نے یہ معاملہ دیکھا تو رضاکارانہ طور پر ترجمانی کے فرائض انجام دیے۔ دریافت کرنے پر اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں مترجم نے عرب مسلمان کے بارے میں بتایا کہ یہ کہتا ہے "تم بھی مسافر ہو اور میں بھی! ہم دونوں کا راستہ بھی ایک ہی ہے۔ تم پھر میری دعوت قبول

کیوں نہیں کرتے؟" اجنبیت کی تمام دیواروں کے باوجود اپنے رفیق سفر کو اصرار کے ساتھ اپنی آدھی روٹی دینے کا یہ عمل تصنع اور تکلف سے بالکل پاک تھا۔ مجھ پر اس اخلاق کا گہرا اثر ہوا۔

گاڑی منزل مقصود (غزہ) پہنچی تو اس مصری مسافر نے سامان سمیٹا اور باوقار مسکراہٹ کے ساتھ سر کے اشارے سے سلام کرتے ہوئے باہر چلا گیا۔ پلیٹ فارم پر استقبال کے لیے آنے والوں سے اس نے گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور وہ سب لوگ روانہ ہو گئے۔ اس عرب مسلمان کے اخلاق سے تو پہلے ہی متاثر ہو چکا تھا۔ پلیٹ فارم پر ملاقاتوں کے حوالے سے خلوص اور محبت کے مجموعی ماحول نے اس کے اندر خواہش پیدا کی کہ ان با اخلاق، مخلص اور ہمدرد لوگوں کی زندگی کا مزید مطالعہ کیا جائے۔

قاہرہ کا رمضان

مصر میں اپنی آمد کے تیسرے روز غروب آفتاب کے وقت میں نے قلعہ کی جانب سے توپیں داغنے کی آوازیں سنیں اس کے ساتھ ہی مسجد کے قلعہ کے دونوں مینار روشنیوں سے جگمگا اٹھے۔ قاہرہ شہر میں عجیب سی ہمہ ہمی پیدا ہو گئی۔ لوگوں کے قدم زیادہ تیز اور پرجوش ہو گئے۔ لوگوں جوش اور مسرت کی ایک نئی لہر محسوس ہوئی۔ یہ سب نئے چاند کی وجہ سے تھا۔ رمضان کا مہینہ اسلامی سال کا سب سے مقدس مہینہ تھا۔ جس میں ہر مسلمان کو روزے رکھنا فرض قرار دیا گیا بیماروں کو چھوڑ کر ہر مرد و عورت کے لیے کھانا پینا سحر سے غروب آفتاب تک ممنوع تھا۔ مسلسل تیس دن قاہرہ کی سڑکوں میں یہ گہما گہمی قائم رہی۔

جہاں تک میں سمجھا ہوں رمضان کا مہینہ دوہرا مقصد رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ کھانا پینا ترک کرکے آدمی اس حالت کا احساس کرے جس میں غریب و مفلس لوگ رہتے ہیں اور انسانی شعور میں اجتماعی ذمہ داری کا احساس مستحکم ہو اور دوسرا مقصد یہ کہ آدمی میں ضبطِ نفس کی صفت پیدا ہو۔ ان دونوں پہلوؤں یعنی انسانی اخوت اور ضبطِ نفس کو دیکھ کر اسلام کی اخلاقی بلندی اور برتری مجھے نظر آنے لگی۔

ہر استاد کے سامنے قطاروں میں طالب علم اپنے سامنے رکھی کتاب کو انہماک سے باآواز پڑھ رہے ہیں، میں نے سوچا کہ شاید اس قدر استغراق اور محویت ہی حقیقی علم تک پہنچاتی ہے، لیکن شیخ المراغی نے میرے اس وہم کو پاش پاش کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ ان علما کو دیکھ رہے ہیں یہ محض کتابیں چاٹ رہے ہیں۔ نسل در نسل پڑھتے ہیں دہراتے ہیں مگر غور و فکر نہیں کرتے۔

اسلام کے حقیقی مفہوم کی ایک بھرپور تصویر حاصل کرنے کے لیے میں نے قاہرہ کے مسلمان دوستوں کی گفتگو اور تشریحات سے فائدہ اٹھایا۔ ان میں سب سے ممتاز جامعہ الازہر کے علماء شیخ مصطفیٰ المراغی تھے۔ ان سے ملنے جب میں مسجد الازہر گیا تو میں نے دیکھا کہ مسجد کے ہال میں کئی اساتذہ بیٹھے ہیں اور ہر استاد کے سامنے قطاروں میں طالب علم آلتی پالتی مار کر اپنے سامنے رکھی کتاب کو انہماک سے باآواز پڑھ رہے ہیں، میں نے سوچا کہ شاید اس قدر استغراق اور محویت ہی حقیقی علم تک پہنچاتی ہے، لیکن شیخ المراغی نے میرے اس وہم کو پاش پاش کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ ان علما کو دیکھ رہے ہیں یہ محض کتابیں چاٹ رہے ہیں۔ نسل در نسل پڑھتے ہیں دہراتے ہیں مگر غور و فکر نہیں کرتے۔

میں نے بات کاٹی کہ جامعہ الازہر کا شمار تو اسلامی علوم کے مرکز کے طور پر ہوتا ہے، مسلم ثقافتی تاریخ

ے، صفحات بھرے پڑے ہیں کہ اس نے دنیا کو کیسے کیسے عظیم مفکر، ماہرین الٰہیات، فلسفی، مورخین اور ریاضی دان دیے۔

شیخ نے تاسف بھرے انداز میں کہا جامعہ نے کئی سو سالوں سے انہیں پیدا کرنا بند کر دیا ہے۔ ان قدیم مسلم ماہرین، جن کا آپ نے ذکر کیا۔ یہ لوگ ان کے خیالات کو سمجھنے اور ترقی دینے کے بجائے محض رٹا لگا رہے ہیں۔

شیخ مراغی کی صاف گوئی نے مجھے متاثر کیا اور ان سے مجھے مسلم دنیا کو درپیش ثقافتی انحطاط کی وجوہات میں سے اہم وجہ جاننے میں مدد کی۔

مسلمانوں کے زوال کے اسباب

مغرب میں اسلام کے متعلق غلط تصورات سرایت کر چکے تھے، وہاں مسلمانوں کے زوال کی وجہ خود مذہب اسلام کو بتایا جاتا اور مسلمانوں کو تعصبیت، شہوانیت اور ابہام پرست سمجھا جاتا تھا۔ اوسط مغربی شخص کا ذہن اسلام کا مسخ شدہ تاثر لیے ہوئے تھا۔ جب میں نے قرآن کے صفحات پر نظر ڈالی تو وہاں مجھے غیر پختہ دنیاوی نظریہ نہیں بلکہ خدا کا ایک انتہائی شعوری احساس ملا، جس کا اظہار خدا کی تخلیق کردہ تمام فطرت میں ہوتا ہے۔ یہاں حسی محرکات اور عقل، روحانی تقاضوں اور سماجی تقاضوں کے درمیان ہم آہنگی ملتی ہے۔

درحقیقت یہ اسلام ہی تھا جس نے ابتداء میں مسلمانوں کو شعوری فکر کی طرف رہنمائی دیتے ہوئے زبردست ثقافتی بلندیوں پر پہنچایا۔

پیغمبرِ اسلام کے اس اعلان کو کہ ”اکتسابِ علم ہر مرد و عورت پر فرض ہے“، ان کے پیروکاروں نے حصولِ علم کو خدا کی عبادت کی طرح جانا۔ یہ قول کہ ”اللہ نے ہر مرض کی شفا رکھی ہے“ پر غور کرکے انہوں نے جانا کہ نامعلوم علاج دریافت کرنا بھی اللہ کی مشیت اور ارادہ کی تکمیل ہے۔ مسلمانوں نے اس آیت کو پڑھا کہ ”ہم نے پانی سے ہر شے کو زندہ رکھا“ تو انہوں نے نامیاتی اجسام کی نشوونما کا مطالعہ کیا۔ قرآن نے سیاروں کی ہم آہنگی اور انتظام اور ان کی حرکات کی طرف اشارات کیے، چنانچہ مسلمانوں نے فلکیات و ریاضیات کی تحقیق میں گرمجوشی کا مظاہرہ کیا۔ اسی طرح کیمسٹری، فزیالوجی اور دوسرے علوم میں مسلم جینئیس نے لافانی اثرات چھوڑے۔ یہ سب باتیں نبی کے قول کا نتیجہ تھیں کہ ”علماء انبیاء کے وارث ہیں“، علم کی جستجو والے شخص کے لیے اللہ بہشت کا راستہ آسان بناتا ہے، عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے چاند کی ستاروں پر۔ علماء کی سیاہی شہدا کے خون سے زیادہ قیمتی ہے۔ مسلم تاریخ کے پورے دور میں (یعنی دور نبوی سے پانچ صدیوں تک) اسلامی تہذیب سے زیادہ علم کا محافظ و علمدار کوئی نہیں تھا۔ اور نہ کوئی معاشرہ اسلامی معاشرہ سے زیادہ پُرامن تھا۔ یہ تھی اسلام کی حیرت انگیز

محمد اسد اپنے عرب دوستوں کے ہمراہ

فتوحات کی تفسیر، جبکہ تلوار کے زور سے اسلام کی اشاعت محض ایک فسانہ ہے۔

میں مسلمان ہوں....؟

میرے ذہن میں مشرق وسطیٰ کے دوسرے سفر کے مناظر یکے بعد دیگرے ابھرتے اور مٹتے جارہے ہیں۔ قاہرہ سے شرق اردن، لبنان، شام، عراق اور ایران۔ اسی سفر میں مجھ پر ایک انقلاب انگیز انکشاف ہوا۔ میں ہرات سے کابل جارہا تھا۔ یہ 1925ء کے آواخر کی بات ہے، ایک نوکر اور ایک افغانی گھوڑچی میرے ہمراہ تھے۔ موسم سخت سرد تھا اور بلند و بالا برف پوش پہاڑ نظر آرہے تھے۔ میرے گھوڑے کی نعل ڈھیلی ہوگئی تھی، چنانچہ ہم ایک گاؤں وہ زنگی میں ٹھہر گئے۔ وہاں کا حاکم درمیانے قد کا نوجوان تھا۔ بڑا ہی ملنسار اور متواضع۔ دوسرے دن ناشتے کے بعد گاؤں کے ایک آدمی نے تین تاروں والے ستار پر ہمیں پشتو میں کچھ گیت سنائے۔ یہ گیت داؤد اور جالوت کی لڑائی کے متعلق تھے۔ گیت ختم ہوئے، تو حاکم نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

”داؤد کمزور تھے مگر ان کا ایمان طاقتور تھا۔“

مجھ سے رہا نہ گیا اور بولا ”آپ لوگ بہت ہیں، لیکن آپ کا ایمان کمزور ہے۔“

میرے میزبان نے میری جانب حیرت سے دیکھا، میں خود بھی گھبرایا اور تاویل کے طور پر سوالات کی بوچھاڑ کردی۔

”آپ لوگوں نے وہ خود اعتمادی کیسے کھودی جس کی بدولت عربوں نے ایک صدی سے بھی کم عرصے میں مغرب میں بحر اٹلانٹک اور مشرق میں چین تک اسلام کو پھیلا دیا، لیکن آج مغرب کے مقابلے میں سپر انداز ہورہے ہیں۔ اتاترک جس کی نظر میں اسلام کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ وہ آپ لوگوں کی نظر میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کا ہیرو بن گیا ہے، آپ کا دین بڑا سادہ ہے، مگر آپ لوگ خیال آرائیوں میں گم ہوگئے ہیں۔ امرا اور جاگیر دار داد عیش دیتے ہیں اور بے شمار مسلمان فقر و فاقہ کی زندگی بسر کر رہے ہیں، آپ کی اکثریت جاہل کیوں ہے جبکہ آپ کے نبی ﷺ کا اعلان ہے کہ طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے....“

”آپ لوگوں نے وہ خود اعتمادی کیسے کھودی جس کی بدولت عربوں نے ایک صدی سے بھی کم عرصے میں مغرب میں بحر اٹلانٹک اور مشرق میں چین تک اسلام کو پھیلا دیا، لیکن آج مغرب کے مقابلے میں سپر انداز ہورہے ہیں۔ اتاترک جس کی نظر میں اسلام کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ وہ آپ لوگوں کی نظر میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کا ہیرو بن گیا ہے، آپ کا دین بڑا سادہ ہے، مگر آپ لوگ خیال آرائیوں میں گم ہوگئے ہیں۔ امرا اور جاگیر دار داد عیش دیتے ہیں اور بے شمار مسلمان فقر و فاقہ کی زندگی بسر کر رہے ہیں، آپ کی اکثریت جاہل کیوں ہے جبکہ آپ کے نبی ﷺ کا اعلان ہے کہ طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے....“

میرا میزبان چپ چاپ ٹکٹکی باندھے مجھے دیکھ رہا تھا۔ آخر اس نے اپنی عبا کھینچی اور سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”لیکن آپ مسلمان ہیں....؟“

”بالکل نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔ ”البتہ مجھے اسلام میں حسن و لطافت کا ایک بڑا حصہ ملا ہے۔ اس لیے جب میں آپ لوگوں کو اس کی ناقدری کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو کبھی بے اختیار غصہ آنے لگتا ہے۔ میں تلخ کلامی پر معافی چاہتا ہوں۔“

”نہیں نہیں آپ مسلمان ہیں، لیکن آپ کو اس کی خبر نہیں ہے۔ آپ دل کی گہرائیوں میں مسلمان ہو چکے ہیں لاالٰہ الااللہ محمد الرسول اللہ پڑھ کر باقاعدہ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے....؟ میں آپ کو کابل لے چلوں گا، وہاں امیر آپ کو باغات اور مویشی دیں گے، ہم سب آپ سے محبت کریں گے۔“

میں نے کہا ”اگر میں مسلمان ہوں گا، تو اپنے ضمیر کے اطمینان کی وجہ سے، باغات اور مویشیوں کے لیے نہیں۔“

”آپ اسلام کو ہم سے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔“ اس نے کہا۔

”یہ مسئلہ اسلام کو بہتر سمجھنے کا نہیں، قلب کے یقین و ایمان کا ہے۔“ میں نے جواب دیا، تاہم اس افغان دوست کے الفاظ آنے والے مہینوں میں ہمیشہ میرے ساتھ رہے۔

منصور.... !

اسلام نے اسی طرح تھوڑا تھوڑا کر کے مجھ پر آشکار کیا، کہیں کوئی جھلک، کوئی کتاب یا کوئی مشاہدہ.... آہستہ آہستہ تقریباً انجانے میں .... مسلمانوں کے اندازِ حیات کی تفہیم مجھے دن بدن اسلام کے بہتر حیات کی تفہیم تک لائی.... اسلام میرے ذہن میں ہمیشہ سب چیزوں سے اوپر رہا....

جنّات

حائل سے روانگی کے دوسرے دن سورج غروب ہونے کو تھا جب ایک بڑا اور سیاہ سانپ اچانک ہمارے راستے سے سرسراتا ہوا گزرتا ہے۔ تقریبا! ایک بچے کے بازو جتنا موٹا اور گز بھر لمبا۔ وہ سانپ رکتا ہے اور ہمارے جانب دیکھتا ہے۔ میں نے فوراً کاٹھی سے اتر کر اس پر نشانہ تان لیا۔ ساتھ ہی پیچھے سے منصور کی آواز آئی.... گولی مت چلانا۔

مگر ٹریگر دب چکا تھا اور سانپ مر چکا تھا۔

منصور نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا کہ آپ کو اس سانپ کو نہیں مارنا چاہیے تھا کیونکہ غروب آفتاب کے وقت جنات اکثر سانپ کا روپ دھار کر اپنے ٹھکانوں سے نکلتے ہیں۔

میں نے ہنس کر کہا کہ کیا تم ان پرانی کہانیوں پر یقین رکھتے ہو۔

اس نے کہا کہ یقیناً میں جنّات پر یقین رکھتا ہوں.... کیا اللہ کی کتاب میں ان کا ذکر نہیں؟ یہ جن کون سا روپ اختیار کرتے ہیں اس کا مجھے علم نہیں۔

میں دل میں سوچتا ہوں، منصور شاید تم ٹھیک کہتے ہو، کیونکہ جس چیز کو ہماری حسیات محسوس کر سکتی ہیں، ان کے علاوہ کیا کچھ ایسی چیزیں بھی موجود نہیں جو ہمارے شعور کو دھوکا دے جاتی ہیں....؟

کیا یہ ایک قسم کا دانشورانہ تکبر نہیں جس کے تحت آج کا انسان ایسی تمام چیزوں کو مسترد کر دیتا ہے جنہیں محسوس کیا یا ناپا نہ جاسکے؟ جنات کی موجودگی، یہ جو کچھ بھی ہوں، کی تصدیق سائنس کے ذریعے نہیں کی جاسکتی۔ لیکن سائنس ایسی ممکنہ زندہ چیزوں کو مسترد بھی نہیں کر سکتی جن کے حیاتیاتی قوانین ہم سے بالکل مختلف ہیں اور ان سے ہمارے بیرونی حواس غیر معمولی حالات میں رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔

میں نے منصور سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ ان نامعلوم دنیاؤں کے اور ہمارے راستے کبھی کبھار کسی مقام پر مل جائیں اور ایسے عجیب و غریب حالات کا ظہور ہو جنہیں انسان کے تخیل نے بھوت پریت اور دیگر مافوق الفطرت مخلوقات قرار دیا ہے؟

جب سے میں اپنے اونٹ پر دوبارہ سوار ہوا ہوں،

جس چیز کو ہماری حسیات محسوس کر سکتی ہیں، ان کے علاوہ کیا کچھ ایسی چیزیں بھی موجود نہیں جو ہمارے شعور کو دھوکا دے جاتی ہیں؟ کیا یہ ایک قسم کا دانشورانہ تکبر نہیں جس کے تحت آج کا انسان زندگی کی طرح کی ایسی تمام چیزوں کو مسترد کر دیتا ہے جنہیں محسوس کیا یا ناپا جاسکے؟ جنات کی موجودگی، یہ جو کچھ بھی ہوں، کی تصدیق سائنس کے ذریعے نہیں کی جاسکتی۔ لیکن سائنس ایسی ممکنہ زندہ چیزوں کو مسترد بھی نہیں کرسکتی جن کے حیاتیاتی قوانین ہم سے بالکل مختلف ہیں اور ان سے ہمارے بیرونی حواس غیر معمولی حالات میں رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔

کیا یہ ممکن نہیں کہ ان نامعلوم دنیاؤں کے اور ہمارے راستے کبھی کبھار کسی مقام پر مل جائیں اور ایسے عجیب و غریب حالات کا ظہور ہو جنہیں انسان کے تخیل نے بھوت پریت، شیطان اور ایسی دیگر مافوق الفطرت مخلوقات قرار دیا ہے؟

یہی سوالات میرے ذہن میں چل رہے ہیں اور میں زیرِلب مسکراتے ہوئے اس شخص کا یقین نہیں کر رہا تھا جس کی پرورش نے اسے ان لوگوں کی نسبت زیادہ موٹی کھال والا بنا دیا تھا اور جو ہمیشہ فطرت کے قریب زندگی گزارتے ہیں۔ زید سنجیدہ چہرہ بناتے ہوئے میری طرف منہ کر کے کہتا ہے:

”منصور ٹھیک کہہ رہا ہے، میرے چچا۔ آپ کو سانپ کو نہیں مارنا چاہیے تھا۔ کئی سال پہلے کی بات ہے۔ جب ابن سعود کے قبضے کے بعد میں نے حائل کو چھوڑا۔ میں نے عراق جاتے ہوئے ایک سانپ کو مار ڈالا تھا۔ وہ غروب آفتاب کا وقت تھا۔ تھوڑی دیر بعد۔ جب ہم نمازِ مغرب ادا کرنے کے لیے رُکے، تو مجھے لگا جیسے میری ٹانگوں پر بہت زیادہ بوجھ ڈال دیا گیا ہو پھر میرا سر جلنے لگا اور میرے سر میں پانی کے زور سے گرنے جیسا شور ہونے لگا.... میری ٹانگیں آگ کی طرح جل رہی تھیں اور میں سیدھا کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ زید بتا رہا تھا کہ وہ ایک خالی بوری کی طرح زمین پر آگرا۔ میرے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا۔ مجھے یاد نہیں کہ اس اندھیرے میں کتنی دیر رہا، لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ میں آخر کار اُٹھ کھڑا ہوا۔ ایک نامعلوم شخص میرے دائیں طرف تھا اور دوسرا بائیں طرف، اور وہ مجھے ایک وسیع ہال میں لے گئے جو لوگوں سے بھرا ہوا تھا، وہ خوشی میں ادھر سے اُدھر آجا رہے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد لگا کہ یہ دو گروہ ہیں جو ایک عدالت کے سامنے پیش ہیں۔ پیچھے ایک چھوٹے قد کا شخص چبوترے پر بیٹھا تھا، وہ قاضی یا سردار یا اس قسم کا کوئی شخص لگ رہا تھا۔ اس وقت اچانک مجھے معلوم ہوا کہ میں ملزم ہوں۔

کسی نے کہا: ”اس نے غروب آفتاب سے پہلے ایک جن رائفل سے گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے۔ یہ قصوروار ہے“۔ ان کے مخالف گروہ نے کہا ”لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ کسی جن کو مار رہا ہے اور اس نے ٹریگر دباتے ہوئے خدا کا نام لیا تھا۔ لیکن الزام لگانے والا گروہ دوبارہ چیخا ”اس نے ایسا نہیں کہا“ جبکہ دوسرے گروپ نے دوبارہ ایک آواز میں کہا ”اس نے خدا کا نام لیا تھا“ کچھ دیر یہ سلسلہ جاری رہا، الزام لگتا اور اس کا دفاع ہوتا رہا، حتیٰ کہ دفاع کرنے والا گروہ زور پکڑ گیا اور پیچھے بیٹھے قاضی نے فیصلہ دیا

”اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ کسے مار رہا ہے، اور اس نے خدا کا نام لیا تھا، اسے واپس لے جاؤ!....“

(جاری ہے)

❖

سلسلہ عظیمیہ کے امام

حضرت قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں:

تم اگر کسی کی دل آزاری کا سبب بن جاؤ تو اس سے معافی مانگ لو قطع نظر اس کے کہ وہ تم سے چھوٹا ہے یا بڑا، اس لیے کہ جھکنے میں عظمت پوشیدہ ہے۔ تمہیں کسی کی ذات سے تکلیف پہنچ جائے تو اُسے بلاتوقف معاف کر دو۔ اس لیے کہ انتقام بجائے خود ایک صعوبت ہے۔ انتقام کا جذبہ اعصاب کو مضمحل کر دیتا ہے۔

حیدر آباد - قاسم آباد (خواتین)

نگران مراقبہ ہال: آپا منظور النساء

فون: 0345-3585178

معرفت: یار محمد انصاری، بنگلہ نمبر B-98، فیز 1، قاسم آباد،
نزد بوائز ہائی اسکول، حیدر آباد، پوسٹ کوڈ 71700

سرکار دو عالم ﷺ سے نسبت رکھنے والے اس مبارک درخت کو دریافت کرلیا گیا، جس کو ساڑھے چودہ سو سال قبل آپ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اس درخت کی موجودگی کا انکشاف اردن کی ایک دستاویزی فلم کے ذریعہ ہوا۔ یہ وہ مبارک درخت ہے، جسے حضور ﷺ کی قربت نصیب ہوئی۔

حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس جامع المعجزات ہے۔ آپ کے معجزات میں سے کئی جمادات، نباتات اور حیوانات سے متعلق ہیں۔ کنکریاں آپ ﷺ کے ہاتھ میں تسبیح کرتیں۔ شجر و حجر آپ ﷺ پر سلام بھیجتے اور سجدہ کرتے۔ کتب احادیث و سیرت میں ایسے متعدد خوش نصیب درختوں کا ذکر بھی ملتا ہے جنھوں نے حضور اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم کی سعادت پائی۔

ان درختوں میں سے سب سے خوش نصیب درخت ”حنانہ“ ہے، جس کا ذکر بخاری شریف میں اجمالاً اور دیگر کئی کتب احادیث میں تفصیلاً مذکور ہے۔

حضور پاک ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو جمعہ کے روز صحابہ کرامؓ سے خطاب فرماتے۔ جمعہ کا خطبہ پڑھنے کے لیے پشت مبارک کھجور کے ایک خشک درخت سے لگا لیا کرتے تھے۔ ایک روز ایک انصاری صحابیؓ نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک کاریگر غلام ہے جو لکڑی کا نہایت نفیس کام کر سکتا ہے اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں اس سے آپ ﷺ کے لیے ایک منبر بنوا دوں، جس پر آپ ﷺ صحابہ کرامؓ سے خطاب کے دوران بیٹھ جایا کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جیسے تم چاہو۔

انصاری صحابیؓ نے اپنے غلام کو حکم دیا:

جنگل سے بہترین لکڑیاں لا کر ایک منبر تیار کردو۔

جب منبر تیار ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ سے خطاب کرنے کے لیے منبر پر رونق افروز ہوئے، اس پر کھجور کے درخت کا وہ تنا جس سے آپ ﷺ پشت مبارک لگا کر ﷺ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، رونے لگا۔ اس کا رونا ایسا دردناک تھا جیسے اونٹنی اپنے بچے سے بچھڑ کر بلکتی ہے۔ یا کوئی بچہ اپنی ماں سے جدا ہو کر روتا ہے، اس کی فریاد اتنی غم انگیز تھی کہ یوں لگتا تھا جیسے شدت غم سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

مسجد نبوی ﷺ میں موجود تمام صحابہ کرامؓ نے اس آواز کو سنا اور بہت متاثر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ منبر سے اتر آئے اور اس تنے پر پہلے اپنا دست مبارک رکھا اور پھر اسے سینے مبارک سے چمٹا لیا۔ کھجور کا خشک تنا چپ ہو گیا، مگر اس کی ہچکی اسی طرح بندھی ہوئی تھی، جیسے روتے ہوئے بچے کو چپ کروایا جائے تو وہ چپ ہونے سے پہلے ہچکیاں لیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: اگر تو پسند کرے تو میں تیرے لیے یہ دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ تجھے جنت الفردوس کے درختوں میں اس مقام پر لگا دے جہاں میرا قیام ہو گا تو وہاں ابد الآباد تک رہے گا اور وہاں انبیاء کرامؑ اور اولیاء اللہ تیرا پھل کھایا کریں گے۔

صحابہ کرامؓ نے جس طرح پہلے کھجور کے تنے کے رونے کی آواز صاف اور واضح سنی تھی۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے جواب میں اس کھجور کے تنے کے جواب کو واضح طور پر سنا۔ اس نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ ! ایسا ضرور فرمایئے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس تنے کو مسجد نبوی میں دفن کروا دیا۔ (بخاری شریف، کتاب الجمعہ، سنن دارمی)۔ اس درخت کی یادگار کے طور پر اسی مقام پر ایک ستون استوانہ حنانہ کے نام سے مسجد نبویؐ میں آج بھی موجود ہے۔

خواجہ شمس الدین عظیمی کتاب ”محمد رسول اللہ (جلد دوم)“ میں ایک اور درخت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مکہ میں ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص جنات سے ملاقات کرنا چاہتا ہے وہ آج رات میرے پاس آجائے۔ ابن مسعودؓ کے سوا اور کوئی نہیں آئے۔ رسول ﷺ نے انہیں ساتھ لے کر مکہ کی ایک اونچی پہاڑی پر پہنچے۔ آپ ﷺ نے حصار کھینچ کر فرمائے کہ تم حصار سے باہر نہ آنا۔ حضور ﷺ نے ایک جگہ کھڑے ہو کر قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد ایک جماعت نے آپ ﷺ کو اس طرح گھیر لیا کہ آپ ﷺ ان کے بیچ چھپ گئے۔ جنات کے گروہ نے کہا کہ تمہارے پیغمبر ہونے کی کون گواہی دیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ درخت گواہی دیگا۔ آپ ﷺ نے اس درخت سے پوچھا میں کون ہوں۔ درخت نے گواہی دی کہ آپ ﷺ اللہ کے فرستادہ بندے اور آخری نبی ہیں۔ یہ دیکھ کر سارے جنات ایمان لے آئے۔

ادب رسول ﷺ بجا لانے والا ایک ایسا ہی درخت طائف کے مقام پر بھی تھا۔ کتاب الشفاء میں آیا ہے کہ غزوۂ طائف میں حضور اکرم ﷺ غنودگی کی حالت میں تھوڑا سا چلے۔ سامنے ایک بیری کا درخت تھا۔ قریب تھا کہ آپ ﷺ کا سر اقدس اس درخت سے ٹکرا جاتا۔ اچانک وہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہوا اور حضور ﷺ کو راستہ دے دیا۔ قاضی عیاض مالکیؒ نے فوزک کے حوالے سے لکھا ہے، وہ سعادت مند درخت (۱۰۸۳ء۔۱۱۴۵ء) آج بھی دو تنوں پر اسی جگہ موجود ہے۔ وہ جگہ لوگوں میں مشہور ہے اور قابل تعظیم بھی۔ (الشفاء، جلد اوّل، باب چہارم)

ایک درخت وہ بھی ہے جس کے نیچے نبی ﷺ نے اپنے صحابہ سے بیعت لی تھی، حدیبیہ کے مقام پر یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی خیانت کی خبر پہنچی: اس درخت کا قرآن مجید نے بھی ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے: یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ (سورۂ فتح)

لیکن میں آج آپ کو ایک ایسے "درخت" سے متعارف کرانا چاہتا ہوں، جو آج تک موجود ہے۔

یہ خوش نصیب اور سعادت مند درخت اردن (Jorden) کے ملک میں موجود ہے۔ اسے تعظیم رسولؐ کے طفیل بقائے دوام حاصل ہو گئی ہے۔ یہ درخت حجاز سے دمشق جانے والی قدیم تجارتی شاہراہ پر خیر القرون کی یادیں تازہ کر رہا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ اس پوری شاہراہ پر اس درخت کے علاوہ ایک پودا بھی پنپ نہیں سکا لیکن اس درخت کو آب وہوا کی شدت اور موسموں کے تغیر و تبدل سے کوئی خطرہ نہیں۔

اس مبارک درخت کا ذکر جامع الترمذی، کِتاب الدّعَوات، اَبوابُ المَناقِب میں باب ما جاء فی بدء نبوۃ النبی ﷺ (نبوت کی ابتداء کے متعلق باب) میں موجود ہے.... اس کے علاوہ المصنف ابن اَبی شیبہ، الثقات ابن حبان، دلائل النبوۃ ابو نعیم اصبھانی اور تاریخ طبری میں بھی اس کا ذکر ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک 12 برس تھی جب جناب ابو طالب نے روسائے قریش کے ہمراہ تجارت کی غرض سے سفر شام کا عزم کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی ساتھ چلنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ آپؐ کو بھی ساتھ لے لیا گیا۔ مورخین کے نزدیک یہ سفر 586ء میں ہوا۔ جب یہ قافلہ بیت المقدس کے شمال میں دمشق کے قریب بصریٰ کے مقام پر پہنچا تو ایک گھنے درخت کے قریب جناب ابو طالب سواری سے نیچے اترے۔ باقی اہل قافلہ نے بھی آرام کی غرض سے سواریوں کو کھلا چھوڑ دیا۔ اس زمانے میں یہ علاقہ رومی سلطنت کے زیر اقتدار تھا۔

عصر حاضر میں سائنس بھی شجر و حجر میں شعور کے موجود ہونے کو تسلیم کرتی ہے اور احادیث نبویہؐ سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ "احد"

(Ohud) پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ جبکہ ‘عیر’’ پہاڑ ہم سے بغض رکھتا ہے اور ہم بھی اس سے آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔

موجودہ جغرافیائی حدود کے مطابق یہ درخت مشرقی اردن میں صفوی کے مقام پر وادی سرحان کے قریب واقعہ ہے۔ حکومت اردن نے اس کے قریب حجاز سے شام کو جانے والی تجارتی شاہراہ کے آثار بھی تلاش کرلئے ہیں اور اس درخت کی ڈاکومنٹری بھی بنائی ہے۔ اس کی اہم نشانی یہ ہے کہ یہ سینکڑوں مربع میل تک لق ودق صحرا میں اگا ہوا تنہا درخت ہے۔

کتب سیرت میں یہ بھی درج ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تجارت کی غرض سے دوسری بار بھی شام گئے۔ دلائل النبوت میں لکھا ہے کہ امین وصادق کی حیثیت سے محمد رسول اللہ ﷺ کا شہرہ عام تھا۔ جب آپؐ کی عمر جب 25 سال تھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ مکہ کی معزز تاجر تھیں۔ انہوں نے سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام سے درخواست کی کہ وہ ان کا سامانِ تجارت لے کر شام تشریف لے جائیں۔ آپؐ حضرت خدیجہؓ کا سامان تجارت لے کر شام جاتے ہوئے بصریٰ کے مقام پر ایک خوش بخت درخت کے نیچے رُکے تھے۔

اس درخت کے متعلق مزید تفصیل کے لئے الوفا باحوال المصطفیٰ (ابن جوزی)، سیرت حلبیہ، الخصائص الکبریٰ، المواہب اللدنیہ اور مدارج النبوہ وغیرہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ انٹرنیٹ پر اس درخت کی تفصیل ملاحظہ کرنے کے لیے The Blessed Tree اور The only living Sahabi Tree کے عنوانات سے سرچ کیا جاسکتا ہے۔

اس مبارک درخت کی حقیقت سے متعلق the blessing tree کے عنوان سے دستاویزی فلم میں اردن کے شاہ عبداللہ دوم، شہزادہ غازی بن محمد، ڈاکٹر محمد سید رمضان، شیخ الحبیب عمر بن قتیح، پروفیسر حسین نصر اور شیخ عبدالحکیم مراد کی آراء بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے اس کے حقیقی ہونے کی گواہی دی اور اس کی زیارت کو اپنے لئے بڑی سعادت قرار دیا۔ چند افراد کے ایک قافلہ نے اس مبارک درخت کی زیارت کی اور اپنے سفر کا احوال سوشل میڈیا پر شیئر کرتے ہوئے بتایا کہ جب ہم نے اس درخت کو دیکھا تو ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ تاحد نظر اس بیابان میں یہ اکیلا درخت کس قدر سرسبز وشاداب ہے۔ ہم اس درخت کے سائے میں بیس منٹ موجود رہے۔ ہم ان لمحوں کی کیفیات بیان نہیں کرسکتے کہ ہم اس درخت کی شاخوں کو مس کر آئے ہیں جس نے دوعالم کے سردار ﷺ کی زیارت کی ہے۔ اس درخت نے ہمیں اپنے کیف آور سائے کی دولت دان کی جو اس نے حضورؐ پر نچھاور کی تھی۔

روایت ہے کہ حضورؐ نے اس درخت کو ٹھنڈی اور گداز چھاؤں فراہم کرنے پر دعا دی تھی۔ اس لیے یہ آج تک زندہ وسلامت ہے۔ قریباً ساڑھے 14 سو سال قبل حضورؐ سے ملاقات کا شرف پانے والے اس درخت کی ایک لق ودق صحرا میں موجودگی جہاں قدرت کا کرشمہ ہے وہیں اہل اسلام کے لئے محبت اور عقیدت کا ایک مرکز بھی بن گیا ہے۔

مقام غور ہے کہ اگر ایک درخت کو حب رسولؐ کی بدولت حیات دائمی نصیب ہوسکتی ہے تو اس دل پر موت کیسے وارد ہوسکتی ہے جو محبتِ رسول ﷺ کا گنجینہ بن جائے.....؟

◆

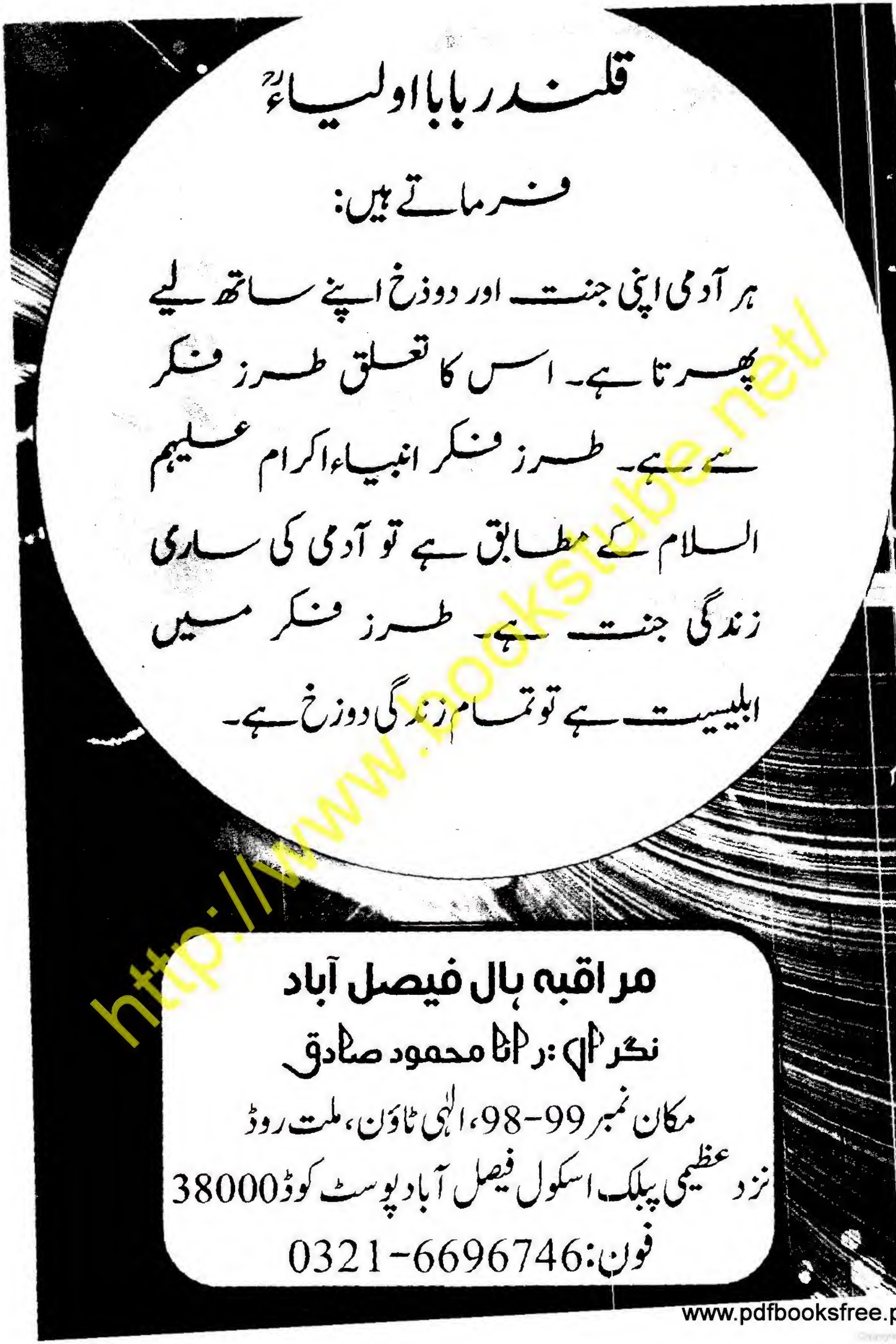

قلندر بابا اولیاءؒ

فرماتے ہیں:

ہر آدمی اپنی جنت اور دوزخ اپنے ساتھ لیے پھرتا ہے۔ اس کا تعلق طرز فکر سے ہے۔ طرز فکر انبیاء اکرام علیہم السلام کے مطابق ہے تو آدمی کی ساری زندگی جنت ہے۔ طرز فکر میں ابلیسیت ہے تو تمام زندگی دوزخ ہے۔

مراقبہ ہال فیصل آباد
نگران: رانا محمود صادق
مکان نمبر 99-98، الٰہی ٹاؤن، ملت روڈ
نزد عظیمی پبلک اسکول فیصل آباد پوسٹ کوڈ 38000
فون: 0321-6696746

ہمدرد کا شربتِ فولاد

بوند بوند میں فولاد
مضبوط رکھے جیسے فولاد

ہمدرد کا
شربتِ ف
Hamdard
SHARBAT FAULAD

بچوں بڑوں میں سبھی کے لئے نہایت مفید و موثر

ذہنی و جسمانی طاقت کے لئے ہمدرد کا شربتِ فولاد جس کی بوند بوند میں ہے فولاد کی طاقت۔ خاندان کے ہر فرد کے لئے شربتِ فولاد جو رکھے دن بھر چاق و چوبند۔

- بڑھتی عمر کے لئے
- بیماری کے بعد کمزوری دور کرے
- زمانہء حمل میں موثر

ہمدرد

عقل حیران ہے.....! سائنس خاموش ہے.....!

دلچسپ، عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعات و آثار
سائنس جن کی حقیقت سے آج تک پردہ نہ اُٹھا سکی.....

انسان سائنسی ترقی کی بدولت کہکشانی نظام سے روشناس ہوچکا ہے، سمندر کی تہہ اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر کامیابی کے جھنڈے گاڑ رہا ہے۔ زمین کے بطن میں اور ستاروں سے آگے نئے جہانوں کی تلاش کے منصوبے بنا رہا ہے۔ یوں تو سائنس نے انسان کے سامنے کائنات کے حقائق کھول کر رکھ دیے ہیں لیکن ہمارے ارد گرد اب بھی بہت سے ایسے راز پوشیدہ ہیں جن سے آج تک پردہ نہیں اُٹھایا جاسکا ہے۔

آج بھی اس کرۂ ارض پر بہت سے واقعات رونما ہوتے ہیں اور کئی آثار ایسے موجود ہیں جو صدیوں سے انسانی عقل کے لیے حیرت کا باعث بنے ہوئے ہیں اور جن کے متعلق سائنس سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے۔

— · · — · · — · · — · · — · · —

پیش گوئیوں کا تحفہ

جین ڈکسن

بین الاقوامی شہرت یافتہ، معروف نابغہ روزگار خاتون جین ڈکسن Jeane Dixon محتاج تعارف نہیں، قدرت نے انہیں پیشگوئیوں کی صلاحیت سے نوازا تھا۔ ان کی مشہور پیشگوئیوں میں صدر کینیڈی کا قتل، صدر سوئیکارنو کی معزولی، ویت نام کی جنگ، نہرو اور گاندھی کی موت، کمیونسٹ چین کا وجود میں آنا وغیرہ سو فیصد درست ثابت ہوئیں، ان کی کئی پیشگوئیاں غلط بھی ثابت ہوئیں۔ جین ڈکسن پر دنیا بھر میں مختلف زبانوں میں سینکڑوں کتب شایع ہوچکی ہیں۔

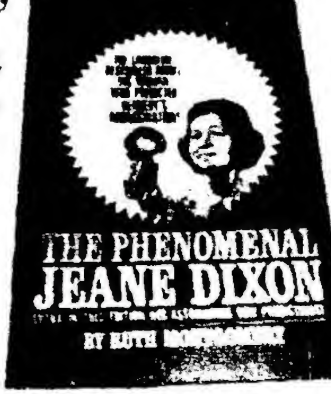

ذیل میں ہم روتھ منٹگمری Ruth Montgomery کی مشہور کتاب A Gift of Prophecy سے جین ڈکسن کی حیرت انگیز پیشین گوئیوں کے اثرات اور ان زندگی کے چند غیر معمولی، پراسرار واقعات پیش کر رہے ہیں۔

زندگی منطق کے بغیر تو گزر سکتی ہے جذبات احساسات اور وجدان کے بغیر نہیں.... پراسراریت میں انسان کی دلچسپی ازلی ہے اور ابد تک رہے گی۔ گو کہ پراسرار مافوق الفطرت صلاحیتوں اور باتوں کی کوئی منطق نہیں ہوتی اور نہ سائنس کے مروجہ اصولوں سے انہیں ثابت کیا جا سکتا ہے لیکن عشق محبت اور سچے خوابوں کی بھی تو کوئی عقلی توجیہہ یا تشریح نہیں کی جا سکتی البتہ ان کا ہونا ہی ان کی سائنس ہے۔ عقل کی محدودات میں انہیں سمیٹا نہیں جا سکتا۔ یہ سب غیر عقلی باتیں بھی لوازمات حیات ہیں۔ کچھ لوگ اپنی ان پراسرار خداداد صلاحیتوں کے معاملے میں اتنے تیار ہوتے ہیں جتنے بعض تخلیقی لوگ اپنے تخلیقی عمل میں ہوتے ہیں۔ یہ لوگ غیر معمولی اور پراسرار صلاحیتوں کو انسانیت کے لیے استعمال کرتے ہیں اور تاریخ میں ان کا نام امر ہو جاتا ہے۔

برِ صغیر میں صوفیوں، بزرگوں، درویشوں، عاملوں اور جوتشیوں وغیرہ پر یقین کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے، اس خطہ میں کئی ایسے برگزیدہ بندے گزرے ہیں جنہیں قدرت نے ایسی صلاحیتوں سے نوازا۔ جن سے وہ انسانوں کے باطن میں جھانک لیتے تھے۔ میلوں دور کی آوازیں سن لیتے تھے۔ وہ دنیا کے ماضی، حال مستقل اور مستقبل بعید کا ادراک رکھتے تھے۔ تاہم قدرت نے دنیا کے دیگر خطوں میں بھی ایسے نابغہ روزگار پیدا کیے ہیں جو پراسرار اور حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ایسی ہی نابغہ روزگار صلاحیتوں اور غیر معمولی بصیرت کی حامل خاتون جیسن ڈکسن Jeane Dixon ہیں۔

جیسن ڈکسن کا شمار دنیا کے مشہور روحانی عاملوں اور مستقبل بین لوگوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے اپنی زندگی میں ہی دنیا کی طاقتور ترین شخصیات میں تبدیلیاں پیدا کیں اور اپنی قوتوں کو مسترد کرنے والوں کے خیالات بھی بدلے۔

ڈکسن نے پچاس اور ساٹھ کی دہائی میں بہت اہم پیشین گوئیاں کی تھیں۔ ان کی پیش گوئیوں میں کئی سو فیصد درست ثابت ہوئیں، ان کی مشہور پیشگوئیوں میں ویت نام کی جنگ، امریکی صدر جان ایف کینڈی کا قتل، سپوتنگ کی پرواز، صدر سوئیکارنو کی معزولی، اداکارہ کیرل لومبارڈز اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل ڈاگ ہیمر شولڈ کے طیارے کے حادثے، تین خلابازوں کی اموات، اداکارہ مارلن منرو کی خودکشی، مارٹن لوتھر، نہرو اور گاندھی کی موت، کمیونسٹ چین کا وجود میں آنا وغیرہ شامل ہیں....

جیسن ڈکسن روز ویلٹ سے لے کر رونالڈ ریگن تک امریکی صدور کو مشوروں سے نوازا کرتی تھی، دوسرے ممالک کے کئی اہل اقتدار بھی ان پر یقین کرتے تھے۔

⁂

جیسن ڈکسن 1918ء میں امریکی ریاست وسکونسن Wisconsin کے شہر میڈفورڈ Medford میں پیدا ہوئیں۔ ان کا اصل نام لیڈیا ایما پنکرٹ Lydia Emma Pinckert تھا ان کے والدین جیرہارٹ اور ایما پنکریٹ Gerhart & Emma جرمنی سے آکر امریکہ میں آباد ہوئے تھے۔ جیسن بچپن میں ہی والدین کے ہمراہ میسوری اور کیلی فورنیا آگئی تھیں۔ انہوں نے سانتا روز کلف

اور لاس اینجلس میں پرورش پائی۔ ان کے والدین نے جین کی تربیت یورپ کی شائستہ روایات کے مطابق کی۔ قدرت نے انہیں غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا ہوا تھا۔ جین کی چھٹی حس کے بارے میں اشارات اس وقت سے ہی ملنا شروع ہو گئے تھے جبکہ انہوں نے بمشکل باتیں کرنا سیکھا تھا۔

ایک روز جبکہ وہ ابھی بہت ہی کم عمر تھی اپنی ماں سے کہنے لگی کہ وہ سیاہ حاشیے والے خط سے کھیلنا چاہتی ہیں۔ جین کی والدہ بیٹی کی اس خواہش پر خاصی پریشان ہوئی کیونکہ اسے اس نوعیت کے کسی خط کا علم نہ تھا لیکن دس ہی روز بعد انہیں ایک سیاہ حاشیے والا خط موصول ہوا جس میں ایما (جین کی والدہ) کے والد (جو جرمنی میں مقیم تھے) کے انتقال کی اطلاع دی گئی تھی۔

پانچ سال کی عمر میں اس نے ایک روز اپنی ماں سے کہا کہ ڈیڈی آج ایک سفید اور کالے رنگ کا کتا لے کر آئیں گے۔ جین کے والد جو آٹوموبائل ڈیلر شاپ کے مالک تھے اور اس وقت ہزاروں میل دور شکاگو میں تھے، واپسی پر اچانک تحفے کے طور پر اپنے ہمراہ ایک قوی الجثہ سیاہ و سفید کتا لے کر آئے، لیکن یہ جان کر حیرت زدہ رہ گئے کہ جین کو پہلے سے ہی یہ بات معلوم تھی۔ جین نے بتایا کہ انہوں نے اپنے باپ کو کتا خریدتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

جین جب آٹھ برس کی تھی تو ان کی ماں انہیں لوتھر بربینک کی جاگیر میں خیمہ زن ایک دست شناس خانہ بدوش عورت (جپسی Gypsy) کے پاس لے گئیں۔ اس خانہ بدوش عورت نے بچی کی بائیں ہتھیلی کو دیکھتے ہوئے بڑے متجسس انداز میں کہا

جین ڈکسن

”یہ دیکھو! ابھارِ قمر Mount of Luna اور ابھار زہرہ Mount of Venus کے درمیان نیچے یہ ہے ستارۂ داؤد Star of David اور یہاں سے بچی کے خطِ ذہن Head Line کو دیکھو، دوہری لکیر نکل رہی ہے۔ یہ نشانی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بچی مستقبل کے بارے میں بتانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی دائیں اور بائیں دونوں ہتھیلیوں میں مخصوص ستارے ہیں اور ایک ستارہ تو خطرناک حد تک خطِ ذہن پر چڑھ گیا ہے۔ بیرونی ہتھیلی کی طرف چاند کا نشان بھی ہے۔

خانہ بدوش عورت انتہائی جوش و مسرت سے کہہ رہی تھی

” اس بچی کو مستقبل کے بارے میں بتلانے کی صلاحیت قدرت کی طرف سے ودیعت ہوئی ہے“۔

یہ کہہ کر وہ بوڑھی عورت اپنے ڈھکے ہوئے چھکڑے میں گئی اور ایک شیشے کا بلوری سا گولا

Crystal ball لے آئی، اور جین سے کہنے لگی

" لو یہ گیند تمہارے لیے ہے تم اس میں بہت عجیب وغریب چیزیں دیکھ سکو گی"۔

شروع شروع میں تو ننھی جین اسے ایک ایسا کھلونا تصور کرتی رہی جس میں اسے تصاویر نظر آتی تھیں، اس کا خیال تھا کہ دوسرے لوگ بھی اس کی طرح اس شیشے کی گیند میں تصویریں دیکھ سکتے ہیں مگر حقیقت میں ایسا نہ تھا۔ جین کے خاندان کی ایک آیا اکثر اوقات جین کے بتائے ہوئے اشارات کی تشریحات کیا کرتی تھیں۔ جین کی والدہ نے بچی کی اس حس کو ابھارنے میں اس کی بہت حوصلہ افزائی کی۔ بہت جلد لوگوں کو جین کی اس صلاحیت کا احساس ہو گیا اور پھر اکثر اوقات اجنبی بھی بچی کے پاس مشورے کے لیے آنے لگے۔

❖ ❖ ❖

1927ء میں جین کی عمر جب نو برس کی تھی تو ایک روز ایک عورت میری ڈریسلر اس کے پاس آئی جو ایک اداکارہ کی حیثیت سے بری طرح ناکام ہو چکی تھی، ایک وقت تھا کہ چارلی چیپلن جیسے اداکار کو پہلا بڑا رول اس کی وجہ سے ملا تھا، لیکن بڑھتی عمر کے ساتھ اس کی شہرت ماند پڑنے لگی تھی اور اب وہ اس پیشے کو ترک کر کے ایک بورڈنگ ہاؤس کھولنا چاہتی تھی۔ جین نے اپنی بلوری گیند میں دیکھتے ہوئے اسے بتایا کہ وہ بورڈنگ ہاؤس کھولنے کا ارادہ ترک کر دے کیونکہ وہ عنقریب اداکاری سے بہت نام پائے گی اور لاکھوں ڈالر کمائے گی۔ بعد ازاں جب میری ڈریسلر نے دوبارہ اپنے کیریئر کا آغاز کیا تو ملک کی فلمی صنعت میں ان کا کا نام بہت نمایاں ہوا اور اسے بہترین اداکارہ کے دو اکیڈمی ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ وہ اکثر کہا کرتی تھی کہ اس کی کامیابی جین کی پیش گوئی کی مرہون منت ہے۔

اپنے لڑکپن میں جین رشتہ داروں اور عزیزوں کو مستقبل کے لیے مشورے دیا کرتی تھی، لیکن دوسری عالمی جنگ کے دوران 1939ء میں اس کی شادی جیمز ڈکسن James Dixon کے ساتھ ہو گئی جو واشنگٹن میں ریئل اسٹیٹ کا بزنس کرتا تھا، جیمز کے واشنگٹن کی کئی باا‌ثر شخصیات سے اچھے تعلقات تھے۔ واشنگٹن میں اقامت اختیار کرنے پر جین نے صحیح معنوں میں شیشے کی گیند کا استعمال شروع کیا۔

ہر روز کی طرح ایک صبح وہ ارتکاز توجہ کی مشق کے لیے بلوری گیند دیکھ رہی تھی کہ اس نے ایک جہاز تباہ ہوتے دیکھا، اسی شام جین کا شوہر جیمز، جہاز کی ٹکٹ لے کر آیا، اسے بزنس ٹرپ کے لیے شکاگو، نیویارک اور ڈیٹرویٹ جانا تھا، لیکن جین نے اسے منع کر دیا اور بتایا کہ یہ جہاز تباہ ہونے والا ہے۔ جیمز نے اسے مذاق سمجھا، لیکن جین کے اصرار پر وہ ٹرین کے سفر پر راضی ہو گیا، دوسرے دن خبر آئی کہ وہ جہاز شکاگو پہنچنے سے پہلے گر کر تباہ ہو گیا، اس روز جیمز کو اپنی بیوی کی صلاحیتوں کا اندازہ ہوا۔

اس کے بعد جین اپنے شوہر جیمز کے رشتہ دار اور دوستوں کو قسمت اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کے متعلق بتاتی رہی۔ جلد ہی وہ واشنگٹن کی پیش بین Washington prophetess کے نام سے پکاری جانے لگی۔ اس دوران اس نے اپنا نام لیڈیا سے تبدیل کر کے جین رکھ لیا۔

❖ ❖ ❖

جنوری 1942ء میں ایک مرتبہ لاس اینجلس کے ایک سالون میں ان کی ملاقات اتفاقاً مشہور اداکارہ کیرول لومبارڈ سے ہوگئی، اس چھوٹی سی ملاقات میں انہوں نے کیرول کوہدایت کی کہ چھ ہفتے تک ہوائی سفر نہ کرے۔ لیکن کیرول نے کہا کہ بہت جلد وہ جنگ عظیم دوم کے امدادی ٹور کے لیے جانے والی ہے، جین نے کہا کہ اگر سفر ضروری ہے تو کار یا ٹرین سے کیا جائے، یہ کہہ کر جین چلی گئیں۔ بعد میں کیرول نے ایک سکہ اچھال کر ٹاس کیا کہ اگر ہیڈ آیاتو میں یہ بات ضرور مانوں گی لیکن ٹاس میں ٹیل آیا اب اس نے جین کی بات پر توجہ نہ دی اور اسی ہفتہ جہاز کے سفر پر روانہ ہوگئی اور پلین کریش حادثہ میں ہلاک ہوگئی۔

رفتہ رفتہ جین کی شہرت مشہور سیاسی، سماجی اور فلمی شخصیات تک بھی پہنچ گئی، ایسے میں واشگٹن کے اور حکومتی نمائندوں کا جین ڈکسن سے رجوع کرنا فطری امر تھا۔ 1941ء میں پرل ہاربر کے حادثہ کے بعد وہ واشگٹن میں ایک حکومتی ادارے ہوم ہاسپٹلٹی کمیٹی میں اعزازی خدمات دینے لگیں۔ وہ پارٹیوں میں سروس مین کا نفسیاتی تجزیہ کرنے لگیں، لیکن ایک مرتبہ ان کی قابلیت کا ذکر سفیروں کے اعلیٰ حلقے تک پہنچ گیا۔ سیاستدان اور اعلیٰ شخصیات اس سے رابطہ کرنے لگیں۔

نومبر 1944ء میں ایک روز جین ڈکس کو فون آیا کہ امریکی صدر روزویلٹ ان سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ وائٹ ہاؤس پہنچیں تو صدر کے خاص گارڈ ولیم سائمن خصوصی طور پر انہیں آول روم لے گئے، ان دنوں صدر روزویلٹ بیمار تھے، لیکن صدر نے انہیں بیماری کے متعلق بتائے بغیر پوچھا کہ

جین ڈکسن، بلوری گیند کے ہمراہ

"میرے ذمہ ایک بڑا کام ہے، لیکن پتہ نہیں کہ اسے پورا کرنے میں کتنا وقت درکار ہے، تو تم مجھے کیا مشورہ دو گی کہ میں کتنے عرصہ میں اس کام کو پورا کرنے کی کوشش کروں۔"

جین ڈکسن نے اپنے بلوری شیشہ میں دیکھا اور پھر صدر کی ہتھیلی دیکھتے ہوئے کہا کہ "چھ مہینے سے بھی کم وقت میں....." روم میں سکوت چھا گیا۔

اس کے بعد روزویلٹ نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا "اچھا یہ بتاؤ کہ کیا کبھی روس ہمارا اتحادی بن پائے گا۔"

جین نے کہا کہ "میں دیکھ رہی ہوں کہ روس سے اتحاد کرنے میں ابھی وقت لگے گا، مگر اس سے پہلے سرخ کمیونسٹ چین امریکہ کے لیے کافی دردِ سر کا باعث ہو گا۔"

"کمیونسٹ چین"..... صدر نے حیرت سے کہا "مگر چین تو کمیونسٹ ملک نہیں ہے"۔

جین نے کہا:

”بہت جلد چین کمیونسٹ بن جائے گا اور چین کی مداخلت کے باعث لاتعداد افریقی اور ایشیائی قومیں امریکہ کے خلاف ہو جائیں گی۔“

روزویلٹ نے کہا کہ ”چین سے ہماری کوئی لڑائی نہیں ہے مجھے تو سویت یونین کی طرف سے فکر مندی ہے۔“

یہ میٹنگ یہیں اختتام کو پہنچی۔ دو مہینے بعد جنوری میں جین ڈکسن کو دوبارہ صدر روزویلٹ نے صلاح مشورے کے لیے نجی طور پر وائٹ ہاؤس بلایا۔

اس بار بھی جین نے کہا کہ آپ کے پاس چند مہینوں کا وقت ہے۔ ایک روز نائب صدر ہیری ٹرومن کی ہتھیلی دیکھتے ہوئے کہا کہ ”امریکہ کا صدر بننا آپ کے نصیب میں ہے“۔

جین کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی چار ماہ بعد اپریل 1945ء میں صدر روزویلٹ انتقال کر گئے اور روزویلٹ کے بعد ہیری ٹرومن اگلے صدر بنے۔ دو سال بعد 1949ء میں ملک ”چین“ کے کمیونسٹ بننے کی پیشگوئی بھی پوری ہو گئی۔

پھر جین نے حیرت انگیز درستگی کے ساتھ عالمی واقعات کی پیش بینی کی۔ 1945ء میں برطانیہ میں ہونے والے الیکشن میں جین نے چرچل کی شکست کی پیشگوئی کی، جو حرف بہ حرف پوری ہوئی اور کلیمنٹ ایٹلی برطانیہ کا اگلا وزیر اعظم بن گیا۔

❖ ❖ ❖

اکثر اوقات سفارت خانوں کی تقریبات میں شمولیت کے باعث جین کے تعلقات بہت سے سفیروں اور ان کی بیگمات سے استوار ہو گئے تھے۔

جین نے ایک انتہائی حیران کن پیش گوئی 1945ء میں کی تھی۔ ایک دعوت جو انڈیا کے لیفٹیننٹ جنرل سر گرجا شنگر باجپائی کی طرف سے دی گئی تھی اس میں ایک فوجی اتاشی Attache نے اپنا تعارف بطور نوابزادہ شیر علی خان پٹوڈی کرواتے ہوئے جین ڈکسن سے درخواست کی کہ وہ ان کے بارے میں کچھ بتائیں۔

اگلے روز جین نے انہیں اپنے شوہر کے دفتر میں بلوایا۔ وہاں اپنی بلوری گیند کو دیکھتے ہوئے جین کہنے لگیں ”ہندوستان دو سال کے اندر تقسیم ہو جائے گا“۔

اس پر ششدر ہو کر کرنل صاحب نے کہا ”مسز ڈکسن ایسا کبھی نہیں ہو سکتا“۔

جین نے سپاٹ لہجہ میں کہا ”اس تقسیم کا اعلان 2 جون 1947ء کو ہو جائے گا اور مزید یہ کہ کرنل صاحب ہندوستان چھوڑ کر دوسری طرف چلے جائیں گے اور وہاں جا کر بہت جلد ترقی کریں گے“۔

اس پر کرنل نے چلا کر کہا ”نہیں نہیں ایسا کبھی نہیں ہو گا“۔ اس کے بعد جین اور اس کے خاوند کی ہندوستانی کرنل سے بسا اوقات واشنگٹن میں ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

2 جون 1947ء کی صبح کو کرنل نے جین کو فون کیا اور کہا ”اس کی پیش گوئی غلط ثابت ہو گئی ہے“۔ جین نے پر سکون لہجے میں جواب دیا ”ابھی دن تو ختم نہیں ہوا“ اگلی صبح اخباروں کی شہ سرخیوں میں ہندوستان کی تقسیم کے بارے میں پڑھ کر کرنل صاحب ہکا بکا رہ گئے۔

کچھ ہی عرصہ بعد کرنل شیر علی دوسری طرف

جین ڈکسن، امریکی صدر رونالڈ ریگن (1981-1989) اور صدر رچرڈ نکسن (1969-1974) کے ہمراہ خوشگوار موڈ میں....

یعنی پاکستان آگئے اور چند عشروں میں جنرل بنا دیے گئے اور پھر یوگوسلاویہ میں پاکستان کے سفیر مقرر ہوئے۔

جین ڈکسن نے پاکستان کے بارے میں اور بھی پیش گوئیاں کی تھی، کتابوں میں ملتا ہے کہ جب صدر پاکستان فیلڈ مارشل جنرل محمد ایوب خان امریکہ دورے پر گئے تو ان کی ملاقات جین ڈکسن سے ہوئی۔ جین ڈکسن نے نا صرف 1968ء کے بعد صدر کی معزولی کی پیش گوئی کی بلکہ اس کے بعد ہونے والی پاک بھارت جنگ اور اس سے پاکستان کو پہنچنے والے نقصان (سقوطِ مشرقی پاکستان) کی بھی پیش گوئی کر دی تھی۔ جین ڈکسن کا کہنا تھا کہ آئندہ صدی میں 2000ء کے بعد پاکستان کا بہترین دور شروع ہو گا۔

❖ ❖ ❖

ایک دن ارل جیلی کو Earl Jellicoe نے جو واشنگٹن میں برطانوی سفارت خانے کے سیکنڈ سیکرٹری تھے، جین کو مدعو کیا۔ وہ جین سے یہ جاننا چاہتے تھے کہ آخر ہندوستان کی تقسیم کے دو سال پیشتر ہی جین کو اس کی قطعی تاریخ کیسے معلوم ہوگئی تھی۔ جبکہ صرف دو دن بیشتر برطانوی ہاؤس آف کامنز نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ تقسیم کی منظوری نہیں دے گا۔ جین نے وضاحت کی کہ دراصل بلوری گیند میں اسے یہ تاریخ بالکل واضح طور پر لکھی ہوئی نظر آگئی تھی۔ وہ جیلی کو کی حیرانگی کو کم کرنے کے لیے کہنے لگی۔

”مشرق بعید کے لوگوں کا مطالعہ میرے لیے مغربی ممالک کے لوگوں کے مطالعے کی نسبت آسان ہے کیونکہ یہ لوگ میرے راستے میں رکاوٹیں نہیں ڈالتے۔ ویسے بھی ایشیائی لوگوں میں قدرت کی طرف سے ودیعت کی گئی یہ خاصیت ہے کہ وہ روحانی اور نفسیاتی معاملات میں خود کو جذب کر لیتے ہیں“۔

❖ ❖ ❖

اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ہندوستان کے بارے میں جین نے ایک اور اہم اور چونکا دینے والی پیش گوئی کی۔ 1947ء کی ایک وسط گرما کی شام جین کے خاوند کا ایک دوست ڈینسل میگنر جو کہ انتظامی امور کا مشیر تھا، اس کے خاوند کے پاس مشرق بعید کے دورے کے بارے میں مشورہ کرنے آیا۔

کمرے کی دوسری جانب جین لاتعلقی سے ان کی گفتگو سن رہی تھی لیکن جب اس کے کان میں ”نئی دہلی“ کے الفاظ پڑے وہ فوراً بول اُٹھی

”مہاتما گاندھی قتل کر دیے جائیں گے“۔

جب دونوں اشخاص نے مڑ کر جین کی طرف دیکھا تو جین بولی

”یہ بالکل درست ہے کہ میں نے ابھی ابھی مہاتما گاندھی کی ایک جھلک دیکھی ہے وہ اپنے لوگوں کو ایسے مذاہب کے بارے میں جن کو وہ مغرب کا حمایتی تصور کرتے ہیں رواداری کی تلقین کر رہے تھے۔ ان کو چھ ماہ کے اندر اندر ایک ایسا شخص قتل کر دے گا جس کے بارے میں شک کرنا بھی مشکل ہے“۔

اگلے ہی چھ ماہ میں 30 جنوری 1948ء کو مہاتما گاندھی کو قتل کر دیا گیا۔ اور قاتل کا تعلق ہندو مہاسبھا کے سیاسی گروہ سے تھا۔

❖ ❖ ❖

1948ء کے بعد سے جین ڈکسن نے ہر صدارتی انتخاب کا نتیجہ بالکل ٹھیک بتایا۔

اس ضمن میں جین ڈکسن کا کہنا تھا کہ اسے اپنی بصیرت تین ذرائع سے حاصل ہوتی ہے.... شیشے کے گیند کو غور سے دیکھنے پر، کسی شخص کی عزیز چیز کو چھونے پر یا براہِ راست القا یا الہام آنے پر۔

1952ء میں جب وہ ایک گرجا میں دعا کر رہی تھیں تو انہوں نے اپنے وجدان سے مستقبل کے کچھ مناظر دیکھے کہ:

”گھنے نسواری بالوں اور نیلی آنکھوں والا ایک ڈیموکریٹک صدر ایک ایسے آدمی کے ہاتھوں قتل ہو گا جس کا نام O یا Q سے شروع ہوتا ہے۔“

ایک امریکی صحافی کو چار سال بعد اس کی پیش گوئی کا پتہ چلا۔ اس نے 1956ء کے ایک رسالے پریڈ Parade magazine میں اس پیشگوئی کا تذکرہ کیا۔ 1956ء میں جین نے واشنگٹن کے دورے پر آئے ہوئے ایک کمیونسٹ افسر کو بتایا کہ امریکہ کا اگلا صدر کینیڈی ہو گا اور اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس وقت امریکہ کا صدر آئزن ہاور تھا اور اس کا نائب رچرڈ نکسن تھا۔ لوگوں کو رچرڈ نکسن کے صدر بننے کی کافی اُمید تھی، لیکن 1960ء کے الیکشن میں ڈیموکریٹک پارٹی کے جان ایف کینیڈی ہی صدر بنے۔ ابھی اس پیش گوئی کا دوسرا حصہ پورا ہونا باقی تھا۔

1963ء میں جین ڈکسن نے پیش گوئی کی کہ ”میں وائٹ ہاؤس پر سیاہ بادل منڈلاتا ہوا دیکھ رہی ہوں“۔ جین نے کینیڈی کو ڈلاس، ٹیکساس کا دورہ منسوخ کرنے کی درخواست کی کیونکہ O یا Q کے ساتھ شروع ہونے والے نام کا حامل شخص اس کے خواب میں آیا تھا۔ کینیڈی کے حلقے کے بہت سے لوگوں نے اسے سر پر منڈلاتے ہوئے خطرے سے خبردار کیا۔ سیکرٹریوں اور ایک بہن نے بھی اس متعلق تشویش ظاہر کی لیکن کینیڈی نے ان باتوں پر کان نہ دھرا۔

22 نومبر 1963ء کے روز جین مسز بیکا اور مسز ہارلے کے ہمراہ واشنگٹن ڈی۔ سی کے مے فلاور ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھانے کے لیے گئیں۔ مسز ربیکا جو ایک معمر خاتون تھیں کھانے کے دوران مسز ہارلے کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف

JEANE DIXON
My Life and Prophecies
Her own story
How astrology can help you find your place in God's plan
JEANE DIXON'S Yesterday, Today and
LA BOLA de CRISTAL
LA FENOMENAL JEANE DIXON
PSYCHIC TIMES
JEANE DIXON: Who Is She?
A GIFT OF PROPHECY
JEANE DIXON THE WITNESSES
BY DENIS BRIAN

جین ڈکسن کی زندگی اور پیش گوئیوں پر لکھی جانے والی چند کتب و رسائل

ہو گئیں۔ معاً ان کا دھیان جین کی طرف ہوا۔ مسز ربیکا نے محسوس کیا کہ جین غیر معمولی طور پر مضطرب ہیں اور کھانا بھی نہیں کھا رہیں۔

"کیا بات ہے، میری بچی تم کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہو؟" مسز ربیکا نے شفقت سے دریافت کیا۔ سیاہ بالوں والی پرکشش جین نے آنکھیں مونڈتے ہوئے کہا" مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ صدر کو کچھ ہونے والا ہے"۔

"کیا کہہ رہی ہو...؟"

مسز ربیکا اس کی بات پر جھلا کر بولیں اس پر مسز ہارلے فوراً ہی بولیں " ہاں جین کل ہی کہہ رہی تھی کہ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جلد ہی صدر کو کوئی حادثہ پیش آنے والا ہے"۔

" تو تم کیوں اس قدر فکر مند ہو جو ہونا ہے سو ہو کر رہے گا، مصیبت کو اس طرح قبل از وقت بیان کرنے سے کچھ اچھا تاثر نہیں ہوتا"۔ مسز ربیکا نے تسلی دیتے ہوئے جین کا ہاتھ سہلایا۔

کچھ ہی دیر بعد بیرے نے انہیں صدر پر قاتلانہ حملہ کی اطلاع دی جو وہ ریڈیو پر سن کر آ رہا تھا۔ اگرچہ وہ کہہ رہا تھا کہ صدر محض زخمی ہوئے ہیں مگر جین کو یقین تھا کہ صدر کا انتقال ہو چکا ہے اور ان کا یہ یقین بالکل صحیح تھا۔ دریں اثناء صدر کینیڈی کا انتقال ہو چکا تھا۔ صدر پر گولی چلانے والے کا نام O حروف سے تھا یعنی اوسوالڈلی ہاروے۔

❖❖❖

کینیڈی کی موت کے بعد جین ڈکسن کی شہرت دنیا بھر میں پھیل گئی۔ اگلے سال ایک خود نوشتہ سوانح عمری نے اُن کی شہرت کو مزید بڑھایا۔ 1966ء میں وہ ایک عالمگیر مشہور شخصیت بن چکی تھی.... اور جلد ہی ایک اور اہم پیش گوئی کی۔

امریکہ کے اپالو سپیس پروگرام کی فلائٹ روانہ ہونے سے تین سال قبل، دسمبر 1966ء میں جین ڈکسن نے واشنگٹن میں ایک خلا باز کی بیوی مسز سٹاؤٹ کے ساتھ کھانا کھایا۔ اچانک انہوں نے نے مسز سٹاؤٹ کا ہاتھ تھام لیا اور کہنے لگیں : ”کیپسول کے فرش میں کوئی مسئلہ لگتا ہے۔ یہ ٹین کے ڈبے جیسا پتلا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کوئی اوزار گرنے یا بوجھ پڑنے سے یہ پھٹ جائے گا۔ نیچے اُلجھی ہوئی تاروں کا ایک جال دکھائی دے رہا ہے.... میں ایک خوفناک آتشی تباہی دیکھ رہی ہوں۔ مجھے محسوس ہورہا ہے کہ خلا بازوں کی روحیں دھوئیں کے مرغولوں کی طرح کیپسول سے باہر نکل رہی ہیں....“

27 جنوری 1967ء کو اچانک آگ لگنے کے باعث اپالو میں ٹیسٹنگ کرتے ہوئے تین خلاء باز اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ آگ لگنے کی وجوہات میں الیکٹرانک نقص بھی شامل تھا۔

جین ڈکسن، عمر کے آخری ادوار میں
اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے

جین ڈکسن نے مارٹن لوتھر کنگ، مارلن منرو اور رابرٹ کینیڈی کی موت کے متعلق بالکل درست پیش گوئی کی۔

اس کے علاوہ ویت نام کی جنگ، صدر سوئیکارنو کی معزولی، سپوتنک کی پرواز، اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل ڈاگ ہیمر شولڈ کے طیارہ حادثے کے متعلق بھی درست پیشگوئیاں کیں۔

خیال کیا جاتا ہے کہ اُن کی تقریباً 99 فیصد پیشگوئیاں درست ثابت ہوئیں۔ جو ایک فیصد درست ثابت نہیں ہوئیں اُن میں تین مشہور ہیں۔ ان میں 1958ء میں تیسری عالمی جنگ چھڑنے، روس کے چاند پر اترنے اور 1967ء تک کینسر کے علاج میں پیش رفت ہونے کی پیش گوئیاں تھی۔

جین ڈکسن کے کل 8 کتابیں تحریر کیں خود اُن کی زندگی پر کئی کتابیں لکھی گئیں، انہوں نے مختلف اداروں میں لیکچرز بھی دئے، انہوں نے اپنی کتب اور لیکچروں سے ملنے والی دولت بچوں کے لیے کام کرنے والی اپنی این جی او وقف کر رکھا تھا۔

25 جنوری 1997ء کو یہ نابغہ روزگار اور حیرت انگیز صلاحیتوں کی حامل خاتون 79 برس کی عمر میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئیں۔

(یہ مضمون ریڈرز ڈائجسٹ، ستمبر 1965ء کے آرٹیکل کرسٹل بال Crystal Ball اور روتھ منٹگمری Ruth Montgomery کی کتاب A Gift of Prophecy سے ماخوذ ہے)

⁂

عجیب

دنیا بھر میں رونما ہونے والے دلچسپ اور عجیب واقعات

1. سانپ جزیرہ
2. خودکشی کا جنگل
3. گڑیوں کا جزیرہ
4. آسیب زدہ پُل
5. خلائی مخلوق کا جنگل
6. گھوسٹ ٹاؤن
7. ڈھانچوں والی جھیل
8. ہڈیوں سے بنا چرچ
9. آگ اگلتا جزیرہ
10. چمگادڑوں کا باغ

دنیا کے سب سے خوفناک، دہشت انگیز اور پُرہیبت ترین مقامات

گذشتہ ماہ ہم نے اپنے قارئین کو چند انتہائی دلچسپ اور دلکش، عجیب اور پُراسرار مقامات کے احوال سے آگاہ کیا تھا۔

دنیا میں ایسے مقامات کی کوئی کمی نہیں جو دیکھنے والوں کو اپنے سحر میں مبتلا کر لیتے ہیں مگر ایسی جگہیں بھی اسی کرۂ ارض میں موجود ہیں جن کا نظارہ کسی کو بھی خوفزدہ کر دیتا ہے یا کانپنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ دنیا کے ایسے ہی چند دہشت ناک ترین مقامات سے آگہی امید ہے کہ آپ کی دلچسپی کا باعث ہو گی۔

دنیا کے ان دہشت انگیز، پُرہیبت اور خوفناک ترین مقامات میں سے کچھ تو قدرتی طور وجود میں آئے ہیں اور کچھ انسانوں کی مہارت کا کمال ہیں۔

سانپ جزیرہ

برازیل Brazil کی ریاست ساؤ پالو São Paulo اپنے منفرد لینڈ اسکیپ کے باعث دنیا بھر کے سیاحوں کے لیے جنت شمار کی جاتی ہے۔ طویل ساحلی پٹی کی حامل اس ریاست سے تیس کلومیٹر کی دوری پر سمندر میں ”سانپ جزیرہ“ Snake Island واقع ہے، جسے مقامی زبان میں ایلہا ڈی کوئیمیڈا گرانڈ Ilha da Queimada Grande کہا جاتا ہے۔

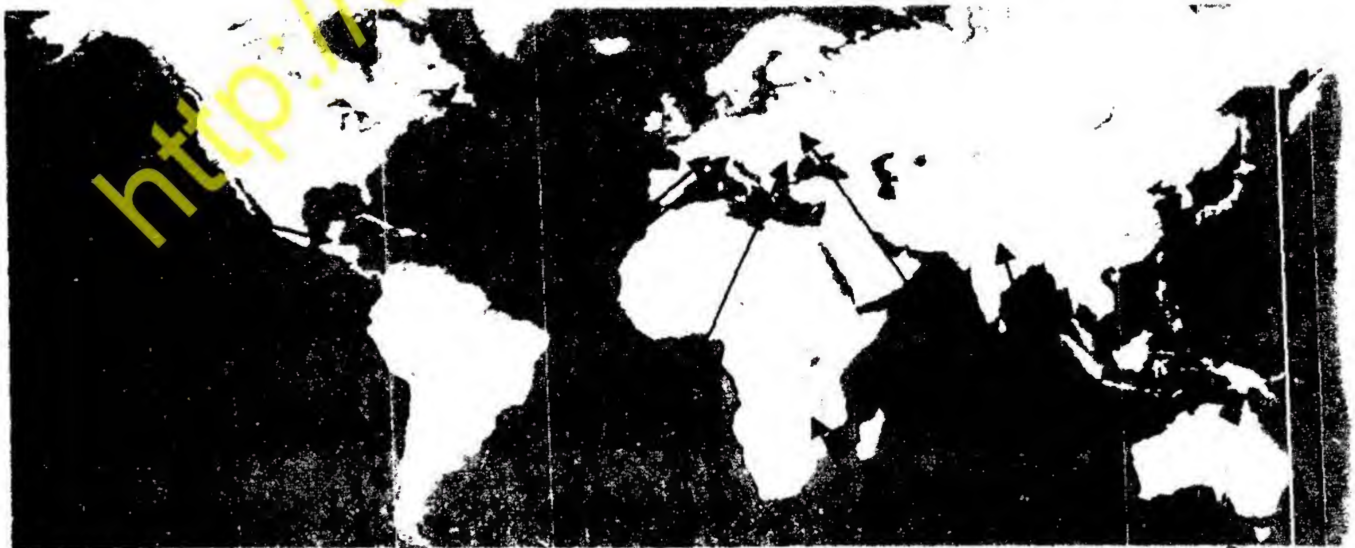

سانپ جزیرہ، برازیل

یہ جزیرہ زہریلے سانپوں کی کثرت کے باعث عوام کے لیے ممنوع مقام ہے۔ اس جزیرے میں سانپوں کی انتہائی زہریلی قسم فرڈی لانس کی کثرت ہے۔ چار لاکھ تیس ہزار مربع میٹر پر محیط اس جزیرے میں گولڈن لانس ہیڈ نامی زہریلے سانپوں کی تعداد کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہر مربع میٹر رقبے پر کم از کم تین یا چار سانپ موجود ہیں۔ پرندوں کو بطور غذا استعمال کرتے ہوئے عرصۂ دراز سے پلنے والے ان سانپوں کی مجموعی تعداد کے حوالے سے مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ تاہم محتاط اندازے کے مطابق جزیرے پر پانچ سے سات ہزار سانپ ہمہ وقت پھنکارتے رہتے ہیں اور سینکڑوں سانپ اس جزیرہ کے ارد گرد پانی کے اندر بھی تیرتے نظر آتے ہیں۔ پہاڑی پر مشتمل اس جزیرے کا کوئی ہموار ساحل نہیں ہے، لہٰذا یہاں اگر کوئی اپنے قدم رکھنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا استقبال پہاڑی کے ساتھ درختوں پر لٹکتے ہوئے دو سے تین فٹ طوالت کے سانپ کرتے ہیں۔

اس جزیرے کی واحد عمارت برازیلین بحریہ کا لائٹ ہاؤس ہے جو عرصہ دراز سے غیر آباد ہے۔

خود کشی کا جنگل

جاپان کے تاریخی پہاڑ فیجی Fuji کے شمال مغرب میں ضلع "یاما ناشی" کے کنارے پینتیس مربع کلومیٹر پر

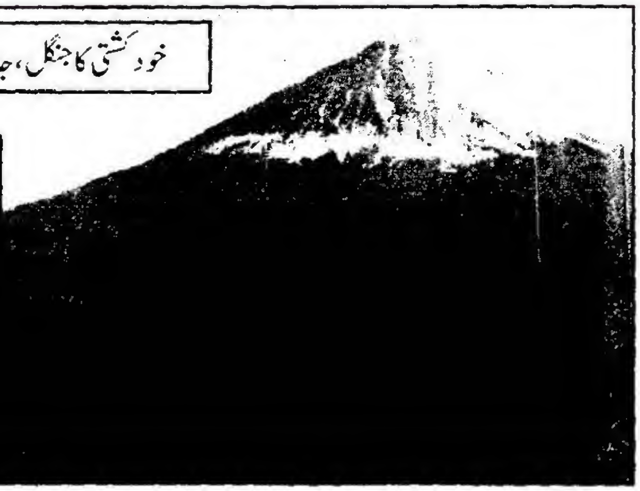

خود کشی کا جنگل، جاپان

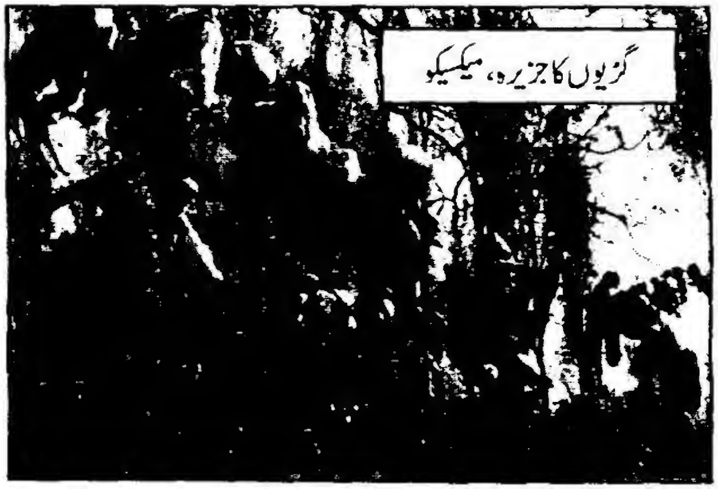

گڑیوں کا جزیرہ، میکسیکو

پھیلا ہوا واقع تاریک جنگل اوکیگھارا Aokigahara Forest دہشت کی علامت ہے، یوں تو درختوں کا سمندر کے نام سے معروف اس جنگل کی سرسراتی سرد ہوائیں، تاریکی میں ڈوبے کیچڑ میں ایستادہ ہیبت ناک درخت اور ان سے ٹکراتی ہواؤں سے پیدا ہونے والی آوازیں اسے خوفناک بناتی ہی ہیں لیکن اس جنگل میں قدم قدم پر موجود انگنت لاشیں اسے مزید دہشتناک بنادیتی ہیں، جی نہیں یہ جنگل کوئی قبرستان نہیں ہے بلکہ یہ جنگل جاپانیوں کے لیے خودکشی کا سب سے پسندیدہ مرکز ہے۔

جاپان میں خودکشیوں کا تناسب دنیا کے کسی بھی ملک سے زیادہ ہے۔

اوکیگھارا جنگل میں خودکشیوں کے بڑھتے ہوئے رجحان کو روکنے کے لیے انتظامیہ کی جانب سے تنبیہی کتبے بھی لگائے گئے ہیں۔ لیکن اب بھی یہاں سالانہ اوسطاً سو سے زائد افراد موت کو گلے لگاتے ہیں۔ اس جنگل کا ماحول، درختوں سے پھندا لگی جھولتی لاشیں، بدبو اور قدموں تلے بکھرے ڈھانچے اور ہڈیاں دیکھنا بھی کمزور دل حضرات کے لیے موت کا باعث بن سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر سیاح اوکیگھارا جنگل کو دور سے ہی دیکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

گڑیوں کا جزیرہ

شمالی امریکا میں واقع ملک میکسیکو کے دارالحکومت میکسیکو شہر کے جنوب میں اٹھائیس کلومیٹر کی دوری پر واقع قصبہ "ژوشی ملکو" Xochimilco کا بیشتر حصہ نہروں پر مشتمل ہے۔ ان نہروں میں جزیروں کی طرح مٹی کے وسیع ٹیلوں میں سے ایک ٹی شیلو نہر کے درمیان چھوٹا سا سیاہ اور ہمورا ٹیلا "آئیلا ڈی لاس میونکس Isla de las Munecas" گڑیوں کا جزیرہ کہلاتا ہے۔

اس جزیرہ کا ہر درخت سینکڑوں سربریدہ بدن، ہاتھ پیر کٹی ہوئی یا پھر آنکھوں سے محروم، بوسیدہ اور مسخ شدہ گڑیاؤں سے اٹا ہوا ہے جو نہ صرف رات کے اندھیرے میں بلکہ دن میں بھی خوفناک بھوتوں کے بسیرے والی جگہ لگتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ برسوں پہلے یہاں پر ایک ننھی بچی پراسرار حالات میں ڈوب کر مرگئی تھی۔ جس جگہ وہ ڈوبی تھی ایک گڑیا پانی پر بہتی ہوئی ملی تھی، جسے اس کی یادگار سمجھ کر قریبی درخت پر ٹانگ دیا گیا۔ لیکن اس کے بعد اس نہر سے کشتی میں گزرنے والے ہر فرد کو ایسا محسوس ہوتا جیسے وہ گڑیا انہیں دیکھ کر نہ صرف ہاتھ ہلاتی ہے بلکہ منہ سے بھی کچھ کہتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ مشہور ہوگیا کہ اس بچی کی روح اس جزیرہ میں موجود ہے، یوں جزیرہ ایک پراسرار حیثیت اختیار کرگیا۔

جزیرے کے رکھوالے ڈان جیولین سانتانا بریرا Don Julian Santana Barrera نے اس بچی کی روح کو خوش کرنے کے لیے وہاں مزید

DANGEROUS BRIDGE
PLEASE KEEP YOUR
DOG ON A LEAD

آسیب زدہ پُل، اسکاٹ لینڈ

گڑیاں لانا شروع کر دیں اور انہیں درختوں سے لٹکا دیا ، ان کی دیکھا دیکھی کچھ سیاحوں نے اپنی پرانی اور بوسیدہ گڑیائیں بھی یہاں لا کر لٹکا دیں۔

آج یہ حال ہے کہ جزیرے کے تقریباً تمام درخت اس لٹکائی ہوئی گڑیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ بچی کے ڈوبنے کے پچاس سال بعد 2001ء میں اس جزیرہ کا مالک ڈان جولین بھی اسی مقام پر پراسرار طور پر ڈوب کر ہلاک ہو گیا تو یہ جزیرہ مزید پراسرار بن گیا۔ آج بہت سے لوگ اس جزیرے کے قریب سے گزرنے سے بھی ڈرتے ہیں۔

آسیب زدہ پُل

اسکاٹ لینڈ کی ڈنبرٹن Dumbarton کاؤنٹی کے چھوٹے سے پرسکون گاؤں ملٹن کی ایک عمارت اوورٹن ہاؤس کے قرب ایک معمولی سا خمیدہ پُل دی اوورٹن برج The Overtoun Bridge ہے جو دریائے کلیڈ کی ایک نہر پر 1895ء میں تعمیر کیا گیا تھا۔ اس پل کے نیچے نہایت کم مقدار میں پانی بہتا ہے۔ نہر کا فرش سخت چٹانی پتھروں اور جھاڑ جھنکاڑ سے اٹا ہوا ہے۔

1950ء کی دہائی میں یہ پل اس وقت پراسرار حیثیت اختیار کر گیا جب مقامی لوگوں نے محسوس کیا کہ اس پل سے بہت سے کتے کود کر اپنی جان دے رہے ہیں۔ بظاہر اس عمل کی کوئی وجہ سامنے نہیں آئی۔ بس اتنا پتہ چلتا کہ یہ کتے عموماً لمبی تھوتھنی والے لبیراڈوری نسل سے تعلق رکھتے ہیں، جو زبردست قوت شامہ اور تیراک مانے جاتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ یہ کتے خوشگوار موسم میں تیز چمک دار دھوپ کے وقت خودکشی کرتے ہیں۔ ایک اور حیرت انگیز بات یہ بھی سامنے آئی کہ بہت سے کتے پچاس فٹ کی بلندی سے کودنے کے بعد مرنے سے بچ گئے تو وہ دوبارہ پل پر آتے ہیں اور

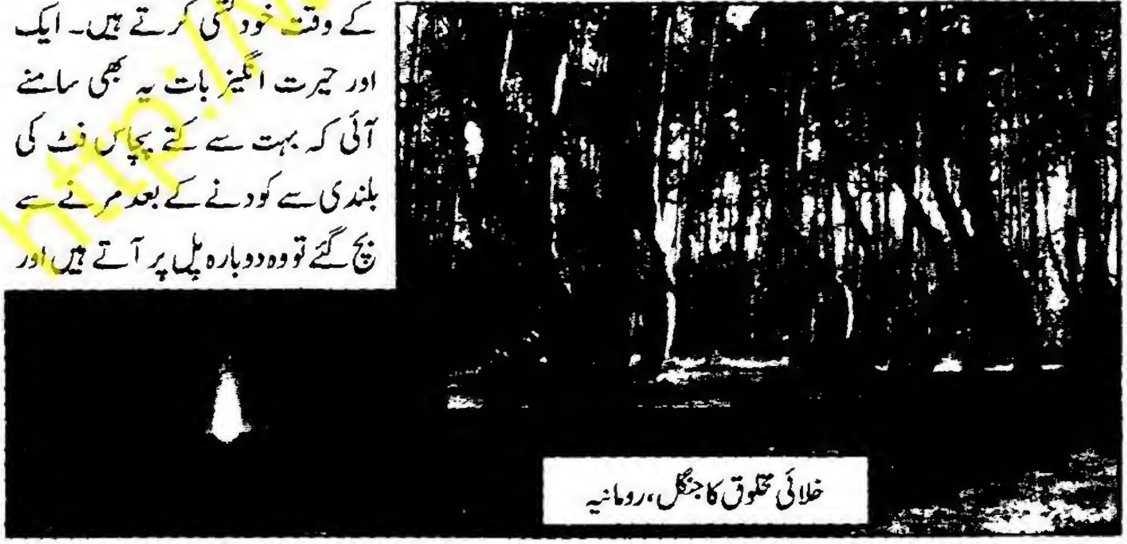

خلائی مخلوق کا جنگل، رومانیہ

دوسری بار پھر چھلانگ لگا دیتے ہیں۔

اس حوالے سے مقامی افراد کا کہنا ہے کہ پل کے نزدیک واقع اوورٹن ہاؤس آسیب زدہ ہے اور اسی کی وجہ سے یہ پراسرار خودکشیاں ہو رہی ہیں۔ پچاس سال میں لگ بھگ چھے سو سے زائد کتوں کی پراسرار انداز میں خودکشی کے عمل نے اوورٹن پل کو انسانوں کے لیے بھی خوف کی علامت بنا دیا ہے۔

خلائی مخلوق کا جنگل

یورپی ملک رومانیہ کے مرکزی خطہ ٹرانسلوانیا میں واقع شہر کلج نوپا اپنے ایک پراسرار جنگل کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ جنگل خلائی مخلوق کا مرکز ہے۔ اس جنگل کا نام ہو آیا بیکیو Hoia Baciu اس چرواہے کے نام پر رکھا گیا ہے جو اس گھنے اور تاریک جنگل میں اپنی دو سو بھیڑوں کے ساتھ غائب ہو گیا تھا اور پھر کبھی نظر نہیں آیا۔ 18 اگست 1968ء کو ایک ملٹری ٹیک نیشن امل بارنیا نے حادثاتی طور پر جنگل کے عین اوپر ایک ایسی عجیب و غریب شے کی تصویر اتاری تھی جسے بعد اڑن طشتری قرار دیا گیا تو جنگل عالمی سطح پر خبروں کی زینت بن گیا۔ 1960 اور 1970 کی دہائی میں کئی سیاحوں اور مقامی افراد نے اڑن طشتریوں کی نقل و حمل کا مشاہدہ کیا اور بہت سے لوگوں نے روشنیوں کے ہیولوں کی تصویریں بھی کھینچیں۔ جنگل کے قریب سے گزرتے ہوئے مسافروں کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ جنگل میں سے کوئی انہیں دیکھ رہا ہے یا روشنیوں کے ہیولے ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔

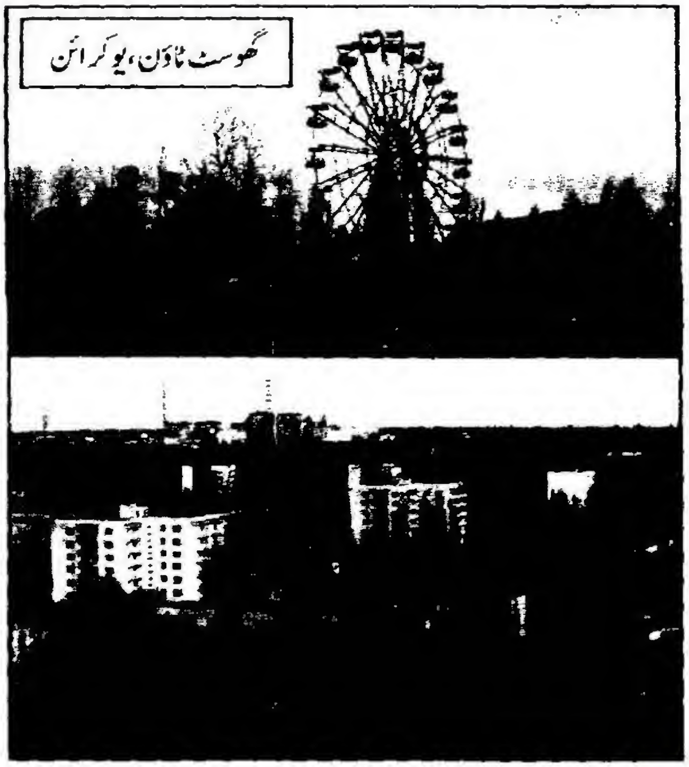
گھوسٹ ٹاؤن، یوکرائن

اس جنگل کا دوسرا پراسرار پہلو یہ ہے کہ اس میں انتہائی عجیب و غریب انداز کی وضع و قطع کے تنوں والے درختوں پائے جاتے ہیں۔ بعض حصوں میں درختوں کے درمیان دائرے کی شکل میں صرف زمین نظر آتی ہے، لوگ انہیں اڑن طشتری کے اترنے کی جگہ قرار دیتے ہیں۔ پورے جنگل میں صرف ان دائروں کی زمین پر کچھ بھی کاشت نہیں ہو پاتا، حالانکہ یہاں کی مٹی ہر لحاظ سے قابل کاشت ہے۔ اس جنگل میں داخل ہونے والا مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں آنے والوں کے پاس موجود برقی آلات بھی غیر متوقع انداز کے نتائج دینے شروع کر دیتے ہیں۔ اس وجہ سے اس جنگل کو رومانیہ کا برمودا ٹرائی اینگل بھی کہا جاتا ہے۔

گھوسٹ ٹاؤن

یوکرائن کے شہر پریپیاٹ Pripyat کو دنیا کا سب سے بڑا گھوسٹ ٹاؤن قرار دیا جاتا ہے، اس شہر

میں برسوں سے بلند و بالا اپارٹمنٹس، اسکول، ہسپتال اور تفریحی پارک آسیب زدگی کی حد تک ویرانی کا شکار ہیں، 30 کلو میٹر پر محیط اس علاقے میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ ایسا نہیں کہ اس خطہ میں کوئی گھوسٹ یا بھوت پریت بستے ہیں، اس شہر کی ویرانی کی اصل وجہ ایٹمی تابکاری ہے۔

26 اپریل 1986 کو بیلا روس کی سرحد کے قریب یوکرائن کے شہر چرنوبل کے ایٹمی ریکٹر میں دھماکہ ہوا، یہ تاریخ کا سب سے بڑا جوہری حادثہ تھا۔ چرنوبل سے دو کلو میٹر کے فاصلے پر واقع شہر پرپیاٹ اور قریبی دیہاتوں کو 36 گھنٹوں میں خالی کرادیا گیا۔ لیکن پھر بھی اس کی تابکاری سے 9 ہزار افراد سرطان کے مہلک امراض میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوگئے۔ اس سانحے سے پہلے یہاں پچاس ہزار افراد رہتے تھے مگر آج تیس برس گزرنے کے بعد بھی یہ شہر اسی طرح گنجان پڑا ہے جیسا لوگ اسے چھوڑ کر گئے تھے، آج بھی، اس علاقوں میں تابکاری اثرات کی وجہ سے Chest اور Blood کینسر کے علاوہ مختلف قسم کے سرطانوں میں مبتلا ہونے کا خطرہ موجود ہے۔

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ بیس ہزار سال سے پہلے یہاں انسانوں کا بسنا محفوظ نہیں۔

ڈھانچوں والی جھیل

یہ کتنا عجیب اور خوف ناک منظر ہوگا کہ آپ سیاحت کے دوران برف پوش پہاڑی علاقے میں کسی جھیل میں تیر کر لطف اندوز ہو رہے ہوں اور تیرتے تیرتے آپ کے ہاتھوں میں انسانی ڈھانچے کی کوئی ہڈی آجائے، اس وقت آپ کی کیا حالت ہوگی؟

مگر یہ حقیقت ہے کہ انڈیا میں سلسلہ کوہ ہمالیہ کے اجاڑ علاقے میں روپ کنڈ Roopkund نامی ایسی منجمند جھیل واقع ہے جسے ڈھانچوں کی جھیل کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ یہ خوف ناک جھیل اپنے اندر اور باہر کناروں پر پائے جانے والے بے شمار انسانی ڈھانچوں کی وجہ سے ساری دنیا میں مشہور ہے۔ یہ انسانی ڈھانچے نامعلوم وقت سے یہاں موجود ہیں۔ ان کے بارے میں سینہ بہ سینہ کہانیاں بھی مشہور ہیں۔

اس جھیل کو پہلی بار 1942ء میں دریافت کیا گیا تھا اور اب تک 600 کے قریب انسانی ڈھانچے منظر عام پر آچکے ہیں، ان پر کیے گئے کاربن ٹیسٹ کے مطابق یہ نویں صدی عیسوی سے قبل ادوار سے تعلق رکھنے والے افراد کے ڈھانچے اور باقیات ہیں۔ سرد موسم میں یہ جھیل مکمل طور پر برف سے ڈھک جاتی ہے۔

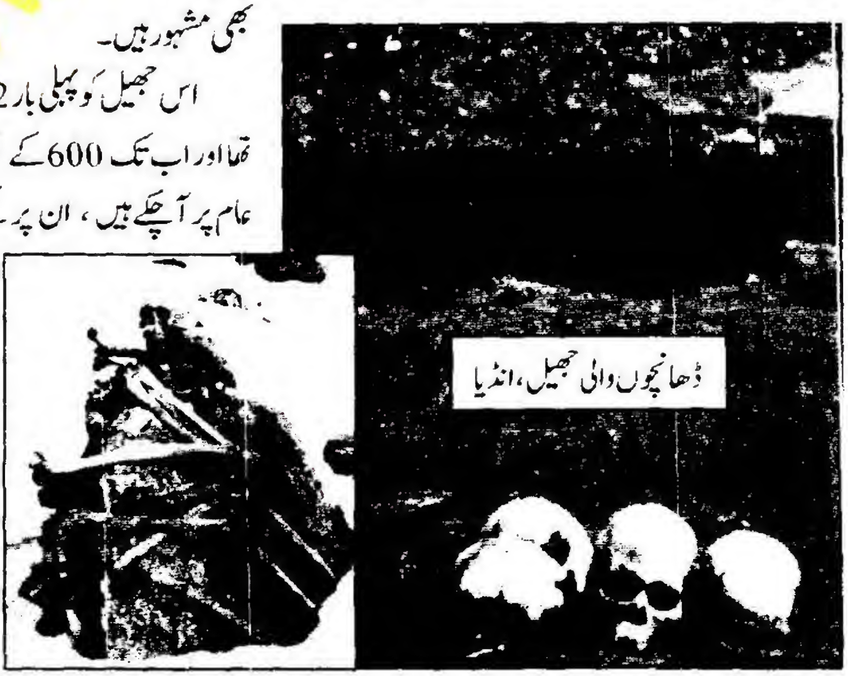

ڈھانچوں والی جھیل، انڈیا

کیپلاڈوزاوسوس، پرتگال
کیپلیکازاسک، پولینڈ
سیڈلک اوزوری، چیک ری پبلک

کہتے ہیں ہزار برس قبل کوئی قافلہ یہاں سے گزرا تھا اور طوفان کا شکار ہو کر جھیل میں ڈوب گیا تھا، اس قافلے میں کوئی بھی فرد زندہ نہ بچ سکا۔

یہاں آج بھی ہر طرف ڈھانچے رکھے دکھائی دیتے ہیں، بعض ڈھانچے تو جھیل کی تہہ میں بھی موجود ہیں۔

ہڈیوں سے بنے چرچ

پرتگال Portugal کے ایک قصبے ایوراEvora میں واقع گرجاگھر، باہر سے دیکھنے میں تو یہ کسی عام عبادت گاہ جیسا ہی نظر آتا ہے مگر جیسے آپ اس کے اندر قدم رکھتے ہیں جگہ جگہ مردے افراد کے لٹکے یا جھولتے ڈھانچے اور ہڈیاں خوف کا احساس دلا دیتے ہیں۔ اس گرجاگھر کا نام کیپلاڈوز اوسوس Capela dos Ossos ہے، اس پرتگالی نام کا مطلب ہے چیپل آف بون یعنی ہڈیوں کا چرچ۔ درحقیقت یہاں سولہویں صدی میں تدفین کی جگہ نہ ہونے پر اس دور کے مذہبی رہنماؤں نے پانچ ہزار لاشوں کی باقیات سے یہ گرجاگھر تعمیر کر ڈالا تھا اور جگہ جگہ اسے ہڈیوں سے سجایا تھا۔ یہاں 5000 سے زائد راہبوں کی ہڈیاں موجود ہیں۔ چیپل کی چھت پر دو مکمل ڈھانچے بھی لٹک رہے ہیں۔

چیک ری پبلک میں موجود سیڈلک اوزوری Sedlec Ossuaryنامی چرچ میں ہے۔ جسے ہڈیوں کا چرچ Church of Bones بھی کہا جاتا ہے، یہ چرچ 1218 میں چیک جمہوریہ کے شہر سیڈلیک میں ایک پوپ کے حکم پر بنایا گیا جس میں لکڑی، دھات اور اینٹ کی جگہ انسانی ہڈیاں استعمال کی گئی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس چرچ کو بنانے میں 40 ہزار سے زائد ایسے افراد کی باقیات استعمال کی گئیں، جن کی خواہش تھی کہ وہ مرنے کے بعد کسی مقدس مقام پر دفن ہوں۔

پولینڈ میں کیپلیکا زاسک Kaplica Czaszckنامی چرچ بھی انسانی کھوپڑیوں سے بنا ہے، اٹھارہویں صدی میں رومن کیتھولک عبادت گاہ کی دیواریں اور چھتیں ہڈیوں سے تیار کی گئی ہیں

http://www.booksdtube.net/

کیلاوا آتش فشاں، ہوائی

تاکہ انسان موت کو ہمیشہ ذہن میں رکھے۔ یہ گرجا 3 ہزار ڈھانچوں اور 21 ہزار چھوٹی بڑی انسانی ہڈیوں سے 28 برس میں تعمیر ہوا تھا، یہ سب زمانہ قدیم کی جنگوں اور مہلک امراض سے ہلاک ہونے فوجیوں اور شہریوں کی باقیات ہیں۔ اس گرجا گھر کے باہر کھڑے ہونے والے لوگوں کے ذہن سے ہر طرح کی سوچ نکل جاتی ہے اور صرف خوف کا احساس ہی باقی رہ جاتا ہے کیونکہ اس کا نظارہ ہی اتنا دہشت ناک ہے۔ اس کی ایک جھلک بھی ہڈیوں میں ایک سرد لہر دوڑا دیتی ہے۔

آگ اُگلتا جزیرہ

امریکہ کے جزائر ہوائی، اپنی آبشاروں اور خوبصورتی کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ ہر سال ہزاروں لوگ سیاحت کی غرض سے جزائر ہوائی جاتے ہیں، لیکن اس جزیرہ کے جنوبی حصے میں واقع ایک خوفناک آتش فشاں کیلاوا Kilauea سے یہاں کے لوگ ہمیشہ خوفزدہ رہتے ہیں۔ کیلاوا دراصل دنیا کے سب سے زیادہ متحرک آتش فشاں پہاڑوں میں سے ایک ہے، تین سے چھ لاکھ سال پرانا یہ آتش فشاں جو سطح سمندر سے ایک لاکھ سال قبل ابھرا تھا، آج بھی آگ اُگلتا رہتا ہے۔ گزشتہ تین دہائیوں سے اس سے نکلنے والا لاوا کبھی بھی کسی شہر کی طرف رخ موڑ لیتا ہے۔ 1983ء میں اس آتش فشاں نے اچانک لاوا اگلنا شروع کر دیا تھا جو 12 کلومیٹر تک پھیل گیا۔ 1986 اور 1991 کی دہائیوں میں بھی کیا ہوا، کلپنا نامی دیہات سمیت کئی گھر اور قبرستان اس سے نکلنے والے لاوے میں سما گئے۔ گزشتہ سال جون میں لاوا اگلنا شروع کیا تھا جو نزدیکی شہر ”پاہوا“ میں داخل ہو گیا تھا، جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہے، لاوا تمام سبزے اور راستے میں آنے والی ہر چیز کو تباہ و برباد کرتا ہوا آگے بڑھا اور 13 میل

کاسانکا نیشنل پارک، زیمبیا

http://www.booksfree.net

تک پھیل گیا تھا۔

چمگادڑوں کا باغ

زیمبیا (جنوبی افریقہ) میں کاسانکا Kasanka نامی جنگلات اور نیشنل پارک، اپنے پھلوں کے باغات کی وجہ سے مشہور ہیں، لیکن ہر سال نومبر و دسمبر آتے ہی کازانکا پارک ہر طرف پروں کی خوفناک پھڑ پھڑاہٹ اور خون خشک کر دینے والی آوازوں سے بھر جاتا ہے جنھیں میلوں دور سے سنا جا سکتا ہے۔ کانگو (وسطی افریقہ) کے جنگلات سے نقل مکانی کر کے لاکھوں چمگادڑیں ان باغات میں پہنچ جاتی ہیں۔ پھلوں پر گزر بسر کرنے والی خاص نسل کی یہ چمگادڑیں (فروٹ بیٹ) دو سے تین ہفتوں میں 2 ہزار کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتی ہیں اور کازانکا کے میابو ووڈ لینڈز کے باغات میں جا کر پھلوں سے اپنا پیٹ بھرتی ہیں۔ دنیا بھر میں ممالیہ جانوروں کی سب سے بڑی سالانہ ہجرت مانے جانے والی چمگادڑوں کی نقل مکانی کا یہ نظارہ صرف زیمبیا میں ہی دیکھا جا سکتا ہے، اس دوران وسطی زیمبیا کا آسمان تاریک پڑ جاتا ہے کیونکہ 80 لاکھ بڑی فروٹ چمگادڑیں یہاں کے باغات میں ادھر ادھر دوڑتی نظر آتی ہیں۔ ان میں دنیا کی سب سے بڑی چمگادڑ فلائنگ فاکسز بھی ہوتی ہے جو اپنے چھ فٹ لمبے پروں، لمبی زبانوں اور تیز پنجوں کے ساتھ ہر جگہ تباہی مچا دیتی ہیں۔ یہ چمگادڑیں مہینوں یہاں ڈیرے ڈال لیتی ہیں، مقامی لوگوں میں ان کی لومڑی کی دہشتناک شکل کی وجہ سے خوف چھایا ہوا ہے۔ موسم گزرنے کے بعد یہ چمگادڑ خود ہی اپنے مسکن کی طرف واپس چلی جاتی ہیں۔

(جاری ہے)

✺

خلیفۃ الارض

مولف: نعمان احمد ریاض عظیمی

یہ کتاب تخلیق آدم اور اُس کے ازلی دشمن ابلیس سے جڑے واقعات کو تمثیلی انداز میں پیش کرتی ہے....

سادہ زبان میں ناول کا انداز اپناتے ہوئے قاری تمام ماجرا اپنی آنکھوں کے سامنے انجام پاتا محسوس کرتا ہے!

اب ترمیم شدہ ایڈیشن کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

صفحات: 176

قیمت 217 روپے

انصاری بک سینٹر کراچی۔

فون: 0345-3129964

noumanriyaz@gmail.com

امام سلسلہ عظیمیہ

حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں:

کسی بھی مذہب یا مسلک کے بڑوں، بزرگوں یا رہنماؤں کو کبھی برا مت کہو۔ یہی وہ اخلاقِ حسنہ ہے جس کی تعلیم سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دی ہے۔

مراقبہ ہال نوابشاہ

نگراں: سائرہ خاتون عظیمی

مکان نمبر B-433، موتی بازار، نوابشاہ
پوسٹ کوڈ: 67450
فون: **0300-2783419**

عالمِ امروز

دلچسپ خبریں، حیرت انگیز واقعات اور ایجادات......

مرتبہ: ہرمیس

پرندوں کی چھٹی حس

پرندے واقعی چھٹی حس رکھتے جس کے ذریعے وہ ایسی آوازیں سن سکتے ہیں جو انسان نہیں سن سکتے۔ کیلیفورنیا یونیورسٹی، برکلے کے ماہرین ماحولیات نے تازہ تحقیق کے بعد کہی۔ یہ تحقیق امریکا کے سنہرے پر اور چہچہانے والے چھوٹے پرندوں warblers پر کی گئی۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ یہ پرندے ممکنہ طور پر کسی موسمی طوفان کا قبل از وقت اندازہ لگا سکتے ہیں اور یہ طوفان کے ٹکرانے سے قبل ہی خطرے میں گھرے علاقے سے نکل جاتے ہیں۔ ان ننھے پرندوں کو کسی طور پر دو روز قبل ہی اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ کوئی بڑی قدرتی آفت ان کے ٹھکانے کی جانب بڑھ رہی ہے۔

اپریل 2014ء میں امریکا کے شمالی و وسطی علاقوں میں آنے والے طوفان سے قبل یہ پرندے ٹینیسی میں واقع پہاڑیوں کو جہاں وہ اپنی نسل بڑھانے کے لیے جمع ہوتے ہیں اچانک چھوڑ کر چلے گئے۔ بعد ازاں آنے والے وہاں طوفان کے باعث کُل 84 بگولے (ٹورناڈوز) آئے۔

ماہر ماحولیات ہنری اسٹریبی Henry Streby کے مطابق، "جب یہ پرندے اپنے مسکن کو چھوڑ کر اڑ گئے تو طوفان ابھی کئی سو کلومیٹر دور تھا، پرندوں نے تقریباً 1500 کلومیٹر کی پرواز کی تاکہ وہ طوفان سے بچ سکیں اور جب طوفان ختم ہو گیا تو یہ واپس اپنی اصل جگہ پر لوٹ آئے۔

انکشافات

پرندے اور دیگر جانور انفرا ساؤنڈز یا ایسی آوازیں بھی سن سکتے ہیں جن کی فریکوئنسی 20 ہرٹز سے کم ہو۔ ممکن ہے کہ آب و ہوا میں، فضائی دباؤ، درجہ حرارت اور ہواؤں کی رفتار میں ایسی تبدیلیاں رونما ہوئی ہوں گی جن کا پرندوں نے پتہ چلا لیا ہو۔ بہت فاصلوں پر موجود ہواؤں کی آواز، سمندری لہروں کے ٹکرانے اور آتش فشانوں کے پھٹنے سے ایسی انفرا ساؤنڈز پیدا ہوتی ہیں جو پرندے سن سکتے ہیں بھلے وہ ہزاروں کلومیٹر دور ہی موجود کیوں نہ ہوں۔

دانتوں والے مینڈک وہ بھی ممالیہ......!!!

حال ہی میں انڈونیشیا میں مینڈکوں کی ایک نئی قسم دریافت کی گئی ہے۔ اس مینڈک کے صرف دانت ہی اسے دیگر مینڈکوں سے ممتاز نہیں کرتے بلکہ زمین پر یہ مینڈکوں کی وہ واحد قسم ہے، جو انسانوں اور دیگر ممالیہ جانور کی طرح بچے دیتی ہے۔ دنیا بھر میں اب تک مینڈکوں کی 6456 اقسام دریافت کی جا چکی ہیں ان میں سے یہ واحد قسم ہے، جو عام مینڈکوں کی طرح انڈے دینے کی بجائے براہ راست بچے پیدا کرتی ہے۔ مینڈکوں کی Limnonectes larvaepartus نامی یہ نئی نسل انڈونیشیا کے برساتی جنگلوں کے ایک چھوٹے سے جزیرے سلاویسی پر دریافت کی گئی ہے۔ ان مینڈکوں کا رنگ عام طور پر بھورا یا سرمئی ہے اور ان کی لمبائی ایک سے ڈیڑھ انچ اور وزن تقریباً پانچ گرام ہے۔ نر مینڈک کے نچلے جبڑے پر دو نوکیلے دانت ہوتے ہیں، جو یہ عموماً لڑائی یا بچاؤ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ مینڈکوں کی یہ قسم برساتی جنگلوں کے جوہڑوں میں رہتی ہے۔

http://www.booksube.net

مستقبل کی دنیا

کوانٹم کمپیوٹر

روشنی کی رفتار سے کام کرنے والے کمپیوٹر

کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا دائرہ کار جیسے جیسے وسیع ہو رہا ہے۔ ویسے ویسے کمپیوٹر کی رفتار میں اضافے کی طلب بھی بڑھ رہی ہے۔ ماضی میں کمپیوٹر بہت سست رفتار ہوا کرتے تھے۔ تاہم کمپیوٹر ٹیکنالوجی میں ترقی کی مناسبت سے مائیکروپروسیسر کی ڈیٹا پروسیس کرنے کی صلاحیت بھی بڑھتی گئی۔ اور آج ایسے کمپیوٹر سسٹم عام استعمال میں ہیں۔ جن کے مائیکروپروسیسر کی رفتار کئی گیگا بائٹس ہے۔ لیکن تیز تر کمپیوٹر انسانی خواہش ہے کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔ دراصل ڈیٹا کی بڑھتی ہوئی مقدار کی وجہ سے بھی تیز سے تیز کمپیوٹر کی ضرورت شدید ہوتی جارہی ہے۔

گذشتہ عشرے تک کمپیوٹر کا استعمال محدود تھا اسی لحاظ سے ڈیٹا کی مقدار بھی کم تھی۔ لیکن اب صورت حال مختلف ہے۔ بالخصوص انٹرنیٹ کے ذریعے ملٹی میڈیا فائلوں کی ڈاون لوڈنگ اور ایک کمپیوٹر سے دوسرے کمپیوٹر میں انکی منتقلی میں صرف ہونے والے زائد وقت کے باعث مائیکروپروسیسر کی کارکردگی بہتر سے بہتر بنانے کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔ مائیکروپروسیسر کی کارکردگی کا انحصار سلیکون کی چپ پر نصب ٹرانسسٹر کی تعداد پر ہوتا ہے۔ چپ پر ٹرانسسٹر کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی پروسیسر بھی اتنا ہی تیز رفتار ہوگا۔

سائنس دان اسی لیے ٹرانسسٹرز کا سائز کم سے کم کرنے کے کوشش کر رہے ہیں۔ جیسا کہ یونیورسٹی آف نیو ساوتھ ویلز کی ریسرچ ٹیم نے ایسا ٹرانسسٹر تخلیق کر لیا ہے جو صرف سات ایٹموں پر مشتمل ہے۔ ماہرین نے خوردبینی ٹرانسسٹر تجربہ گاہ میں اسکیننگ ٹن النگ مائیکرواسکوپ کے ذریعے تیار کیا ہے۔ سائنس داں اب اپنی اس ایجاد کی تجارتی پیمانے پر تیاری ممکن بنانے کے لیے مزید تجربات میں مصروف ہیں۔ اگر وہ اس مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو موجودہ چپس سے سو گنا مائیکروچپس کی تیاری ممکن ہو جائے گی۔

یوں تو پچھلے پانچ برس میں تیز ترین کمپیوٹر اس لیے سامنے آئے ہیں کہ ہر دو سال بعد مائیکروچپ میں ٹرانزسٹروں کی تعداد دگنی ہو جاتی ہے یا چپ کا سائز چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔ یہ عمل سائنسی اصطلاح میں ''مورے کا قانون'' کہلاتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے، ایک وقت ایسا آئے گا کہ مائیکروچپ میں مزید ٹرانزسٹر لگانا یا اسے مزید مختصر کرنا ممکن نہیں

ایجادات

جدید ٹیکنالوجی سے لیس حیرت انگیز ہیلمٹ

سائیکل چلانے کے دوران ہیلمٹ کا استعمال تو کرنا ہی چاہیے مگر ایک آسٹریلین ڈیزائنر نے اسمارٹ ہیٹ نامی ایسا ہیلمٹ تیار کیا ہے جس میں جدید ترین ٹیکنالوجی کو بھی شامل کیا گیا ہے جس سے صارفین کی آنکھوں کے سامنے ایک نقشہ اور معلومات سامنے آتی رہتی ہیں۔ اس کے ذریعے سائیکلسٹ سفر یا ریس کے دوران ایک دوسرے سے رابطے میں بھی رہ سکتے ہیں۔ اس کے اندر بلیوٹوتھ کے ذریعے رفتار کو دیکھا جا سکتا ہے، درجہ حرارت، دل کی دھڑکن اور دیگر وارننگز کے بارے میں بھی جانا جا سکتا ہے۔ اس میں ڈیجیٹل کیمرے سے منسلک ہونے کا فیچر بھی شامل ہے تاکہ تصاویر کھینچی جا سکیں۔

رہے گا۔ اسی صورت میں کوانٹم کمپیوٹر ہمارے کام آئیں گے جو موجودہ کمپیوٹروں سے کہیں زیادہ تیز رفتار ہوں گے۔

کوانٹم کمپیوٹر ایک ایسی کمپیوٹنگ ڈیوائس ہے جو براہ راست کوانٹم میکانکس کے مظاہر جیسے سپر پوزیشن اور entanglement وغیرہ کا استعمال کرتے ہوئے ڈیٹا پر مختلف آپریشن کر سکتی ہے۔ ایک عام کمپیوٹر اور کوانٹم کمپیوٹر میں فرق یہ ہے کہ کوانٹم کمپیوٹر میں ڈیٹا کو الیکٹرانز کی کوانٹم پراپرٹیز سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

دراصل کوانٹم میکانیات کی رو سے ایٹم حیرت انگیز طور پر بیک وقت دو حالتوں میں ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ آج کل کے کمپیوٹروں میں تو سادہ انداز میں 1۔ ایس اور 0۔ ایس طریقے سے معلومات Encode کی جاتی ہیں لیکن ایٹم جتنے ننھے پروسیسر بیک وقت 1 اور 0 بھر کر کام کریں گے۔ یوں ایسے تیز ترین کوانٹم کمپیوٹر جنم لیں گے جو بڑی پھرتی سے مشکل ترین مسائل بھی حل کریں گے۔ لیکن ابھی کوانٹم کمپیوٹروں کی تیاری ابتدائی مرحلے میں ہے۔

کوانٹم کمپیوٹر کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ہم تقریباً اس منزل تک پہنچ چکے ہیں جہاں سے روایتی کمپیوٹروں کو مزید مختصر بنانا ممکن نہیں رہا۔ چنانچہ مزید چھوٹے اور مختصر سائز کے کمپیوٹر بنانے کے لیے مختلف راستے کا انتخاب ضروری ہو گیا تھا۔ ہم نینو ٹیکنالوجی کی طرف بڑھ رہے ہیں اور روشنی کے پیکٹس یا کوانٹم سے مدد لے رہے ہیں۔ سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ کوانٹم ٹیکنالوجی کی مدد سے خوردبینی سائز کی چیزیں بنائی جا سکتی ہے۔ کوانٹم ذرات مثلاً فوٹان کی کارکردگی کا موازنہ اگر روایتی کمپیوٹروں میں استعمال کیے جانے والے ٹرانزسٹر سے کیا جائے تو ان کی کارکردگی بہتر اور تیز تر ہے۔ فوٹان میں ایک اور خاصیت یہ ہے کہ وہ شور سے مبرا ہوتے ہیں اور وہ روشنی کی رفتار سے کام کرتے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اس نئی ٹیکنالوجی کے استعمال سے انٹرنیٹ کے رابطوں کو زیادہ محفوظ بنایا جا سکے گا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ ٹیکنالوجی نئی ادویات اور آلات بنانے میں بھی کام آ سکتی ہے۔ کوانٹم ٹیکنالوجی کا استعمال اتنا آسان ہے کہ اسکول کا ایک طالب علم بھی اس پر کام کر سکتا ہے۔

مسلسل کوششوں اور کئی تجربات کے بعد سائنسدان انفارمیشن ڈیٹا کی منتقلی کا نظام روشنی سے کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ سائنسدانوں نے ایسی چپ بنالی ہے جس نے کوانٹم کمپیوٹر کی نئی طاقتور نسل کیلئے راستے کھول دیئے ہیں، اس سے انتہائی مختصر اور انتہائی تیز رفتار اور انتہائی جدید کمپیوٹر بنائے جا سکتے ہیں۔

چارجنگ جوتے

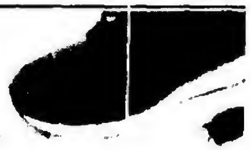

جرمن ماہرین جوتوں کے ایسے تلے بنانے میں کامیاب ہو گئے ہیں جن سے آپ پیدل چل کر بجلی پیدا کر سکیں گے۔ اس ٹیکنالوجی کے ذریعے الیکٹرانک جیسے آلات کو چارج کر سکیں گے اور آپ ان کے لیے بیٹری اٹھائے پھرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ماہرین نے دو قسم کے آلات بنائے ہیں، ایک "شاک ہارویسٹر" یا جھٹکے سے بجلی بنانے والا آلہ اور دوسرا "سونگ ہارویسٹر" یا لہر کے ذریعے بجلی پیدا کرنے والا آلہ ہے۔ شاک ہارویسٹر اس وقت چارج پیدا کرتا ہے جب آپ کی ایڑھی زمین پر لگتی ہے۔ سونگ ہارویسٹر اس وقت کام کرے گا جب آپ پاؤں کو ہوا میں لہرا رہے ہوں گے۔ یہ دونوں آلات آپ کے پاؤں سے پیدا ہونے والی حرکی توانائی کو مقناطیس اور تاروں یا کوائلز کی مدد سے بجلی میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ البتہ ان آلات سے پیدا ہونے والی بجلی کی مقدار بہت کم ہو گی، جو ایک اسمارٹ فون کو چارج کرنے کے لیے ناکافی ہو گی لیکن اس سے چھوٹے سینسرز اور دیگر آلات کو چارج کر سکتے ہیں۔

http://www.booksube.net

[illegible] اس مصروف اور مشینی زندگی میں ہر انسان کسی نہ کسی مسئلے میں الجھا نظر آتا ہے جو ذہنی دباؤ کا باعث بن کر کئی بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔ اسی لیے اس ذہنی دباؤ کو کنٹرول کرنے کے لیے ایک مختصر اور آسان حل بتایا جارہا ہے جسے اختیار کرکے آپ خوشگوار زندگی گذار سکتے ہیں۔ واشنگٹن میں ڈاکٹر مینی نے ذہنی دباؤ پر تحقیق کرنے کے بعد اس پر قابو پانے کا آسان نسخہ پیش کیا ہے جس میں ان کا کہنا تھا کہ ورزش، مراقبہ، یوگا، گھر میں اشیا کی ترتیب اور کھانے پینے کے شیڈول کو ذرا سا تبدیل کرکے ذہنی دباؤ سے بچا جاسکتا ہے، ذہنی دباؤ دل کی بیماریوں، سر، کمر درد، ڈپریشن، شوگر اور موٹاپے جیسی خطرناک بیماریاں پیدا کر سکتا ہے لہٰذا اس پر فوری کنٹرول کرنا انتہائی ضروری ہے۔

ڈاکٹر مینی کے مطابق ورزش نہ صرف آپ کو پرسکون رکھتی ہے بلکہ آپ کے موٹاپے کو بھی کنٹرول کرتی ہے اور اگر اس کے ساتھ یوگا اور مراقبے کو بھی شامل کرلیا جائے تو اس کے بہت ہی مثبت اور دیرپا اثرات مرتب ہوتے ہیں جب کہ اناج کا استعمال، چینی اور کاربوہائیڈریٹ سے پرہیز دباؤ کو دور رکھنے میں مددگار ہوتے ہیں اور دوسری اہم چیز جسے عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے وہ ہے گھر کی ترتیب کیونکہ مصروف ترین زندگی میں اگر اشیا اپنی جگہ پر نہ ملیں تو یہ بھی ذہنی دباؤ کو بڑھا دیتی ہے۔ تحقیق کار کا کہنا تھا سب سے پہلے اپنے گھر خاص طور پر کچن، داخلی راستہ، باتھ روم اور کمروں کو اچھی طرح ترتیب دیں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ ہر چیز نشان دہی کے ساتھ اپنی جگہ موجود ہو تاکہ ضرورت پڑنے پر کسی بھی چیز کو تلاش کرنے میں مشکل نہ ہو، اپنی شاپنگ، صفائی، لانڈری اور کھانے پینے کا ہفتہ وار شیڈول بنائیں اور پھر اس سے متعلق سوچنا چھوڑ دیں، تیسری انتہائی اہم بات یہ کہ جب آپ گھر آئیں تو دن بھر کیا ہوا ہے اس کو بھول جائیں اور ایک پرسکون اور پیار بھری شام کو انجوائے کریں اور پھر دیکھیں کہ اسٹریس آپ سے دور بھاگ جائے گا۔

گاڑیوں کا دھواں سگریٹ نوشی سے بھی زیادہ خطرناک ہے

برطانوی ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ گاڑیوں کے دھوئیں سے پیدا ہونے والی آلودگی سگریٹ نوشی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ ماہرین نے سفارش کی ہے کہ ٹریفک سے بھری شاہراؤں کے پاس نئے اسکول، کیئر سنٹرز اور اسپتال

ماحول

لاہور کا دریائے راوی گندی ندی میں تبدیل

دریائے راوی کو لاہور کی پہچان قرار دیا جاتا تھا لیکن یہ دریا اب صرف شہر بھر کا گندہ پانی سمیٹ رہا ہے۔ دریائے راوی جو کسی دور میں دریا تھا اب محض رینگتا ہے وہ بھی گندے نالے کی صورت میں۔ لاہور کے علاقے بند روڈ پر 11 سے زائد نالوں پر پمپنگ اسٹیشنز بنائے گئے ہیں جو سیوریج کا گندہ پانی مسلسل راوی میں ڈال رہے ہیں۔ بند روڈ سے 800 کیوسک اور بدیارہ ڈرین سے فی منٹ 500 کیوسک زہریلا پانی راوی میں ڈالا جارہا ہے۔ مجموعی طور پر 50 کروڑ گیلن آلودہ پانی روزانہ راوی میں پہنچ رہا ہے۔ سیوریج کا یہ پانی دریا کے اپنے پانی کو بھی آلودہ کر رہا ہے جس سے فصلیں اور آبی حیات متاثر ہو رہی ہے۔

پلاسٹک کا کچرا آبی حیات کے لیے خطرہ

امریکا میں کی جانے والی تحقیق میں کہا گیا ہے کہ شاپنگ بیگ، بوتلیں، کھلونے اور شوز کے علاوہ تمام پلاسٹک کا سامان سمندر کی غذا بن رہا ہے۔ جس سے گذشتہ چھ سال میں حاصل کیے

تعمیر نہ کئے جائیں جبکہ پہلے سے آلودہ ماحول میں موجود اداروں میں ائیر فلٹریشن سسٹم نافذ کیا جائے۔

کاجو کا استعمال ذیابطیس کے علاج میں مفید ہے

طبی ماہرین کے مطابق کاجو کا استعمال ذیابیطس کے علاج میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ کاجو میں ایسے قدرتی اجزاء پائے جاتے ہیں۔ جو خون میں موجود انسولین کو عضلات کے خلیوں میں جذب کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ اسکے علاوہ کاجو میں ایسے "ایکٹو کمپاونڈز" پائے جاتے ہیں جو ذیابیطس کو بڑھنے سے روکنے میں انتہائی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

چائے کا زیادہ استعمال معدے میں تیزابیت کا باعث

ایک ریسرچ کے مطابق چائے کا زیادہ استعمال معدے میں تیزابیت اور قبض کا باعث بنتا ہے جبکہ معدے کا السر ہو سکتا ہے۔ حاملہ خواتین کے استعمال پر نومولود بچوں کو متاثر کرتا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق 70 سینٹی گریڈ سے زیادہ گرم چائے کینسر کا باعث بن سکتی ہے۔ دماغی قوتوں میں خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔ کثرت سے چائے کا استعمال کرنے سے چہرے کا رنگ زرد اختلاج قلب، ذکاوت حس، عصبی درد اور ہسٹریا کے دورے ہو سکتے ہیں۔ برطانوی طبی ماہرین نے چائے کے کثرت سے استعمال کو مضر صحت قرار دیا ہے۔ چائے میں موجود مادہ کیفین جہاں اعصابی نظام کو زیادہ متحرک کرتا ہے وہاں دوسرے امراض بھی جنم لیتے ہیں۔

دہی کا استعمال ذیابطس کے مرض میں فائدہ مند

برطانیہ میں ہونے والی تحقیق کے مطابق روزانہ 28 گرام دہی کھانے سے شوگر کی بیماری پیدا ہونے کے خطرے کو تقریباً 20 فیصد تک کم کیا جا سکتا ہے۔ ماہرین نے ڈیڑھ لاکھ صحت مند افراد کی میڈیکل ہسٹری اور طرز زندگی کا مطالعہ کیا ہے اور انہی اعداد و شمار اور معلومات کی بنیاد پر محققین کو دہی کا باقاعدگی سے استعمال اور ذیابیطس ٹائپ 2 کے کم خطرے کے درمیان واضح تعلق نظر آیا ہے۔ ماہرین کے مطابق دودھ اور زیادہ چکنائی والی چیزوں مثلاً پنیر کے انفرادی استعمال کا ذیابیطس کے خطرے کی کمی سے کوئی تعلق نہیں مگر ذیابیطس سے بچاؤ کا تعلق صرف دہی کھانے کے ساتھ دیکھا گیا ہے۔

گئے ڈیٹا کے مطابق 2 لاکھ 69 ہزار ٹن پلاسٹک کچرا سمندر میں پھینکا جا چکا ہے۔ تحقیق کے سربراہ کا کہنا ہے کہ سمندروں میں اس سے بھی کہیں زیادہ آلودگی موجود ہے جو جمع کئے گئے ڈیٹا سے سامنے آئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ 92 فیصد پلاسٹک آلودگی مائیکرو پلاسٹک ذرات کے ذریعے پھیلتی ہے۔

ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ اس آلودگی سے سمندری پرندے، مچھلیاں اور دیگر سمندری حیات مر رہی ہیں اور ایکو سسٹم کی بقا کو شدید خطرات لاحق ہوگئے ہیں۔

2014ء کا سال 1880ء کے بعد گرم ترین سال

امریکی سائنسدانوں نے کرہ ارض کے موسم کے حوالے سے تیار کی جانے والی جائزہ رپوٹوں میں کہا ہے کہ 2014ء کا سال 1880ء سے لے کر اب تک کا گرم ترین سال رہا۔

ناسا کے گوڈارڈ انسٹیٹیوٹ آف اسپیس اسٹڈیز کی رپورٹ کے مطابق سال 2014ء کا اوسط درجہ حرارت 14.68 سینٹی گریڈ یا 58.42 فارن ہائیٹ تھا جو کہ بیسویں صدی کے اوسط درجہ حرارت سے 1.22 سینٹی گریڈ زیادہ تھا۔ گزشتہ کئی سالوں سے

مشاہدے میں آنے والے وارمنگ رجحان اور ریکارڈ کے مطابق 2014ء درجہ بندی کے حوالے سے صدی کا گرم ترین سال رہا۔ ناسا کا کہنا ہے کہ 1880ء سے اب تک زمین کا اوسط درجہ حرارت 0.8 ڈگری سینٹی گریڈ بڑھ گیا ہے۔

سیکھنے کے لیے نیند ضروری ہے

جرمنی میں کی جانی والی تحقیق کے مطابق جو بچے لمبی اور پرسکون نیند سوتے ہیں ان میں تیزی سے اور زیادہ سیکھنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ جرمنی کی شیفیلڈ اور روہر یونیورسٹی میں کی گئی تحقیق میں 12 ماہ تک کے 216 بچوں کی نیند کا جائزہ لیا گیا جس میں تحقیق کار اس نتیجے پر پہنچے کہ جو بچے لمبی اور پُر سکون نیند نہیں سوتے وہ نئے ٹاسک اور زیادہ مشکل کام سیکھنے کے قابل نہیں ہوتے جب کہ جو بچے لمبی اور پر سکون نیند سوتے ہیں ان میں سیکھنے کی صلاحیت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔

تحقیق کاروں کا کہنا ہے کہ سیکھنے کا سب سے اچھا وقت سونے سے قبل ہوتا ہے لہٰذا والدین کو چاہئے کہ وہ سونے سے قبل بچوں کو جو سکھائیں گے اس کے انتہائی مثبت نتائج سامنے آئیں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ ابتدائی عمر میں نیند کی اہمیت دیگر عمر کے ادوار سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ جتنا وقت وہ بچپن میں سو سکتے ہیں زندگی میں کسی اور مقام پر وہ اتنی نیند نہیں لے پاتے۔

10 برس کی عمر کے بعد ایک اور زبان سیکھنا دماغ کے لیے نہایت مفید

بہت سی سائنسی تحقیقات کے نتائج سے یہ ثابت ہوا ہے کہ ایک سے زیادہ زبان سیکھنے سے دماغی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔

تاہم تازہ تجزیاتی جائزے کے مطابق زبان سیکھنے کے عمل سے اُن افراد کے دماغ کو زیادہ تقویت پہنچتی ہے جو بچپن کے درمیانی دور میں ایک اور زبان سیکھنا شروع کرتے ہیں۔

تحقیقی رپورٹ کے مطابق ایسے افراد جنہوں نے دس سال کی عمر میں انگریزی سیکھنا شروع کی اور اس زبان کو بولنے کے علاوہ سننے کا بھی موقع ملا ان کے، دماغ کے سفید مادے کی ساخت میں اُن افراد کے مقابلے میں بہت بہتری دیکھنے میں آئی جو محض ایک زبان بولتے اور سُنتے ہوئے پروان چڑھتے ہیں اور جنہوں نے کوئی دوسری زبان نہیں سیکھی۔

ایک سے زائد زبان سیکھنے والے افراد کے دماغ کے جس حصے کی ساخت میں بہتری آئی وہ حصہ زبان سیکھنے اور معنویات سے متعلق پروسیسنگ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

✹

معاشرہ

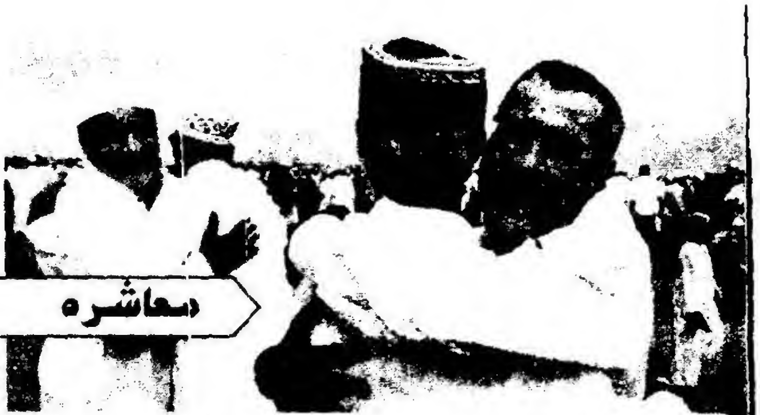

گلے لگانے سے پریشانی اور بیماری کے اثرات کم ہوتے

امریکی ماہر نفسیات کی ایک نئی تحقیق کے مطابق گلے لگانے سے پریشانی اور بیماری کے اثرات کم ہو جاتے ہیں۔ ماہر نفسیات کے مطابق گلے لگانا صحت کے لئے فائدہ مند ہے۔ جو لوگ کثرت سے دوسروں کو گلے لگاتے ہیں، پریشانی اور اکیلے پن میں کم مبتلا ہوتے ہیں۔ گلے لگانے سے بیماری کے اثرات اور علامات کم ہو جاتی ہیں۔ گلے لگانے والوں کو سماجی ساتھ، محبت اور لگاؤ کے احساس سے خود کو بیماری اور دکھ سے محفوظ سمجھتے ہیں اسی وجہ سے وہ کسی بھی قسم کی بے چینی اور پریشانی سے دور رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کی شخصیت میں نکھار ابھر کر سامنے آتا ہے۔

http://www.booksube.net

تقدیر

اپنے اندر دیکھنے کی صلاحیت رکھنے والے ایک نوجوان کی داستان
وہ ایک خاص مشن پر تھا۔
ترک کے مشہور قلم کار نجیب فاضل قیصا کورک کے قلم سے....

ترجمہ: مسعود اختر شیخ

دیوانے شریف کا شمار عقل مند دیوانوں میں ہوتا تھا۔ وہ نہ صرف اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ میں دیوانہ ہوں، بلکہ اپنی دیوانگی کی وجہ بھی جانتا تھا۔ ان دونوں باتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے وہ وزنی منطق سے کام لیتا تھا۔

وہ اپنی شفاف، سمندر کے پانی کی طرح چمکتی، پُرنم آنکھیں آپ کے چہرے پر گاڑے گاڑے، انہیں یک دم زمین پر گاڑ کر یوں بڑبڑانے لگ جاتا، ''مجھے پاگل کر دیا ہے تقدیر کے چکر نے۔''

وہ گاؤں سے تھوڑی دور ڈھلوان پر، پتھروں کی کان کی طرح ایک غار نما کھوہ میں کئی کئی گھنٹے، بعض اوقات کئی کئی دن گزار دیتا۔ گھٹنوں سے نیچے اور پیٹ سے اوپر نیم برہنگی کی حالت میں پتھر کی طرح جامد اس کھوہ میں پڑا وہ کیا کرتا، کیا سوچتا تھا، کیا کھاتا تھا، کیا پیتا تھا، اس کا کسی کو علم نہ تھا۔ اس نے اپنی بات چیت کے ساتھ ساتھ اپنی خوراک اور لباس کی ضروریات بھی اس حد تک کم کر دی تھیں کہ دنیا میں اتنی کم ضروریات والا شاید ہی کوئی دوسرا انسان ملے۔

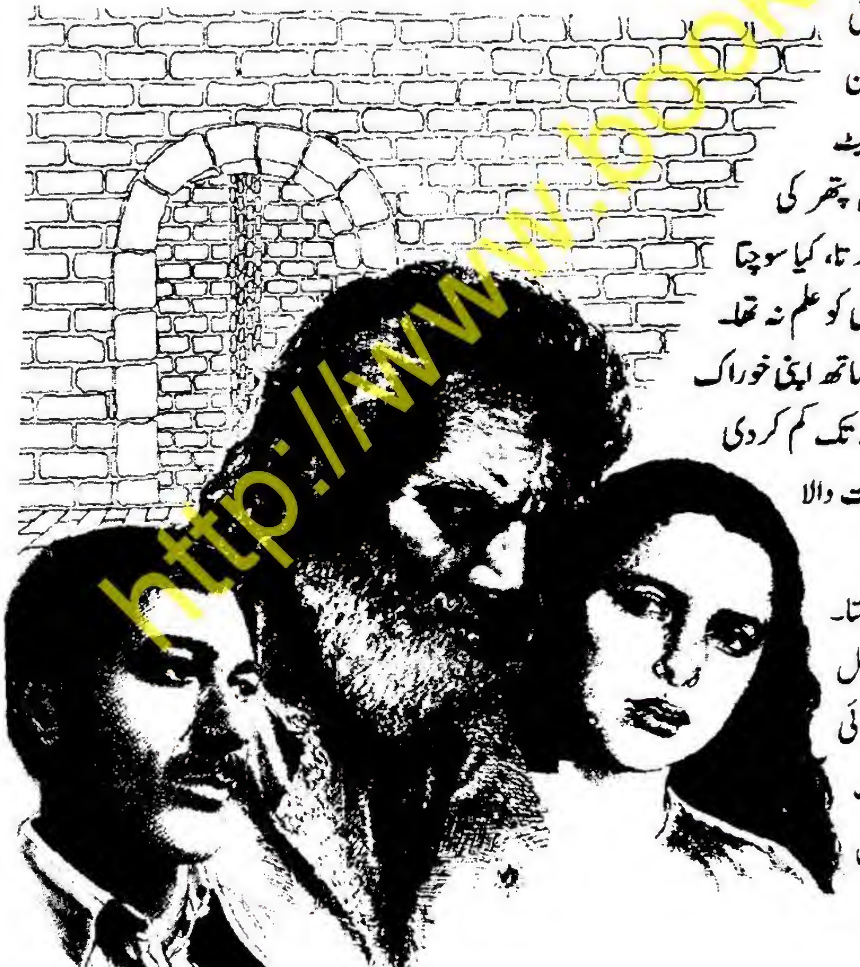

وہ اپنے حال میں مست رہتا۔ چہرے پر گھنگریالے بالوں پر مشتمل ڈاڑھی کی حالت زار اس کی بے اعتنائی کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ صاف شفاف دو پُرنم آنکھیں، ہونٹوں کی لکیروں میں ایک زہریلی، پُراستہزا تبسم کی جھلک، جس کا ہدف کوئی اور نہیں، وہ خود تھا۔ بس یہ تھا دیوانے شریف کا حلیہ۔

کبھی کبھار وہ گاؤں کے واحد قہوہ خانے میں، گاؤں کی مسجد کے دالان میں، یا گاؤں کے قبرستان میں بھی دکھائی دے جاتا۔ قہوہ خانے میں اگر کوئی آدمی اس کے سامنے چائے کی پیالی رکھ دیتا تو وہ دیر تک اس میں چمچا ہلاتا رہتا، یوں جیسے چائے کا سارا رنگ گھول کر ہی دم لے گا، پھر اسے گھنٹے بھر میں گھونٹ گھونٹ پی کر ختم کرتا۔ مسجد کے دالان میں اس کے وضو کرنے کی رفتار

اس قدر سست ہوتی کہ اتنی دیر میں دس نمازی باری باری وضو کر کے فارغ ہو جاتے۔ قبرستان میں کسی پتھر کے مدمقابل یوں بے حس و حرکت بیٹھا رہتا جیسے کوئی مرد مومن کسی کا پُر درد وعظ سننے میں محو ہو۔ غرض، وہ جو کام بھی کرتا، اس سے یہی ظاہر ہوتا کہ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہے، یوں، جیسے ایک ہی بات پر غور کرتے کرتے اتنی گہرائیوں میں کھو گیا ہو کہ وہاں سے کبھی واپس نہیں لوٹ سکے گا۔

اس کا سخت گیر، چڑچڑا باپ، جو گاؤں کے قہوہ خانے کا مالک تھا، اس کی ماں، جو ایک موہوم قندیل کی طرح ایک کمرے سے دوسرے کمرے کے چکر کاٹتی رہی تھی، یا کوئی اور شخص اس کے بارے میں مزید معلومات فراہم کرنے سے قاصر تھا۔

خدا بھلا کرے گاؤں کے ماسٹر صاحب کا، جن کی جیبی ڈائری دیوانے شریف کے متعلق معلومات سے بھرپور تھی۔ وہ دیوانے شریف کے گہرے دوست تھے۔ انہوں نے اپنی ڈائری اسی کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ وہ اس میں یوں باقاعدگی سے اندراج کرتے رہتے، جیسے کوئی پُرخلوص قاری اپنے پسندیدہ مصنف کے حکیمانہ ارشادات اور نجی زندگی سے متعلق قیمتی معلومات قلم بند کرتا رہتا ہے۔

اب آیئے، ذرا اس ڈائری کے چند اوراق الٹ پلٹ کر دیکھیں:

"میں ان خیالات سے کیسے چھٹکارا پاؤں....؟ کیا سائے پر مٹی ڈال کر اسے ڈھانپا جا سکتا ہے....؟ کیا سایہ سب سے آخر میں ڈالی جانے والی مٹی کی تہہ پر حاوی نہیں ہو جاتا....؟"

ایک اور صفحہ:

"دیوانہ شریف گاؤں سے پرائمری تعلیم مکمل کر کے استنبول چلا گیا۔ وہاں ایک ہسپتال میں ملازم ہو گیا، جہاں اس نے کمپاؤنڈر بننے کے لیے ایک کورس کیا، پھر وہیں عملی تجربہ حاصل کرنا شروع کر دیا۔ ہسپتال میں خون کے کینسر کی ایک مریضہ کو دل دے بیٹھا۔ لڑکی کو تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد خون دینا پڑتا تھا۔ شریف نے اسے خون دینے کا ذمہ اپنے سر لے لیا۔ چند ہی بار خون دے کر اپنے نصف سے زیادہ خون سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ وہ ساری ساری رات، لڑکی کے سرہانے بیٹھا رہتا۔

ایک روز لڑکی مر گئی۔ مرتے وقت اسے کہنے لگی، "میری تقدیر ہی ایسی تھی۔"

شریف واپس اپنے والد کے پاس چلا گیا۔ کچھ ہی عرصے بعد شہر کے لوگوں کے عادات و اطوار چھوڑ کے اپنی پہلی حالت میں لوٹ آیا۔ اب اسے اپنے سخت گیر، چڑچڑے باپ کے گھر جانے کی اجازت نہ تھی، چنانچہ وہ قہوہ خانے ہی میں عقبی سیڑھیوں کے نیچے پڑ کر سو جاتا۔ اب وہ اپنی ماں سے بھی دور ہو گیا، جو پریشان حال بیٹے کے گھر میں داخلے پر پابندی کے باعث رو رو کر ہلکان ہوتی رہتی تھی۔ دن کے وقت شریف پتھروں کی کان میں گھسا رہتا۔

میں جب سے استاد کی حیثیت سے گاؤں میں آ کر دیوانے شریف سے ملا ہوں، یوں لگتا ہے جیسے ایک بالکل نئی دنیا میں داخل ہو گیا ہوں۔ میرے خیال میں شہر کا کوئی ذہین ترین باشندہ بھی اتنی ذکا کا مالک نہیں ہو گا، جتنی دیوانے شریف میں ہے۔"

ایک موقع پر ماسٹر صاحب اور دیوانہ شریف پتھروں کی کان میں ایک دوسرے سے یوں محو گفتگو ہیں:

"مرحبا شریف!"

”مرحبا ماسٹر صاحب!“

”تم تقدیر سے بھاگ کر اس کھوہ میں آچھپتے ہو....؟“

”میری تقدیر میں یہی لکھا ہے۔“

”کیا انسان کبھی ریل کی پٹڑی کی طرح اپنی تقدیر کو دیکھ سکتا ہے....؟“

”دیکھ نہیں سکتے، اسی لیے تو سب انسان چین سے رہ رہے ہیں۔“

”کیا تم اس لیے بے چین ہو کہ اپنی تقدیر دیکھ سکتے ہو....؟“

”میری بے چینی کی ایک وجہ تو میرا شعور ہے کہ میں ریل کی پٹڑی پر چلا جا رہا ہوں، دوسری وجہ یہ ہے کہ میں اپنے مستقبل کے بارے میں بالکل نابلد ہوں۔ کچھ دیکھ نہیں سکتا۔“

ماسٹر صاحب نے جیب سے ڈائری نکالی، کچھ نوٹ کیا، پھر سر اٹھا کر بت کی مانند ساکت بیٹھے شریف سے مخاطب ہوئے،

”دین نے اس مسئلے کا نہایت عمدہ حل پیش کیا ہے۔ دین میں تقدیر اس حقیقت کو کہتے ہیں جس کے مطابق اللہ تعالیٰ کو اس بات کا پیشگی علم ہے کہ تم آئندہ کیا کرنے والے ہو۔“

دیوانہ شریف ذرا جوش میں آگیا۔ ”اللہ کو علم ہے کہ میں کیا کرنے والا ہوں....؟ بے شک اسے علم ہے۔ علم کیسے نہ ہو، جب میرا ہر کام اس کی اپنی رضا سے ہوتا ہے۔“

”ہشت! تم حد سے تجاوز کر رہے ہو شریف! تم بھول رہے ہو کہ خدا نے تمہیں پیدائش کے وقت ہی سے فیصلے کا اختیار دے رکھا ہے۔“

”اس کے فیصلے کے اختیار کے سامنے میرے فیصلے

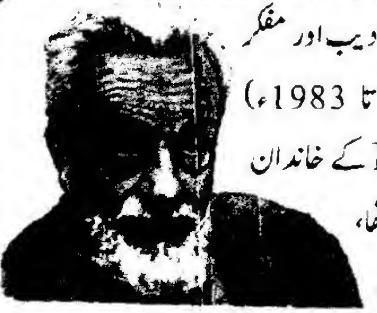

ترک کے مشہور قلم کار، شاعر، ادیب اور مفکر نجیب فاضل قیصاکورک (1904 تا 1983ء) Necip Fazıl Kısakürek کے خاندان کا تعلق اناطولیہ کے شہر مرعش سے تھا، لیکن آپ کی پوری زندگی استنبول میں گزری۔ یہیں آپ کی ولادت ہوئی اور آخر دم تک آپ نے یہیں قیام کیا۔ امریکی کالج اور بحریہ اسکول میں تعلیم پائی۔ بعد ازاں دارالفنون کے شعبہ فلسفہ اور سوبورن یونیورسٹی پیرس سے وابستہ رہے۔ بینک میں آڈیٹر کی ملازمت کی مگر اس میں دل نہ لگا آپ نے یہ ملازمت چھوڑ دی۔ پھر آپ نے قومی ادارہ برائے موسیقی اور اکادمی برائے فنونِ لطیفہ میں شمولیت اختیار کی اور ہر اہل و نااہل کے دل میں فن کی روح پھونک دی۔

آپ نے ”بویوک دوغو“ Büyük Doğu یعنی مشرقِ عظیم نامی مکتب فکر کی بنیاد رکھی اور اسی نام ایک رسالہ شائع کرتے رہے، اس رسالے نے ترکی کی فکری زندگی کی نشوونما میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ترکی کو عظیم ترکی بنانے میں نجیب فاضل کے اس ادارے کا کام، کوشش اور محنت شامل ہے۔ نجیب فاضل نے نوجوان نسلوں کو خوداعتمادی سکھائی، انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ اخلاق اور ناموس سے عاری افکار دائم نہیں رہ سکیں گے۔

نجیب فاضل کو ترکی میں شیکسپیئر کے برابر کا ڈرامہ نگار مانا جاتا ہے۔ آپ شعر و نثر کے نامی گرامی اساتذہ میں سے تھے۔ آپ کا شمار مستقبل کے فکری معماروں میں ہوتا ہے۔ صوفیانہ افکار سے شغف، مابعدالطبیعات پر گہری نظر، عمر بھر ”حقیقتِ مطلقہ“ کا احترام اور سید الانام ﷺ کی غیر معمولی عزت و توقیر آپ کی ہمہ جہت شخصیت کے چند گوشے ہیں۔

کے اختیار کی وقعت ہی کیا ہے....؟ اگر اس کی خواہش نہ ہو کہ میں کسی بات کا ارادہ کروں تو بھلا میں اس بات کا ارادہ کر سکتا ہوں....؟ اگر وہ مجھ سے کوئی اقدام نہ کروانا چاہے تو محض میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے....؟ میری کیا مجال ہے....؟"

ماسٹر صاحب نے اس کے لہجے کی کڑواہٹ کو مٹھاس میں بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا، "شریف! تم ایک نہایت دین دار انسان ہو۔ تم اس بات کی بھی پروا نہیں کرتے کہ سب لوگ تمہیں پاگل کہتے ہیں، حالانکہ ان کی رائے کے بالکل برعکس تم ایک نہایت عقل مند آدمی ہو۔ اللہ کی نعمتوں کا اوروں کے مقابلے میں تمہیں زیادہ احساس ہے۔ یہ سب تو ٹھیک ہے، لیکن تمہاری یہ رائے تمہیں بہت دور لے گئی ہے۔ تم اللہ کو عظیم سے عظیم تر اور خود کو کم سے کم تر ظاہر کرتے کرتے صحیح پیمانہ ہی ہاتھ سے گنوا بیٹھے ہو۔ اپنے آپ کو ذمہ داریوں ہی سے خارج گردانتے ہو۔ اپنی اس غلطی کی تصحیح کرلو۔"

شریف اپنی شفاف، سمندر جیسی پرنم آنکھیں، ظلمتوں پر گاڑے، ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا۔

"ہم ہیچ ہیں۔ ہستی اس کی ہے۔ ہم میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ خاک کے ایک ذرے کو (اللہ کی مرضی کے بغیر) جنبش دے سکیں۔ طاقت ساری اسی کی ہے، جو سب کچھ ہم سے کرواتا ہے۔ میں اس وقت جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے کہلوانے والا بھی وہی ہے.... ہستی ہے تو اسی کی ہے ماسٹر صاحب! ہم سب تو ہیچ ہیں۔"

"تم نے طاقت کے توازن میں خلل ڈالا ہے شریف!"

"میں نے تو اپنی عقل ہی میں خلل ڈالا ہے ماسٹر صاحب!"

"شریف! کچھ تو کر جاؤ۔ کوئی ایسا فعل، جس سے تمہاری خداداد آزادئ عمل کا اظہار ہو۔"

شریف کے ہونٹوں پر زہریلا استہزا جنم دینے والی لکیریں جگمگا اٹھیں، کہنے لگا:

"ماسٹر صاحب! جب میرا کوئی فعل میرا اپنا ہی نہیں تو میں بھلا کیا کر سکتا ہوں، جس سے میرے عمل کی آزادی کا اظہار ہو....؟"

"تم نے بس ایک نقطے پر اپنے آپکو گاڑ رکھا ہے، وہاں سے تمہیں کوئی طاقت اکھاڑ نہیں سکتی۔ ہمت کرو، اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ۔ اپنی پرانی حالت پر لوٹ آؤ۔ میدان حیات میں قدم رکھو۔ اللہ کے ارادوں کی کھوج کوئی نہیں لگا سکتا، اس خیال سے باز آجاؤ۔ یہ زندگی، جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے، بہت بڑی نعمت ہے، اسے اپناؤ اور زندہ رہنے پر توجہ دو۔"

شریف نے اپنی انگلی، ماسٹر صاحب کے ہونٹوں کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا، "آپ کا کیا خیال ہے، آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ اپنی مرضی سے، کہہ رہے ہیں....؟ کیا ہم سوچتے ہوئے، بات چیت کرتے ہوئے، ہر بات میں تقدیر کے اسیر نہیں ہوتے....؟"

ماسٹر صاحب زچ ہو کر سر جھکا کر کھوہ سے نکلے اور گاؤں واپس لوٹ گئے۔

اس رات، جب شریف کی ماں سیڑھیوں کے نیچے اس کے حجرے میں کھانا لے کر گئی تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ اگلے روز.... پھر اس سے اگلے روز بھی شریف کہیں نہ ملا۔ اس کا باپ، جو ہر وقت کہا کرتا تھا، "مرجائے یہ مردود تو ہماری جان چھوٹے۔" بیٹے کو کہیں نہ پا کر کندھے جھٹکتے ہوئے بولا، "کاش، کبھی نہ ملے!"

کئی روز گزر گئے، ماسٹر صاحب گرمیوں کی چھٹیاں

گزار کر استنبول گئے تو انہوں نے وہاں ہر اسپتال کے چکر کاٹے۔ ان کا خیال تھا کہ جس اسپتال میں شریف کسی زمانے میں رہ چکا تھا، اس کا پتا چل جائے تو شاید وہاں سے کوئی سراغ مل سکے۔ آخر انہیں وہ اسپتال مل ہی گیا۔ ایک ڈاکٹر نے انہیں اس لڑکی کے بارے میں معلومات فراہم کیں جو اسپتال میں شریف کے قیام کے دوران کینسر کی وجہ سے مر گئی تھی۔

”بڑی فرشتہ صفت لڑکی تھی.... لاوارث تھی۔ شریف کے سوا اس کا کوئی اور پُرسان حال نہیں تھا۔“

”ڈاکٹر صاحب! کیا آپ جانتے ہیں کہ اسے دفن کہاں کیا گیا تھا....؟“

”لاوارث مردوں کی تکفین و تدفین حکومت کرتی ہے۔ سرکاری ریکارڈ سے مدفن کا پتا چلایا جا سکتا ہے۔“

ماسٹر صاحب لاوارث مردوں کے قبرستان پہنچ گئے۔ وہاں لڑکی کی قبر کا کچھ پتا نہ چلا۔ وہ چند قبروں کے بیچوں بیچ گزرتے ہوئے ایک سرو کے درخت کے نیچے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے۔ سامنے سمندر میں آتے جاتے اسٹیمر اپنی اپنی تقدیر کی لکیروں پر محو سفر تھے۔ دور سے شہر کی گہما گہمی کی ہاہو سنائی دے رہی تھی۔ ادھر پتھر عمر بھر خاموش رہنے کی سزا کے خلاف چلا چلا کر صدائے احتجاج بلند کر رہے تھے۔

ماسٹر صاحب کو محسوس ہو رہا تھا، جیسے شریف کے حکیمانہ اقوال نے ان کا ذہن بھی پراگندہ کر دیا ہو۔ اتنے میں کچھ لوگ گینتی بیلچے اٹھائے قبرستان آ پہنچے، انہوں نے مٹی کے ڈھیروں کے درمیان ہموار زمین کھودنی شروع کر دی۔ ماسٹر صاحب متواتر سوچوں میں گم تھے۔ ان کی سوچوں کا موضوع تھا: ”تقدیر کی جلوہ گری۔“ سمندر میں اسٹیمروں کی آمد و رفت جاری تھی۔ اتنے میں کھدائی کرنے والوں میں سے ایک شخص چلایا:

”بھئی، یہاں تو ایک تازہ لاش پہلے ہی دفن ہے۔“

”ڈھانپ دو، ڈھانپ دو۔“ دوسرا بولا، ”آؤ، ہم کوئی اور جگہ ڈھونڈیں۔“

پہلا آدمی بولا، ”اللہ اللہ.... یوں لگتا ہے جیسے ہنس رہا ہو۔“

ماسٹر صاحب نے جھک کر ادھر نگاہ ڈالی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ دیوانہ شریف مدفون ہے۔ اس کی شفاف، سمندر جیسی پُرنم آنکھیں بالکل کھلی ہیں، ہونٹوں پر وہی استہزا اور زہریلا تبسم جیسے ہنس رہا ہو۔ ماسٹر صاحب منہ سے کچھ نہ بولے۔

جب قبر کھودنے والے، شریف کے ہنستے چہرے، اس کی شفاف، سمندر جیسی آنکھوں اور نیم وا ہونٹوں پر مٹی ڈال رہے تھے تو ماسٹر صاحب چلائے، ”رک جاؤ!“

اور پھر جیسے دیوانے شریف نے انہیں اپنی نوٹ بک میں درج کرنے کے لیے مواد فراہم کرتے ہوئے کہا ہو، دیکھا آپ نے ماسٹر صاحب، آپ کو میں کہاں اور کس حال میں ملا....؟ آپ اب بھی انسان کی آزادیٔ عمل، اس کے ارادے کی باتیں کرتے ہیں۔ میں نے اس دوشیزہ کے پہلو میں کیسے جگہ پالی۔ یہاں زیرزمیں کیسے داخل ہو گیا۔ اپنے اوپر اس قدر مٹی کیسے ڈال لی۔ مٹی کے نیچے دم گھٹ کے مرنے تک کیسے جیتا رہا۔ ان سب باتوں کے متعلق سوچنا بے فائدہ ہے۔ یہ سب باتیں تو بڑی چھوٹی چھوٹی ہیں۔ آیئے، غور کرنا ہے تو بڑی بڑی باتوں پر غور کریں....

ماسٹر صاحب! حقیقت یہ ہے کہ اپنی تقدیر ہی ایسی تھی!....“

❋

مقدس درخت

ترجمہ: جاوید مجید

کچھ نیم خواندہ نوجوان مسکرا رہے تھے۔ ان کی ہنسی سے طنز و استہزا صاف جھلک رہا تھا۔ ان کی بلا سے اگر ایک درخت کو اس ویرانے سے کاٹ دیا جائے۔ چاہے یہ درخت باغ کا سب سے تناور درخت ہی کیوں نہ ہو جس کی شاخیں رسیلے اور عمدہ پھل سے زیر بار ہیں، جو پک کر گرے یا گل سڑ کر..... یا پھر شاخوں پر ہی لٹکا رہے....؟ انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

وہ ادھر ادھر پھیلے اپنی گردنیں اونچی کر کے وہاں جمع ہوئے لوگوں کے ہجوم کو دیکھ رہے تھے۔ ان کی توجہ درخت کی طرف بالکل بھی نہیں تھی۔ درخت والی جگہ پر اب کام ہو رہا تھا۔ وہاں سوائے ایک درخت کے کچھ نہ تھا۔

درخت کے پیچھے سیمنٹ کے مضبوط ستون تھے جنہیں بڑی احتیاط سے ایستادہ کیا جارہا تھا۔ لمبے ستونوں کے پیچھے سیاہ رنگ عمارتیں تھیں جن کے کمروں کی کھڑکیاں ابھی نہیں بنی تھیں۔

بے کھڑکیوں کی یہ عمارتیں یوں دکھائی دے رہی تھیں جیسے قدیم عہد کے کسی دیومالائی جانور کا جبڑا کھلا ہو۔ اس علاقے کو سکیورٹی نے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ سکیورٹی والے ہر کسی کو مٹیالی ریت کے ٹیلے پر درخت والی جگہ کے قریب آنے سے روک رہے تھے۔

درخت کے گرد دائرے کے پیچھے اضافی سکیورٹی کا مضبوط حصار تھا جو لوگوں کے ساتھ بڑی سختی برت رہا تھا۔ گاہے گاہے سکیورٹی والے اپنی چھڑیاں لوگوں کے کندھوں اور ایڑیوں پر برسا رہے تھے۔ حزن و یاس کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ شاید کوئی بچہ قدموں کے نیچے آگیا تھا۔ وہ

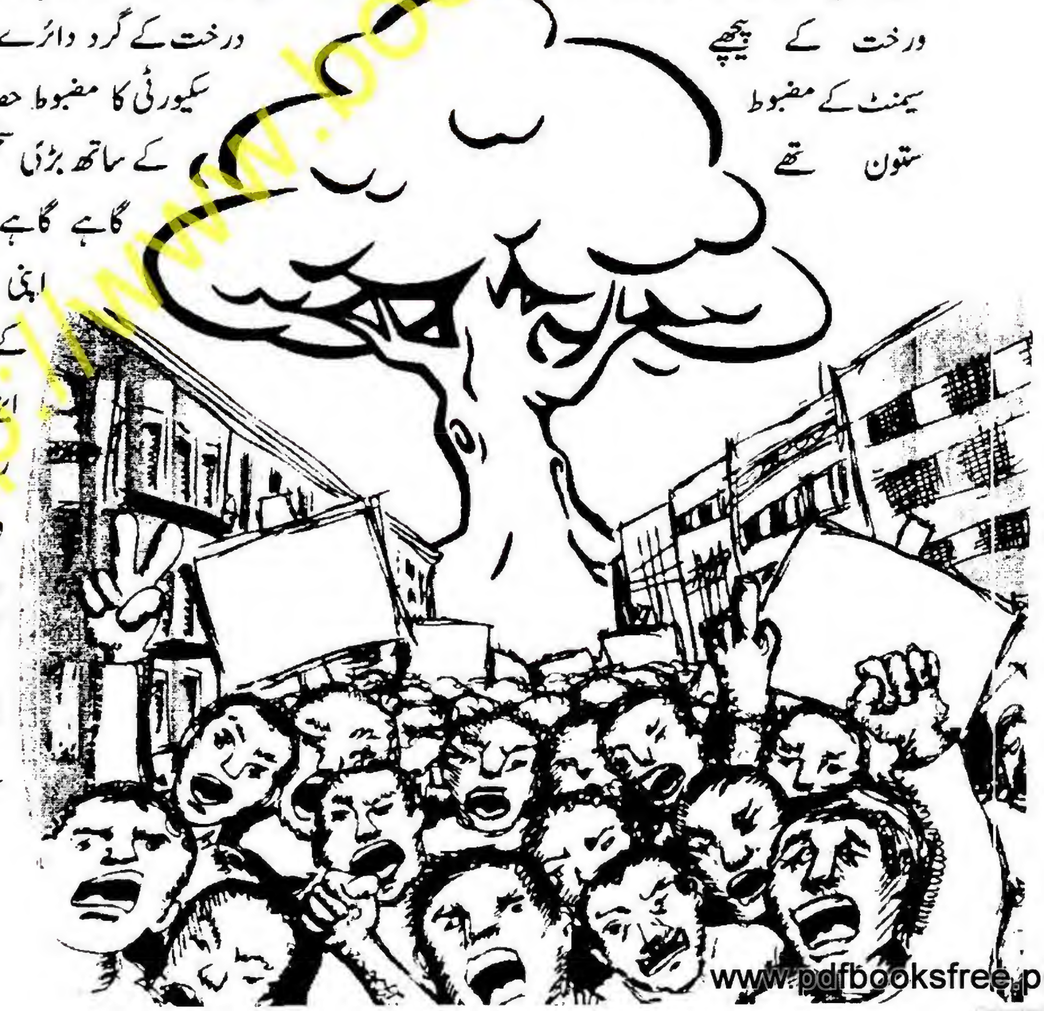

ننگے پاؤں، چیتھڑوں میں ملبوس بڑی بے قراری سے اپنی ماں کے ساتھ چمٹا ہوا تھا۔ پیچھے کچھ نیم خواندہ نوجوان اپنے کندھے اچک اچک کر دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے پاس کھڑے آدمی سے کہا:

’’ریاست یہ ایک اچھا کام کر رہی ہے۔‘‘

’’ریاست کیا کر رہی ہے، تمہارا اس سے کیا لینا دینا....؟ درخت کٹنے سے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے....؟ کل وہ یہاں ایک جدید عمارت کھڑی کر دیں گے۔ اس بات کا بھی تم سے کوئی لینا دینا نہیں! اس عمارت کا کرایہ تو بہرحال تمہاری جیب میں جانے سے رہا!‘‘

’’بالکل ٹھیک، لیکن یہ آسیبی بلا تو یہاں سے ہٹے گی۔ لوگ تو اس درخت کو پوجنا ہی شروع ہوگئے ہیں۔‘‘

’’اس کے کٹنے پر وہ پہلے سے بھی زیادہ اس کی پوجا کریں گے!‘‘

’’بالکل بھی نہیں، معاملہ اس کے برعکس ہوگا۔ وہ اس درخت کے متعلق سب باتیں بھول جائیں گے۔‘‘

درخت والی جگہ پر ہجوم بڑھتا ہی جاتا تھا۔ دھکم پیل جاری تھی۔ کچھ بندوقیں اور قدرے بھاری ڈنڈے فضا میں بلند ہوئے اور پھر وہاں جمع ہوئے لوگوں کے جسموں اور بازوؤں پر برسنے لگے۔ ایک عورت نے قدرے لمبی ناک والے اپنے بچے کو پیچھے کھینچا اور ساتھ کھڑی عورت سے مخاطب ہوئی جو اُسے بالکل دھیان نہیں دے رہی تھی:

’’اس درخت نے ان کا کیا بگاڑا تھا۔ حکومت پر سیدی داؤد کی پھٹکار پڑے گی۔ میرا یقین کرو کہ یہ تمام آج رات سونے سے پہلے ہی کسی برے انجام سے دوچار ہو جائیں گے۔‘‘

’’حکومت کو کیا پرواہ۔‘‘

ایک دوسری عورت نے بغیر مڑے تبصرہ کیا:

’’یہ تو غریب اہل کار ہیں جو درخت کاٹ رہے ہیں۔ عذاب کی گرفت میں تو بے چارے وہ آئیں گے۔ رہے اعلیٰ سرکاری عہدے دار، وہ تو ہمیشہ لوگوں سے ان کی قبریں کھداتے ہیں جبکہ خود دکھ اور تکلیف سے کوسوں دور رہتے ہیں۔‘‘

اس عورت نے محسوس کیا کہ یوں گفتگو کرنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ وہ مارے خوف کے کانپنے لگی اور ادھر ادھر بے چینی سے دیکھنے لگی۔ اسے لگا کہ کوئی اعلیٰ حکومتی عہدے دار پیچھے کھڑا اس کی جاسوسی کر رہا ہے جو ہانک کر اسے تھانے لے جائے گا جہاں کوڑوں سے اس کی تواضع کی جائے گی۔ پھر اسے یوں الٹا لٹکا دیا جائے گا جیسے قصاب کی دکان پر ہک میں لٹکی بھیڑ۔

دفعتاً اسے اپنے تین بچے یاد آگئے جن کی پرورش کی ذمہ داری اس کے میاں کی رحلت کے بعد اس کے ناتواں کندھوں پر تھی۔

وہ اپنے برابر کھڑی خاتون سے باتیں کرنے لگی:

’’حکومت کو پتہ ہے وہ کیا کر رہی ہے۔‘‘

’’اگر کوئی ٹھوس وجہ نہ ہوتی تو اسے نہ کاٹتی۔‘‘

دوسری خاتون بولی ’’تمہیں سیدی داؤد کی پھٹکار کا کوئی خوف نہیں۔ اپنا منہ بند رکھو ورنہ آج رات تمہیں سوتے میں آلیں گے۔‘‘

’’میں نے سیدی داؤد کا کیا بگاڑا ہے۔ میں تو ایک غریب بیوہ ہوں جسے دو وقت کی روٹی کے لالے

پڑے ہیں اور جو سر توڑ محنت کر کے اپنے بچوں کو پال رہی ہے۔"

خاتون ہجوم میں سے نکل گئی۔ اسے کسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہونا تھا.... پولیس کی اور نہ ہی سیدی داؤد کی۔ اسے تو یہ تک معلوم نہ تھا کہ در حقیقت سیدی داؤد ہیں کون....؟ اس نے ان کی کبھی زیارت کی تھی اور نہ ہی درخت والی جگہ پر ان کا مزار دیکھا تھا۔ البتہ لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ جہاں سیدی داؤد کی روح نے پرواز کی تھی وہاں انہوں نے یہ درخت لگایا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ درخت کسی نے نہیں لگایا تھا بلکہ ایک روز اس جگہ یہ خود اُگ آیا تھا۔ یہ پہلے دن ہی اتنا بڑا تھا گویا کئی برسوں سے یہاں کھڑا ہو۔ وہ دو سال پہلے صرف ایک مرتبہ اپنے میاں کی پھانسی کی سزا رکوانے کے لیے یہاں مدد کو آئی تھی۔ تاہم درخت کی زیارت کے باوجود سیدی داؤد نے اس کے میاں کی جاں بخشی نہ کرائی تھی۔

سورج ہجوم پر آگ برسا رہا تھا۔ گرد اور اڑتے ملبے کی وجہ سے لوگ ناقابل پہچان تھے۔ فقط ان کے ناکوں پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ میدان میں بلڈوزر کا نا تھمنے والا شور تھا۔ کچھ اہل کار درخت کے تنے کے ساتھ بندھے رسے سے کھیل کر وقت گزاری کر رہے تھے۔ ان کی بندوقوں کا رخ ابھی تک ہجوم کی طرف تھا۔ سرکاری حکم پورے طور پر ضرور بہ ضرور نافذ العمل ہونا چاہیے۔ پھر درخت کے تنے اور شاخوں کے ٹوٹنے کی آواز آئی اور درخت زمین پر گر گیا۔ اہل کاروں نے رسے کو ڈھیلا چھوڑ اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے پیچھے پولیس والے بھی تیزی سے پیچھے کو ہٹے۔ ان میں سے کسی کی آنکھ میں شاخ نہ تھی۔ سکیورٹی حصار ڈھیلا پڑا اور ایک مرتبہ بندوق کی نالیاں اور لاٹھیاں بلند ہوئیں۔ خالی بازو فضا میں لہرا رہے تھے۔ احتجاج کی صدائیں بلند ہوئیں اور پھر دب گئیں۔ ایک راہ گیر نے کہا کل یا پرسوں سیدی داؤد کی آرام گاہ پر ایک بلڈنگ کی بنیاد رکھ دی جائے گی۔

"مجھے خدشہ ہے یہ لوگ اس عمارت کا نام سیدی داؤد بلڈنگ رکھ دیں گے اور اس کی دیواروں کے ساتھ موم بتیاں اور تعویذ لٹکا دیں گے۔"

ہر چیز ممکن ہے۔

میدان میں دھکم پیل بڑھ گئی تھی۔ لوگوں نے اپنی چھوٹی چھوٹی دکانیں اور کھوکھے چھوڑے اور ہجوم کی طرف متجسسانہ دوڑے جبکہ بعض نے اس منظر کو دور سے دیکھنا ہی مناسب جانا۔

دو کاریں یکایک ہجوم کے قریب آ کر رکیں۔

ایک کار میں سے پولیس چیف اترا۔ اس کے ہمراہ پولیس کی بھاری نفری تھی جس نے ہجوم میں سے اپنے چیف کے لیے رستہ بنانا شروع کیا۔ لوگ اسے دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔ بعض لوگ منہ ہی منہ میں اسے برا بھلا کہنے لگے جبکہ پولیس چاروں طرف سے ان پر لاٹھیاں برسا رہی تھی۔ گرد و غبار کے بادل نے پولیس کی ٹولی کو گھیر لیا۔ سوائے پولیس چیف کے کسی کو معلوم نہ تھا کہ حلیم و بردبار رہنا کتنا اہم ہے۔ تھوڑی سی حرکت بھی ایک بہت بڑے فتنے کو جنم دے سکتی تھی.... خاص کر ایسے حساس موقع پر۔ گرد اڑتی رہی، پھر چیخیں بلند ہوئیں۔ اب لاٹھیوں اور بندوقوں کی نالیاں برس رہی تھیں۔ ایسا رد عمل ایسے مواقع پر ضروری ہوتا ہے۔ دنیا کے عظیم ترین حکمران کو صرف ایک کام کرنا ہوتا ہے.... اپنے

محمد زفزاف Mohamed Zafzafکا تعلق مراکش سے ہے، آپ 1945ء کو سوق الاربعاء الغرب میں پیدا ہوئے، رباط یونیورسٹی سے فلسفہ میں تعلیم پائی۔ انہوں نے اپنے کیریئر کا آغاز کاسابلانکا Casablanca کے ایک ہائی اسکول میں بطور مدرس کیا۔ زفزاف کو مراکش میں افسانہ نویسی میں استاد کا درجہ حاصل ہے۔ مراکش سے باہر عرب دنیا میں بھی اسے ان کے ادبی کام کی بدولت بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ انہوں نے بہت سے ناول، ڈرامے اور تنقیدی مضامین لکھے۔ زفزاف کی کہانیوں کے مشہور مجموعے یہ ہیں:

حوار في ليل متأخر "رات کے پچھلے پہر کا مکالمہ" (1970ء)، أرصفة وجدران "فٹ پاتھ اور دیواریں" (1974ء)، بيوت واطئة "زیریں گھر" (1977ء)، قبور في الماء "پانی میں قبریں" (1978ء)، الأقوى "مضبوط ترین" (1978ء)، الأفعى والبحر "سانپ اور سمندر" (1979ء)، الشجرة المقدسة "مقدس درخت" (1980ء)، غجر في الغابة "جنگل میں خانہ بدوش" (1982ء)، محاولة عيش "جینے کی کوشش" (1985ء)، ملك الجن "جن کا آقا" (1988ء)، ملاك أبيض "سفید فرشتہ" (1988ء)۔

زفزاف کے ناولوں اور افسانوں کا بہت سی مغربی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے، ان کے مشہور ناولوں میں المرأة و الوردة "عورت اور گلاب کا پھول" (1997ء)، الثعلب الذي يظهر و يختفي "چھپنے اور نظر آنے والا بھیڑیا" اور بيضة الديك "مرغ کا انڈا" شامل ہیں۔

اپنے ہم عصر دیگر لکھاریوں کی طرح زفزاف کی تخلیقات میں بھی معاشرے کے پسماندہ طبقات کے مسائل زیر بحث آئے ہیں۔ ان کا تخلیق کردہ ادب سماجی سچائیوں پر مبنی ہے۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں ان لوگوں کو زبان دینے کی کوشش کی ہے جو اپنا مدعا بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

اعصاب پر قابو رکھنا۔

حکومت کا سب سے بڑا سربراہ ہو، وزیر یا پولیس چیف ہو، ان سب کو ایک بات یقینی بنانا ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھنا ہوتا ہے۔

تاہم ماتحت ایسا نہیں کرتے۔ انہیں لگتا ہے کہ جو احکامات انہیں اوپر سے ملے ہیں، وہ انہیں نافذ کر رہے ہیں۔ ریاست کا سربراہ جب ٹی وی کیمروں کے سامنے ہو اپنے منہ پر تھپڑ کھا کر چہرے پر مسکراہٹ سجائے رکھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں کہ اس نے رد عمل میں کچھ نہیں کیا۔ جبکہ عام لوگ تو چھوٹی سے چھوٹی بات پر بھی بھڑک اٹھتے ہیں۔ تاہم جب کیمرے کی لائٹس اس پر نہ پڑ رہی ہوں، وہی حکمران بڑی آسانی سے دسیوں شہر برباد کرنے کے احکامات صادر کر سکتا ہے۔ بعد میں وہ بڑی بڑی تقریریں جھاڑے گا اور اپنے اوپر معصومیت کا لبادہ اوڑھے گا۔

بازو بلند ہوئے اور.... آوازیں بھی۔

بندوقوں کا شور آسمان پھاڑ رہا تھا۔ لاٹھیاں

سروں پر منڈلا رہی تھیں۔ وہاں فقط چیخیں، خود آلود چہرے اور زمین پر گرتی لاشیں تھیں۔ پولیس چیف نے تھوڑی سی بھی حرکت نہ کی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے آپ کو وزارت کے لیے تیار کر رہا ہے.... کیمرے کے سامنے (بالکل سیدھا کھڑا، انتقام کا وقت قریب اور دسیوں شہر تباہ کرنے کے لیے تیار)۔ ہجوم کی کثرت کی وجہ سے کچھ بندوقوں کی نالیاں نا چاہتے ہوئے ان لوگوں کی طرف اٹھ گئیں جو اس درخت کو مقدس گردانتے تھے۔ لیکن وہ گھبرایا نہیں۔ گرد سے اٹے چہرے پر اس نے مسکراہٹ سجائے رکھی۔

وہ ہجوم کے گھیرے میں تھا۔ تاہم ماتحتوں میں سے ایک اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا۔ خدا جانے کہاں سے ایک بڑا پتھر پولیس چیف کے سر پر آ لگا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ وہ زمین پر گر گیا۔

مسکراہٹ ابھی تک اس کے لبوں پر سجی تھی۔ وہ خون اور مٹی میں لت پت پڑا تھا۔ پولیس نے گولی چلادی۔

ہوا میں پتھر برس رہے تھے۔ گرد و غبار کی گہری دھند چھائی ہوئی تھی۔ گولیاں اندھا دھند چل رہی تھیں۔ کسی کو کچھ معلوم نہ تھا کہ گولی کس سمت سے آ رہی ہے۔ لاشیں گر رہی تھیں۔ کچھ لوگ بھاگ رہے تھے۔ ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔ لوگ ایک دوسرے کو پچھاڑ کر بھاگ رہے تھے۔ گرد کا بادل بلند ہوا۔ اب بھرپور لڑائی جاری تھی اور ہر طرف بدامنی کا دور دورہ تھا۔

غصے، خوف، نفرت، بہادری اور بزدلی کے جذبات درخت پر چھا چکے تھے۔ درخت کٹ کر اب زمین پر پڑا تھا۔ ہر طرف سے گولیاں چل رہی تھیں اور سامنے آنے والوں کو زمین پر گرا رہی تھیں۔ ہر چیز گہنا گئی....

افسوس، آہ و بکا اور مرنے والوں کی چیخیں۔ باوجود مٹی اور خون میں لت پت ہونے کے پولیس چیف کے چہرے پر ابھی تک مسکراہٹ سجی تھی۔

گویا دسیوں کیمرے اس کے ارد گرد ہوں جو اس کی ایک جھلک کو اپنی گرفت میں لینے کے لیے بے تاب ہیں۔

لوگ اب منتشر ہونا شروع ہو چکے تھے۔ تنگ گلیاں خالی ہو گئیں۔ ٹیڑھی دیواروں میں نصب کھڑکیاں بند ہو گئیں۔ آنکھیں دیواروں، کھڑکیوں اور دروازوں سے جھانک رہی تھیں، تاہم یہ آنکھیں سوائے پولیس کے کسی کو دیکھ نہ پا رہی تھیں۔ پولیس میدان کے ارد گرد پھیلی ہوئی تھی اور ٹیڑھی میڑھی گلیوں میں بھاگنے والوں کا پیچھا کر رہی تھی۔ یہ گلیاں گرد و غبار اور سیورج سے اٹی ہوئی تھیں۔

کچھ دکان دار، سبزی والے، مسالا فروش اور بعض دوسرے چھوٹے دکان دار پناہ لینے کے لیے جہاں کہیں بن پڑا، اپنے سامان کو چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مہندی، جڑی بوٹیاں، مقامی تیار کردہ صابن اور آسیبی اثرات دور کرنے والی اشیاء بیچنے والی چند بوڑھی عورتیں بھی اپنے سامان کو چھوڑ کر بھاگ اٹھیں۔

پولیس اپنے چیف کے قریب آئی۔ چیف نے انہیں ایک کار میں لے جانے کا اشارہ کیا۔ ایک سپاہی اپنے چیف کے غیر معمولی حوصلے پر بڑا حیران تھا، جو اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائے یوں لیٹا تھا جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

⁂

پیٹی شاپ کیپر

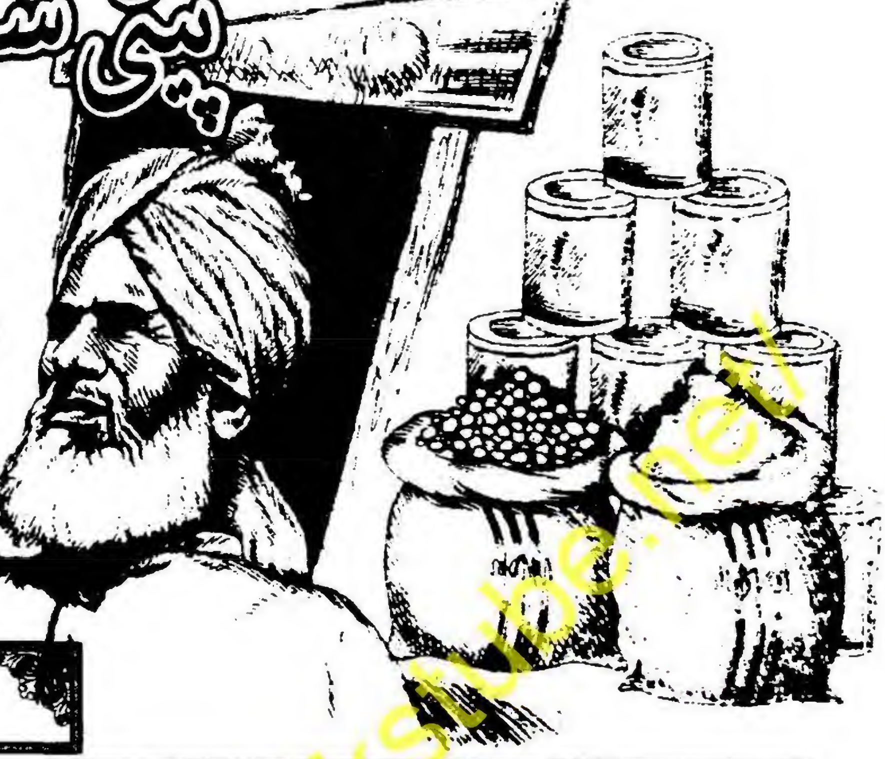

اس کی روح
مر چکی تھی
اور قالب زندہ تھا،
پھر ایک حادثہ
پیش آیا اور روح
زندہ ہوگئی
اور قالب....

ممتاز مفتی

دفعتاً عاصم پر وہ لمحہ وارد ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ اردگرد لاشیں پڑی ہیں۔ حنوط شدہ لاشیں۔ ڈھلکے چہرے، سوجی ہوئی آنکھیں، لٹکے ہوئے ہونٹ چاروں طرف موت کی رینگتی ہوئی جھریاں۔ بے حسی کی چمٹی ہوئی جونکیں اور سدا کی پھٹکار ہی پھٹکار۔

پھر دفعتاً اسے خیال آیا.... میں.... میں بھی تو انہی میں سے ہوں! کیا میں بھی....!

دور، بادل کی گرج سن کر شیخ بلاول چمڑے والے چونکے۔ ان کے لٹکے ہوئے ہونٹوں میں لہر سی پیدا ہوئی۔ حقارت بھری لہر۔ ”آج گرجنے لگا....؟“ انہوں نے آسمان کی طرف دیکھ کر ناک چڑھائی۔

”روز ہی گرجتا ہے!“ ارجمند لوہے والے کے چہرے کی شکنیں یوں ابھریں سمٹیں، جیسے لوہے کی سلاخوں بھرا ٹرک الٹ گیا ہو۔

”چمڑے کے اسٹاک پڑے پڑے گل رہے ہیں۔“ شیخ بلاول نے ہونٹوں کی تھوتھنی بنا کر موسم کا مذاق اڑایا۔

حاجی امان اللہ موسم سے بے نیاز چپ چاپ بیٹھا دانتوں میں خلال کرنے میں مصروف تھا۔ چہرے پر گراں باری اور بے تعلقی کے ایسے ڈھیر لگے ہوئے تھے جو سیری اور شکم پُری ہی پیدا کر سکتی ہے۔

خیر مرزا کے گالوں پر قرض کی چیونٹیاں رینگ رہی تھیں۔ وہ مال کے نئے کنسائنمنٹ کا حساب لگانے میں کھویا ہوا تھا۔

وہ چاروں عاصم کے ساتھی تھے، دوست تھے، لیکن وہ چاروں کسی کے ساتھی نہ تھے، کسی کے دوست نہ تھے، حتیٰ کہ ہر کوئی خود سے بھی بیگانہ ہو چکا تھا۔ افراط کا اژدھا رشتوں کو نگل چکا تھا۔ اس روز

عاصم نے انہیں لنچ پر مدعو کیا تھا اور کھانا کھانے کے بعد وہ آرام کرسیوں پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ دفعتاً عاصم پر وہ لمحہ وارد ہو گیا۔ دفعتاً جیسے وقت رک گیا۔ ہر سیکنڈ کا دورانیہ منٹ کے برابر ہو گیا۔ گرد و پیش پر سلو موومنٹ طاری ہو گئی۔ چہرے اسٹل کلوزاپس میں بدل گئے، چاروں ساتھی عاصم کی نگاہ میں ننگے ہو گئے۔

پتہ نہیں ایسا کیوں ہوتا ہے، لیکن ایسا ہوتا ہے کہ زندگی کے لمحات کی مالا میں دفعتاً جانے، بے وجہ ایک منّور منکا آ جاتا ہے۔ اس لمحے میں چیزوں اور شخصیتوں سے مانوسیّت کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور چونکا دینے والی حقیقتیں بھیانک شکل میں سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں۔

عاصم نے دیکھا کہ اس کے گرد لاشیں پڑی تھیں۔ حنوط شدہ لاشیں۔

دفعتاً اسے خیال آیا میں بھی تو ان ہی میں سے ہوں۔ کیا میں بھی ایک لاش ہوں اور وہ باتھ روم کے آئینے کی طرف بھاگا۔

☆☆☆

پندرہ برس پہلے عاصم کارونٹ کیمیکلز فیکٹری کی مزدور کالونی میں احمد علی کی کریانے کی دوکان پر منشی کی حیثیت سے ملازم تھا۔ اسٹاک منگوانا اور فروخت کا حساب کتاب رکھنا اس کے فرائض میں شامل تھا۔

پہلے چھ ایک مہینے تو وہ بڑے اطمینان سے اپنے کام میں منہمک رہا۔ پھر جیسے جیسے اس پر کاروبار کے بھید کھلتے گئے، ویسے ویسے ایک بے نام سی بے چینی پیدا ہوتی گئی، بڑھتی گئی۔

جب وہ دیکھتا کہ شیخ احمد علی زیادہ منافع کمانے کی ہوس میں ضروری اشیاء کا توڑا پیدا کر دیتا ہے اور کالونی کے مزدور ضروریات کے حصول کے لیے کس قدر مضطرب ہوتے ہیں، تو اس کے دل میں غصہ ابھرتا۔ جی چاہتا کہ مزدوروں کے سامنے شیخ احمد علی کا بھانڈا پھوڑ دے، پھر باآواز بلند اسے گالیاں دے اور مور اوور قسم کی گالیاں ار حساب کتاب کی کتابیں شیخ کے منہ پر مار کر دوکان سے باہر نکل جائے۔ اسے مزدوروں سے دلی ہمدردی تھی۔

ایک طرف فیکٹری کے مالک انہیں بے وقوت بنانے میں مصروف تھے۔ دوسری طرف فیکٹری کے اہل کار ان پر رعب جمانے کی لذّت میں مدہوش تھے۔ تیسری طرف ان کے اپنے لیڈر ذاتی مفاد کے لیے انہیں استعمال کر رہے تھے اور چوتھے، کالونی کے دوکاندار خود پیدا کردہ مہنگائی سے لوٹ رہے تھے۔

کئی مرتبہ اسے خیال آتا کہ فیکٹری کے رابطہ افسر سے مل کر شیخ احمد علی کی ذخیرہ اندوزی کی شکایت کرے۔ اس نیت سے وہ دو ایک مرتبہ ناظم کے پاس گیا بھی، لیکن بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی، اس لیے لوٹ آیا۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ناظم نے اسے پکڑ لیا۔ کہنے لگا "بولو کیا کہنا چاہتے ہو....؟"

اس پر عاصم کے اوسان خطا ہو گئے۔ شکایت کرنے کی ہمت نہ پڑی، لیکن اتفاق سے ایک بات سوجھ گئی۔ بولا "جناب! میں شیخ احمد علی کریانہ فروش کی دوکان پر منشی ہوں۔ اگر آپ کالونی میں مجھے ایک دوکان الاٹ کر دیں تو میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ مزدوروں کو بازار سے سستی چیزیں فراہم کروں گا۔"

ناظم ہنس کر بولا ”تم بازار سے چیزیں خریدو گے، کالونی میں لا کر بازار سے سستی کیسے بیچو گے....؟“

”جناب یہ ہو سکتا ہے!“ عاصم نے کہا۔

”تم اس کی گارنٹی دو گے....؟“

”جناب مجھے تین مہینے کے لیے دوکان دے دیجیے، اس دوران میں اگر بھاؤ کے متعلق ایک بھی شکایت ہو تو الاٹمنٹ منسوخ کر دیجیے!“

اس روز ناظم اچھے موڈ میں تھا۔ سوچا چلو آزما دیکھو، اس میں کیا ہرج ہے، چنانچہ یوں عاصم کو کالونی میں ایک دوکان مل گئی اور ناظم نے اعلان کر دیا کہ اگر دوکان سے چیزیں بازار کی نسبت سستی نہ ملیں، تو ہم سے شکایت کی جائے۔

عاصم نے کہنے کو تو بات کہہ دی، لیکن تفصیلات پر کبھی نہ سوچا تھا۔ اب دفعتاً اس پر ایک ذمہ داری آپڑی، تو بیچارہ سوچ سوچ کر پاگل ہو گیا کہ کون کون سی چیز اسٹور کے لیے منگوائے، کہاں سے منگوائے جو وہ بازار سے کم قیمت پر فروخت کر سکے۔

عاصم کے دوست ریاض نے اس کی ہمت بندھائی، بولا ”مرا کیوں جاتا ہے تو! میں تیرا بازو بنوں گا۔ اللہ کا نام لے کر کام تو شروع کر! نیک نیتی سے کام کیا جائے، تو اللہ خود اسے پیدا کر دیتا ہے۔“

پھر وہ دونوں کام پر جُت گئے۔ سب سے پہلے انہوں نے گھی فیکٹری سے براہ راست بناسپتی گھی کے ڈبے منگوائے اور انہیں ایکس فیکٹری پرائس پر بیچ دیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے سینکڑوں ڈبے بک گئے۔ یہ ڈبے فیکٹری سے بڑے بڑے لکڑی کے بکسوں میں بند ہو کر آتے تھے۔ انہوں نے بکس بیچ دیے۔ یہی ان کا منافع تھا۔ پھر انہوں نے اعلان کر دیا کہ جو شخص اسٹور سے گھی کا ڈبا خریدے اس پر لازم ہو گا کہ ڈبا خالی ہونے پر اسٹور میں واپس دے جائے۔ یوں اسٹور میں خالی ڈبے جمع ہونے شروع ہو گئے جو وہ گھی فیکٹری کے ہاتھ بیچ دیتے۔

گھی کے ڈبوں کی سیل چل نکلی، تو انہوں نے چائے کے ڈبے منگوانے شروع کر دیے اور چند ہی دنوں میں گھی کے ڈبوں اور چائے کے پیکٹوں کی مانگ اس حد تک بڑھ گئی کہ گرد و نواح کی کالونیوں سے خریدار آنے لگے، اس پر گھی اور چائے کی فیکٹریوں نے انہیں خصوصی کمیشن دینا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی عاصم کے کہنے پر انہوں نے اسٹور پر بڑے بڑے بورڈ آویزاں کر دئے اور ان بورڈوں کا ماہوار کرایہ دینے لگے۔ یوں باقاعدہ آمدنی کی صورت پیدا ہوئی اور ایکس فیکٹری پرائس پر فروخت کرنے کی رسم پکی ہو گئی۔

اسٹور چل نکلا۔ پھر بھی عاصم ہر وقت سوچتا رہتا کہ کون سی نئی چیز ہے جسے وہ کم قیمت پر بیچ سکتا ہے! کچھ دنوں بعد انہوں نے تمام مسالہ جات خریدے اور انہیں ہتھ چکی میں پسوا کر اسٹور میں رکھ لیا۔ پھر دیہات سے مرغی اور انڈوں کا انتظام کیا۔ جنگل سے خالص شہد منگوا کر بوتلوں میں بھر لیا۔ یوں آہستہ آہستہ ان کا اسٹور مختلف چیزوں سے بھرتا گیا اور صرف تین مہینے میں انہیں اتنی کامیابی ہوئی کہ ناظم نے دوکان کی الاٹمنٹ کو پکا کر دیا اور ساتھ ہی عاصم کو ایک رہائشی کوارٹر بھی دے دیا جہاں وہ اپنی بیوی عائشہ اور تینوں بچوں جاوید، نوید اور ارشی کو کالونی میں لے آیا۔

ان دنوں عاصم اور ریاض بے حد خوش تھے، اس لیے نہیں کہ کاروبار چل نکلا، بلکہ اس لیے کہ وہ مزدوروں کو سستی چیزیں فراہم کر رہے تھے۔

مزدور کالونی کا یہ اسٹور اس قدر کامیاب ہوا کہ جلد ہی انہیں نیو کالونی میں یک برانچ کھولنی پڑی۔ عاصم نے نیو کالونی کا یہ اسٹور ریاض کی تحویل میں دے دیا۔

پھر ایک ناخوشگوار واقعہ عمل میں آیا۔ نیو کالونی کے اسٹور کے متعلق شکایات موصول ہونے لگیں۔ صارفین نے الزام لگایا کہ مرچوں کے پیکٹوں میں ملاوٹ ہو رہی ہے۔ اس پر ناظم نے باقاعدہ تحقیق کی۔ ملاوٹ ثابت ہو گئی اور عاصم نے مجبوراً ریاض کو برطرف کر کے اسٹور اپنے چارج میں لے لیا۔ یوں دونوں دوستوں کا ساتھ چھوٹ گیا۔

بہر حال جلد ہی فیکٹری ایریا میں عاصم اسٹورز کی تعداد دو سے چار تک جا پہنچی اور عاصم کی ساکھ بندھ گئی۔

☆☆☆

اب عاصم چین اسٹورز کی تعداد تیس تک پہنچ چکی تھی جن میں دو ڈھائی سو آدمی کام کر رہے تھے۔ عاصم کے دونوں بیٹے جوان ہو چکے تھے اور بی اے کرنے کے بعد اسٹور کو جدید اصولوں کے مطابق چلا رہے تھے۔ بڑا بیٹا سجاد جنرل مینجر تھا۔ چھوٹا نوید سیلز مینجر۔ ہر روز عاصم کو ایک ڈیلی سمری اسٹیٹمنٹ پیش کر دی جاتی جس میں روز کی سپلائی اور سیل کے گوشوارے درج ہوتے۔ عاصم ان گوشواروں کا مطالعہ کرتا اور مناسب احکام جاری کر دیتا۔ اس کے علاوہ کبھی کبھار وہ کسی اسٹور کا معائنہ کرنے چلا جاتا اور اپنی تخلیق کو دیکھ کر خوشی محسوس کرتا۔

لیکن اس روز اس ظالم لمحے نے گویا اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ اپنے روبرو ننگا ہو گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ ایک بزنس مین ہے، ایک عام بزنس مین جس کا عوام سے رابطہ ٹوٹ چکا ہے، جسے زندگی سے کوئی لگاؤ نہیں، انسانیت سے کوئی واسطہ نہیں، جو صرف پیسہ کمانے کے لیے جیتا ہے۔ پیسہ، اور پیسہ، اور پیسہ!

اس سے پہلے عاصم نے ایک خوش فہمی پال رکھی تھی کہ وہ وہی پرانا عاصم ہے جس کا مقصد حیات پیسہ کمانا نہیں، بلکہ عوام کو سستے داموں ضروریات زندگی فراہم کرنا ہے۔ اس لیے اس کی خوشی پاش پاش ہو گئی۔

اس رات جب وہ اپنے بیڈ روم میں داخل ہوا، تو اس نے دیکھا کہ کمرے میں پلنگ پر ایک اور لاش پڑی ہے۔ ریشم میں لپٹی ہوئی گوشت کی گٹھڑی، آنکھیں پھولی ہوئی، گال لٹکے ہوئے، ٹھوڑی جیسے گوشت کی تھل تھل کرتی، دلدل ہو۔

عاصم کی بیوی عائشہ عرصہ دراز سے اس گھر میں اپنی حیثیت کھو چکی تھی۔ باورچی خانے میں نوکروں کا راج تھا۔ گھر کا انتظام بچوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اگر کبھی عائشہ دخل دیتی تو جاوید، نوید اور ارشی تینوں ہنس کر ٹال دیتے، "ممی! آپ نہیں سمجھتیں۔" یہ جملہ سن سن کر وہ سمجھنے لگی تھی کہ وہ واقعی نہیں سمجھتی۔

اس روز عاصم کو پہلی مرتبہ شدت سے محسوس ہوا کہ وہ دونوں حنوط شدہ لاشیں ہیں جو افراط کے کوڑے کے ڈھیر پر یوں پڑی ہیں جیسے پلاسٹک کے ٹوٹے ہوئے کھلونے جنہیں زمانے نے کھیل کر

پھینک دیا ہو۔

اس روز عاصم کے دل میں آرزو نے کروٹ لی کہ وہ پھر سے جی اٹھے اور اس رات جب ناظم نے ڈیلی سمری اسٹیٹمنٹ پیش کی، تو عاصم نے دیکھا کہ اسٹورز میں لگژری گڈز کی تعداد اور بڑھتی جا رہی ہے، عوامی آئٹم کم ہوتے جا رہے ہیں اور اسٹورز کا ماٹو بدل کر دی ایلیت اسٹور رکھ دیا گیا ہے۔ یہ آخری تنکا تھا۔ عاصم تلملا اٹھا۔

"یہ کیا ہے....؟" وہ غصے میں گرجا۔

"جناب اسٹور کی پالیسی بدل دی گئی ہے۔" ناظم نے جواب دیا۔

"کیوں....؟" وہ غرّایا۔

"جاوید صاحب کا حکم ہے جناب!"

پھر جاوید اس کے روبرو کھڑا اسے سمجھا رہا تھا "ڈیڈی! آپ کو بزنس کے جدید اصولوں کا پتہ نہیں۔ آج کے بزنس میں فیر پرائس کا کوئی کنسپشن نہیں۔ ہمیں یہ نہیں دیکھنا کہ چیز کی کیا قیمت ہونی چاہیے، بلکہ یہ کہ ہم چیز کو کس قیمت پر فروخت کرسکتے ہیں۔ ڈیڈی قیمت خرید کو قیمت فروخت سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر دو روپے کی چیز کو ہم دس روپے پر فروخت کرسکتے ہیں، تو کیوں نہ کریں! بہت سی چیزیں ایسی ہیں۔ ڈیڈی جو صرف اس لیے بکتی ہیں کہ ان کی قیمت زیادہ ہے۔ مہنگی چیز اسٹیٹس سمبل ہوتی ہے۔ ڈیڈی آج کی خریداری ضروریات زندگی پر مبنی نہیں، بلکہ اسٹیٹس ریکوائرمنٹس پر مبنی ہے۔ اگر ہمارے اسٹورز کو ترقی کرنی ہے، تو ہمیں یوٹیلیٹی اسٹور نہیں بلکہ اسٹیٹس اسٹور بنانا پڑے گا۔ آپ سمجھتے کیوں نہیں!"

عین اس وقت ڈرائیور داخل ہوا اور بولا "بڑے صاحب! ایئرپورٹ جانے کا ٹیم ہوگیا ہے۔" معاً اسے یاد آیا کہ اسے تو عائشہ کے ساتھ کراچی جانا ہے جہاں ایک عزیز کی شادی ہے۔

ایئرپورٹ پر عاصم بکنگ سے فارغ ہو کر عائشہ کے پاس آیا، تو اس نے دیکھا کہ وہ ایئر سروس وردی میں ملبوس ایک اجنبی سے باتیں کرنے میں مصروف ہے۔ اجنبی اسے دیکھ کر آگے بڑھا اور لپٹ گیا۔ وہ اس کا پرانا ساتھی ریاض تھا۔

لاؤنج میں وہ تینوں ایک طرف بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ بیتے ہوئے زمانے کی باتیں اور وہ بیتی ہوئی باتوں کو از سر نو تازہ کرنے میں اس قدر مصروف ہوگئے کہ جہاز اڑ بھی گیا اور انہیں خبر ہی نہ ہوئی۔

پھر ریاض نے ضد کی کہ وہ رات اس کے گھر بسر کریں۔ ریاض کا کوارٹر چھوٹا سا تھا، لیکن وہ زندگی کی جدوجہد اور جذبات سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے سوچا شاید جدوجہد ہی زندگی ہے جسے افراط چاٹ کر لاش میں بدل دیتی ہے۔

ریاض کے کوارٹر میں بسر کی ہوئی رات عاصم اور عائشہ دونوں کے لیے زندگی بخش بن گئی۔ عائشہ بھی امارت کی بے حسی کے خول سے باہر نکل آئی اور چہک چہک کر باتیں کرنے لگی۔ اس نے محسوس کیا کہ اس میں سوجھ بوجھ پیدا ہوگئی، وہ باتیں سمجھنے لگی ہے۔

اگلے روز جب وہ بیدار ہوئے تو سرہانے رکھے ہوئے اخبار کو دیکھ کر عائشہ چونکی، بولی دیکھیں تو اخبار میں آپ کی تصویر چھپی ہوئی ہے۔، عاصم نے اخبار

اٹھالیا۔

شہ سرخی میں لکھا تھا ایئر سروس کا جہاز جل کر فنا ہو گیا۔ مسافروں اور عملے میں سے کوئی نہیں بچا۔ ذیلی سرخی میں لکھا تھا۔ اس جہاز میں عاصم چین اسٹورز کے مالک اور ان کی بیگم بھی سوار تھے۔

عین اس وقت ریاض داخل ہوا۔ ’’تم نے خبر سنی....؟‘‘

عاصم نے ریاض کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ریاض بہت تلملایا۔ بولا ’’جلدی چلو تمہارے بیٹے تمہارا سوگ منا رہے ہوں گے۔‘‘

’’آرام سے بیٹھ جاؤ!‘‘ عاصم نے کہا ’’جو ہونا تھا ہو گیا۔‘‘

لیکن ریاض بولا ’’وہ سمجھیں گے کہ عاصم مر گیا ہے۔‘‘

’’انہیں سمجھنے دو!‘‘ عاصم نے کہا، پھر وہ آہ بھر کر بولا۔ ’’ریاض! عاصم تو دیر کا مر چکا۔ صرف ایک ڈھانچہ باقی تھا۔ ایک لاش اسے دفن ہو جانے دو.... ورنہ مجھے کبھی دوبارہ زندگی نصیب نہ ہو گی۔‘‘

☆☆☆

ایک سال کے بعد جاوید اپنے دفتر میں بیٹھا سمری اسٹیٹمنٹ دیکھ رہا تھا۔ وہ چونک اٹھا ’’ناظم صاحب! ہمارے انڈسٹریل ایریا والے چاروں اسٹورز جام ہوئے جا رہے ہیں!‘‘

’’ہاں۔‘‘ ناظم نے اثبات میں سر ہلایا۔

’’اگر یہی صورت رہی، تو ہمیں ان کو بند کرنا پڑے گا۔‘‘

’’جناب انڈسٹریل ایریا میں ایک نیا اسٹور قائم ہوا ہے۔ فیئر پرائس اسٹور، وہ روز بروز بزنس سمیٹتا جا رہا ہے۔‘‘

کس کا اسٹور ہے وہ....؟ جاوید نے پوچھا۔

’’پتہ نہیں جناب۔ کوئی ریاض اینڈ برادرز ہیں۔‘‘

’’اسے خرید کیوں نہ لیں....؟‘‘ جاوید بولا۔

’’وہ نہیں بیچیں گے جناب!‘‘

’’کیوں....؟‘‘

’’وہ پٹی شاپ کیپر ہیں تاجر نہیں۔‘‘

’’چلو! جاوید بولا ’’ایک نظر، اسٹور کو دیکھ لیں۔‘‘

’’کچھ دیر کے بعد جاوید اور ناظم دونوں گاڑی سے اتر کر اسٹور میں داخل ہوئے۔ کاؤنٹر پر ایک بڈھا کھڑا پیکٹوں میں چائے کی پتی بھر رہا تھا۔ قریب ہی ایک ادھیڑ عمر کا آدمی گھی کے خالی ڈبوں کے چپ نکال رہا تھا۔

جاوید کو دیکھ کر بڈھے نے منہ موڑ لیا۔ جاوید پرائس لسٹ کا مطالعہ کرنے لگا۔ دفعتاً اس نے کہا ’’تم ان قیمتوں پر چیزیں کیسے بیچتے ہو....؟‘‘ تمہیں تو بزنس کے اصولوں کا بھی پتہ نہیں!‘‘

’’ہم بزنس نہیں کر رہے۔‘‘ ریاض بولا ’’جناب ہم صرف سستی چیزیں بیچ رہے ہیں۔‘‘

’’یہ تو سراسر حماقت ہے!‘‘ جاوید نے کہا۔

’’معاف کیجیے۔‘‘ ریاض بولا ’’آپ کے والد صاحب نے بھی، تو انہی اصولوں پر کاروبار شروع کیا تھا۔‘‘

جاوید چونکا۔ پھر بولا

’’والد صاحب بزنس مین نہیں تھے....وہ تو پٹی شاپ کیپر تھے۔‘‘

*

نیوسوشل کانٹریکٹ

مہمان کالم

جاوید چوہدری

آپ کو ماضی دیکھنا پڑے گا، ماضی میں دونوں سخت، بے لچک اور شدت پسند ہوتے تھے، آپ پہلے یہودیوں کا ماضی دیکھیے، یہ لوگ اس قدر سخت اور بے لچک تھے کہ انھوں نے سیکڑوں نبیوں کو صرف عقائد کی بنیاد پر قتل کر دیا، یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو بھی (عیسائی عقیدے کے مطابق) صلیب پر چڑھا دیا، یہ لوگ اپنی شدت، سختی، بے لچک رویوں اور سازشی فطرت کی وجہ سے سیکڑوں ہزاروں سال سے دنیا میں خوار ہو رہے ہیں، آپ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے، یہ لوگ آپ کو مصر کے صحرائے سینا سے لے کر ہٹلر کے جرمنی تک پوری تاریخ میں بین کرتے دکھائی دیں گے۔ آپ کو دنیا کا کوئی ایسا خطہ نہیں ملے گا جہاں ان کی عبادت گاہیں نہ جلائی گئی ہوں، جہاں ان کے شہر اور محلے نہ جلائے گئے ہوں اور جہاں ان کو سرے عام قتل نہ کیا گیا ہو۔

یہودی لوگ تاریخ کا بین، تاریخ کا گریہ ہیں لیکن آج ایسا نہیں، آج کی صورتحال مختلف ہے، کیوں؟ یہ میں آپ کو تھوڑی دیر میں بتاؤں گا۔

ہم اب عیسائی مذہب کے پیروکاروں کی بات کرتے ہیں، آپ عیسائیت کی ساڑھے انیس سو سال کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، آپ کو اس میں بھی قتل و غارت گری کے سوا کچھ نہیں ملے گا، کیوں؟ کیونکہ یہ لوگ بھی بے لچک اور سخت تھے اور ان کے بے لچک رویوں اور سختی کی وجہ سے پروٹیسٹنٹ جیسا فرقہ بھی پیدا ہوا اور کیتھولک اور پروٹیسٹنٹ کے درمیان جنگ بھی ہوئی، یہ جنگ تین سو سال تک چلتی رہی، یہ لوگ اس دوران چرچوں کو آگ لگا دیتے تھے اور پانچ پانچ سو لوگ چرچ میں جل کر مر جاتے تھے۔

اس دور میں شہر کے شہر جلا دیے گئے، خواتین کی بے حرمتی ہوئی، بچوں کو نیزوں پر پرو دیا گیا اور مردوں کو زمین پر لٹا کر ان پر گھوڑے دوڑا دیے گئے۔

عیسائی اس عہد کو ،،سیاہ دور،، کہتے ہیں، یہ لوگ اس دور میں اتنے سخت تھے کہ یہ دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتے تھے، برطانیہ کے ایک بادشاہ ہنری ہشتم نے دوسری شادی کا فیصلہ کیا، پوپ نے اجازت نہ دی تو اس نے ویٹی کن سٹی سے ترکِ تعلق کر کے ،،چرچ آف انگلینڈ،، بنا لیا، یہ چرچ آج تک قائم ہے، دنیا میں دو عالمگیر جنگیں ہوئی ہیں، یہ دونوں جنگیں عیسائیوں نے عیسائیوں کے خلاف لڑیں اور ان میں 8 سے 10 کروڑ لوگ مارے گئے اور دوسری جنگ عظیم کے بعد یورپ کے نوے فیصد شہر زمین بوس ہو چکے تھے

لیکن آج ایسا نہیں، آج کی صورتحال قدرے مختلف ہے، کیوں؟ یہ میں آپ کو تھوڑی دیر میں عرض کرتا ہوں۔

ہم پہلے سفید چمڑی اور رنگ دار چمڑی کی بات کریں گے۔

ہم اگر مذہب، روحانیت، سائنس اور آرٹ چاروں کا تنقیدی جائزہ لیں تو ہم یہ جان کر حیران رہ جائیں گے، رنگ دار جلد کے لوگ مذہب اور روحانیت کے بانی اور پیروکار ہیں جب کہ سائنس اور آرٹ ہزاروں سال سے سفید چمڑی والوں کی میراث چلی آرہی ہے۔ آپ سائنسی علوم اور آرٹ کی تاریخ نکال کر دیکھ لیجیے۔ دنیا میں طب ہو، ریاضی ہو، کیمسٹری ہو، فزکس ہو، زووالوجی ہو یا پھر فلکیات ہو آپ کو تمام سائنسی علوم یونان سے لے کر پرتگال تک سفید فام لوگوں کی زمینوں سے جنم لیتے نظر آئیں گے، دنیا کی نوے فیصد ایجادات بھی ٹھنڈے علاقوں کے سفید فام لوگوں کے پروفائل میں جاتی ہیں، آرٹ میں بھی موسیقی ہو، مصوری ہو، مجسمہ سازی ہو، شاعری ہو، ڈرامہ ہو، نثر ہو یا پھر رقص ہو ان تمام کے مراکز بھی یورپی علاقے رہے ہیں۔

امریکا دریافت ہوا تو سائنس اور آرٹ دونوں امریکا چلے گئے۔ وہاں ان کی نشوونما میں تیزی آگئی، تاریخ کے پچھلے دو سو سالوں میں دنیا کی نوے فیصد ایجادات کا مرکز امریکا چلا آرہا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں مذاہب اور روحانیت کے مراکز ایسے خطے اور ایسے علاقے رہے جہاں گرمی پڑتی تھی، جہاں زندگی مشکل تھی اور جہاں کے لوگوں کی جلد سیاہ تھی، براؤن تھی یا پھر زرد تھی۔

دنیا میں چار بڑے دین اترے ہیں، آپ کو براعظم یورپ، براعظم امریکا اور براعظم آسٹریلیا میں ان چاروں میں سے کسی آسمانی مذہب کے آثار اور شواہد نہیں ملتے۔

یورپ نے مذہب دوسرے خطوں سے امپورٹ کیا، ہم اگر مذہب، روحانیت، آرٹ اور سائنس چاروں کو ایک قطار میں رکھیں اور پھر سفید اور رنگ دار جلد کے لوگوں کو ان کے سامنے بٹھادیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے یورپ، امریکا اور آسٹریلیا کے لوگ آرٹ اور سائنس کے ساتھ پیدا ہوئے اور انھوں نے مذہب اور روحانیت امپورٹ کی جب کہ ہم رنگ دار جلد کے لوگ مذہب اور روحانیت لے کر پیدا ہوئے اور ہم نے آرٹ اور سائنس درآمد کی یا درآمد کر رہے ہیں چنانچہ یورپ، امریکا اور آسٹریلیا کے لوگ مذہب اور روحانیت سیکھ رہے ہیں۔ ہم آرٹ اور سائنس کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہاں سے مسئلہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ آرٹ اور سائنس ہمارے لیے اجنبی ہیں اور مذہب اور روحانیت ان لوگوں کے لیے چنانچہ ہم دونوں ایک دوسرے کو شک اور حقارت سے دیکھتے ہیں۔

ہم اب آج کی یہودیت اور عیسائیت کی طرف آتے ہیں، یہ مذاہب خوش قسمتی سے سیکڑوں ہزاروں سال قبل رنگ دار جلد کے گرم علاقوں سے نکل کر ان علاقوں میں چلے گئے جہاں ٹھنڈ بھی تھی، لوگ بھی سفید فام تھے اور جہاں آرٹ اور سائنس کی روایات بھی موجود تھیں، یہ مذاہب وہاں پہنچے،

وہاں ان کے درمیان جنگیں ہوئیں اور لوگ سیکڑوں ہزاروں سال تک عقیدے کی بنیاد پر ایک دوسرے کا گلہ کاٹتے رہے لیکن آخر میں آرٹ اور سائنس جیت گئی، یورپ میں آرٹ اور سائنس پہلے اور دوسرے نمبر پر آ گئے اور مذہب اور روحانیت نے تیسری اور چوتھی پوزیشن سنبھال لی، یہ لوگ کروڑوں لوگوں کی جان دے اور لے کر یہ بھی سمجھ گئے جنگ کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتی۔ امن بہر حال سپریم ہونا چاہیے جب کہ دوسری طرف ہم رنگ دار جلد کے لوگ مذہب اور روحانیت کی تلوار سے آرٹ اور سائنس کے ساتھ لڑتے بھی رہے اور ایک دوسرے کا گلہ بھی کاٹتے رہے۔

ہم آج بھی یہ کر رہے ہیں، ہم آج آرٹ سے بھی لڑ رہے ہیں۔ سائنس سے بھی، دوسرے مذاہب اور عقائد کے لوگوں سے بھی اور آخر میں اپنے مسلک اور اپنے روحانی سلسلے کو حق اور دوسرے روحانی سلسلے اور مسلک کو کافر سمجھ کر ایک دوسرے کا گلا بھی کاٹ رہے ہیں۔ یہودی اور عیسائی گلے کاٹ کاٹ کر سمجھ دار ہو چکے ہیں، وہ آرٹ اور سائنس کی پناہ میں چلے گئے جب کہ ہم نے آرٹ کو تسلیم کیا، سائنس کو مانا، دوسرے مذہب کو اور نہ ہی دوسرے مسلک اور روحانی سلسلوں کو چنانچہ ہم لڑتے چلے جا رہے ہیں۔

آپ ایک اور حقیقت بھی ملاحظہ کیجیے، آپ سینٹرل ایشیا سے لے کر ترکی تک اور ایسٹرن یورپ سے لے کر عرب کے ٹھنڈے علاقوں تک کا مطالعہ کیجیے، آپ وہاں کے مسلمانوں کو پر امن بھی دیکھیں گے اور آپ کو وہاں آرٹ اور سائنس بھی پروان چڑھتی نظر آئے گی جب کہ اس کے مقابلے میں آپ کو گرم علاقوں کے رنگ دار مسلمان حالت جنگ میں نظر آئیں گے۔

آپ اب ایک اور حقیقت بھی ملاحظہ کیجیے، 1990ء کی دہائی میں انٹرنیٹ عام ہوا تو دنیا سمٹ گئی، وائی فائی نے اس عمل کو تیز کر دیا، فیس بک، ٹویٹر، یوٹیوب، اسکائپ اور وٹس ایپ نے 2010ء تک دنیا کو حقیقتاً گلوبل ویلج بنا دیا۔ دنیا اب سات براعظموں پر پھیلی دنیا نہیں رہی۔ یہ اب چار انچ کا گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ آپ کے ہاتھ میں موبائل فون ہے اور آپ اس فون کے ذریعے پوری دنیا کے ساتھ منسلک ہیں۔ 2020ء تک دنیا مزید آگے چلی جائے گی، دنیا کا کوئی شخص دوسرے شخص سے اوجھل نہیں رہے گا۔ آج کے اس گلوبل ویلج میں مذہب اور روحانیت کے ساتھ پیدا ہونے والے رنگ دار لوگ اور آرٹ اور سائنس کے ساتھ جنم لینے والے سفید فام لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے ہیں اور یہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ الجھ بھی رہے ہیں، کیوں؟ کیونکہ دونوں کا پس منظر اور روایات مختلف ہیں، ان دونوں کے درمیان ہزاروں سال کا فاصلہ ہے۔

یہ فاصلہ، یہ فرق اور یہ معاشرتی اختلاف نئے قوانین، نئے سوشل کانٹریکٹ کا متقاضی ہے۔ یہ دنیا بھر کے حکمرانوں سے تقاضا کر رہا ہے آپ اگر جارج بش اور حاجی بشیر کو ایک دوسرے کے ساتھ بٹھانا چاہتے ہیں، آپ اگر دنیا کو پر امن دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کو نئے ضابطے اور نئے قوانین بنانے ہوں گے۔ یورپ کو سمجھنا ہو گا کہ ہم مسلمان شراب نہیں پیتے، ہم سور نہیں کھاتے، ہمارے حلال اور آپ کے

حلال میں فرق ہے۔ ہماری خواتین اسکارف لیتی ہیں، ہم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں، ہم نماز پڑھتے ہیں، ہم داڑھی رکھتے ہیں۔

آپ لوگوں نے ہماری یہ روایات تسلیم کر لیں، آپ ہماری داڑھی، ہماری نماز، ہماری تلاوت، ہمارے اسکارف اور ہمارے حلال پر اعتراض نہیں کرتے، ہم آپ کے مشکور ہیں، آپ اب مہربانی فرما کر ہماری ایک بات بھی مان لیں، ہم لوگ اپنے رسولؐ اور صحابہ اکرامؓ سے اپنی جان سے زیادہ محبت کرتے ہیں، ہم ان کی توہین برداشت نہیں کرسکتے چنانچہ آپ انبیاء کرام اور صحابہ کرامؓ کی توہین کا سلسلہ بند کر دیں، آپ قانون پاس کر دیں کہ یورپ اور امریکا میں کسی نبی، کسی مقدس ہستی کا کارٹون بنے گا اور نہ ہی کوئی فلم، آپ یقین کریں دنیا پرامن ہو جائے گی۔

مسلمان آپ کے ساتھ ہنسی خوشی رہیں گے اور آپ کو اس کے نتیجے میں یونی مارچ کرنے پڑیں گے اور نہ ہی سیکیورٹی پر سیکڑوں ارب ڈالر خرچ ہوں گے۔ ہم مسلمانوں کو بھی معاملے کا فلسفیانہ تجزیہ کرنا ہو گا، ہمیں یہ جاننا ہو گا مذہب یورپ میں درآمد ہوا تھا، یورپ کے لوگوں نے مذہب کی وجہ سے سیکڑوں جنگیں بھی لڑیں اور یہ کروڑوں لاشیں بھی اٹھا چکے ہیں چنانچہ یہ لوگ مذہب کے باغی ہیں۔ یہ آزادی رائے کو اپنا سب سے بڑا حق بھی سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ایسی خوفناک فلمیں بنا چکے ہیں جن کا ہم تصور تک نہیں کرسکتے۔ ہمیں یہ بھی ماننا ہو گا یورپی معاشرے میں توہین آمیز خاکے بنانے والے چند لوگ ہیں۔ باقی لوگ پرامن بھی ہیں اور یہ ہمارے مذہبی عقائد کا احترام بھی کرتے ہیں لہٰذا ہمیں چاہیے ہم حملوں کے بجائے یورپ میں توہین مذہب اور توہین رسالت کا قانون پاس کروانے کے لیے یورپی یونین اور اقوام متحدہ پر سفارتی دباؤ ڈالیں۔ ہم اقوام متحدہ کو مجبور کریں، ہم یورپی یونین کو بھی قائل کریں۔ یہ انبیاء کرام کی حرمت کا قانون پاس کریں۔

مجھے یقین ہے ہم اگر کوشش کریں تو یہ لوگ ایسا قانون پاس کر دیں گے کیونکہ یورپ نے امن کے لیے کروڑوں لوگوں کی جانیں دی ہیں۔ یہ لوگ ہر حال میں امن چاہتے ہیں۔ ہم بس مناسب راستہ اختیار کریں۔ یہ مسئلہ حل ہو جائے گا دوسری صورت میں یہ اختلافات صلیبی جنگوں کی شکل اختیار کر لیں گے اور پوری دنیا تباہ ہو جائے گی کیونکہ دنیا کے پاس اس بار صرف نظریات نہیں ہیں ایٹم بم بھی ہیں۔

✱

درخت لگایئے......
صحت بنایئے......
سکون پایئے......

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیت میں بیج بوئے، پھر اس میں سے پرند یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے“۔ (بخاری: مسلم)

ہوئے تم دوست جس کے....

اوریا مقبول جان

مسلم امہ کی چودہ سو سالہ تاریخ میں دینی مدرسے کا تصور سب سے پہلے برصغیر میں انگریز گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز نے 1781ء میں کلکتہ مدرسہ کھول کر پیدا کیا۔ اس سے قبل بغداد کے دارالحکومت سے شروع ہونے والی مدارس کی تحریک جو 1100 سے 1500 تک طلیطلہ کے تراجم کی انتھک کوششوں سے ہم آہنگ ہو کر دنیا بھر کے علوم کی قائد بنی، اس کے زیر اثر قائم ہونے والے تمام مدارس علم میں کوئی تخصیص نہیں کرتے تھے۔ ان کے نزدیک سید الانبیاء ﷺ کی حدیث کے مصداق علم مومن کا گمشدہ مال تھا۔

اس امت کے تمام مدارس میں قرآن و سنت اور فقہ کے علاوہ جو علوم پڑھائے جاتے تھے ان میں علم طب، علم الادویہ، علم ریاضی، علم طبیعات، علم فلکیات، فلکیاتی جدول، امراض عین، علم المناظر، علم کیمیا، علم فلسفہ، علم تاریخ، علم موسیقی اور دیگر کئی علوم شامل تھے۔ اس تصور کو برصغیر کے مسلم مدارس نے بھی انگریز کی آمد تک قائم رکھا۔ مدرسہ رحیمیہ اور مدرسہ فرنگی محل کے نصاب ان ہی علوم پر مبنی تھے۔ یہی تعلیمی ادارے تھے جس سے علم حاصل کر کے لوگ طبیب بنتے تھے اور گاؤں گاؤں جا کر حکمت اور طب کا پیشہ اختیار کرتے تھے۔

آج بھی ان گھرانوں میں علم طب اور علم الادویہ کی کتابوں کے وہ نسخے مل جائیں گے جو ان مدرسوں میں پڑھائے جاتے تھے۔ ان ہی تعلیمی اداروں سے استاد پیدا ہوتے اور ہر گاؤں میں اتالیق مقرر ہوتے تھے۔ ایک ایسا غیر رسمی تعلیمی نظام پورے برصغیر پر رائج تھا جس کے نتیجے میں اس خطے میں شرح خواندگی 95 فیصد سے زیادہ تھی۔ ہزاروں صفحات پر مشتمل گورنمنٹ کالج لاہور کے پہلے پرنسپل G.W.Leitner جی ڈبلیو لائٹنر کی کتاب Indiginous Education in Punjab اس بات کی گواہی ہے کہ مغلیہ دور میں ہر گاؤں کی سطح تک بنیادی تعلیم کا تصور کس قدر مستحکم تھا۔

شرح خواندگی یہ نہیں تھی کہ اپنا نام لکھ اور پڑھ سکتا ہو بلکہ ہر پڑھے لکھے شخص کو فارسی پڑھنا، لکھنا آتی تھی، حساب کتاب پر دسترس تھی اور اسے قرآن یا وید پڑھنا آتی تھی۔ یہ سب اساتذہ جو گاؤں گاؤں پھیلے ہوئے تھے ان ہی مدارس سے پڑھ کر نکلے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ 1906ء کے تمام اضلاع کے گزٹیر اٹھا کر دیکھ لیں آپ کو ضلعوں میں عمومی شرح خواندگی 90 فیصد کے لگ بھگ نظر آئے گی۔ یہی حال 1911ء کی مردم شماری کی رپورٹ کا ہے۔ یہ تعلیم اور خواندگی کا جال ان ہی مدارس سے فارغ التحصیل افراد نے پھیلایا تھا۔

پورے برصغیر میں جو سول سروس تھی جس میں

مالیہ وصول کرنے والے، زمین کی پیمائش کرنے والے جریب کش، کوتوال، عدالتوں کے قاضی، خزانے کے متولی، عمارتیں تعمیر کرنے والے انجینئر جنھوں نے تاج محل اور شالیمار جیسے شاہکار تخلیق کیے، یہ سب کے سب ان ہی مدارس سے علم حاصل کرکے ان عہدوں تک پہنچتے تھے۔ ایک مربوط تعلیمی نظام کے بغیر یہ لوگ آسمان سے نازل نہیں ہوتے تھے۔

اس دور میں برصغیر میں آنے والے ہر سیاح نے صرف اور صرف ایک چیز کی بے حد تعریف کی ہے اور وہ تھی اس خطے میں عام آدمی کی زندگی میں علم اور ادب کے علاوہ فلسفہ اور سیاسی امور کی اہمیت۔ 1643ء میں جو کتاب یورپ میں چھپ کر عام ہوئی وہ سر تھامس رو کا سفرنامہ تھا۔ اس کا ایک نسخہ پنجاب آرکائیوز میں موجود ہے جس کی ورق گردانی آپ کو بتا دے گی کہ پورے ہندوستان میں ان تعلیمی اداروں کا کیسا جال بچھا ہوا تھا۔ صرف ٹھٹھہ جیسے دور دراز علاقے میں چار سو کالج قائم تھے۔ البتہ فرق ایک تھا اور وہ یہ کہ آج کے دور کی طرح امتحانات کے ذریعے پاس کرنے اور ڈگری دینے کا رواج نہ تھا۔ وہاں استاد اپنے شاگردوں کو روز پرکھتا تھا اور پھر ایک دن اعلان فرمادیتا تھا کہ اب میرا یہ شاگرد علم میں طاق ہوگیا ہے۔ چند بڑے بڑے سوالات یاد کرکے امتحان دے کر ڈگری حاصل نہیں کی جاتی تھی۔

1781ء میں کلکتہ مدرسہ قائم کرنے سے پہلے انگریز نے اس علاقے میں 1757ء سے مسلمانوں کے تمام تعلیمی اداروں پر پابندی لگادی۔ اب وارن ہیسٹنگز نے اس ”دینی مدرسے“ کی بنیاد رکھی جسے صرف اور صرف دینی تعلیم کے لیے مختص کیا گیا۔ اس مدرسے کے فارغ التحصیل طلبہ کو اسی طرح کی ذمے داریوں کا درس دیا گیا جیسا یورپ میں تحریک احیائے علوم کے بعد چرچ کے پادریوں کو دیا جاتا ہے یعنی پیدا ہونے پر بپتسمہ دے دو، شادی پر جوڑے کو قانونی حیثیت دے دو، مرنے کے بعد رسومات ادا کردو اور اتوار کی عبادت کی قیادت کرلو۔

یہ چار ذمے داریاں بالکل اسی نوعیت کے حساب سے برصغیر کے علماء کو سونپ دی گئیں اور مسلمانوں کے قدیم مدارس کی طرز پر عیسائی مشنری اسکول کھولے گئے۔ 1810ء میں کلکتہ میں پہلا مشینری اسکول کھلا جس کے نصاب میں بائبل کی اخلاقیات ”Biblical Ethics“ اور عیسائی تعلیم کے ساتھ تمام دنیاوی علوم پڑھائے جاتے تھے۔ انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنایا گیا اور تمام سرکاری نوکریوں کے لیے انگریزی لازم قرار دے دی گئی۔ پورے ملک کے تمام تعلیمی اداروں سے قرآن وسنت خارج کردیا گیا اور اسے اسلامیات کے ایک اختیاری مضمون کی حیثیت دے دی گئی کہ جو کوئی اس کو پڑھنا چاہے پڑھ لے۔

تعلیم صرف اسکول اور کالج تک محدود ہوگئی اور اس کے بعد کے نوے سالوں میں وہ زوال آیا کہ 1947ء میں انگریز جب برصغیر کو چھوڑ کر گیا تو شرح خواندگی 14 فیصد سے زیادہ نہ تھی۔ اس دور زوال میں مسلمان مدارس نے وہ ذمے داری بخوشی قبول کرلی جو انگریز نے دی تھی اور ایک ایسی کھیپ تیار کرنا شروع کردی جو کم ازکم قرآن وسنت کے علم کو محفوظ رکھیں اور اسے کونے کونے تک پہنچائیں۔ مغربی تعلیم کی یلغار اور انگریز حکومت کے مقابلے میں اپنے دینی علم کا تحفظ ان مدارس کا بنیادی مقصد بن گیا اور جس لگن اور ایمانداری سے انھوں نے یہ فریضہ نبھایا اس کی مثال نہیں ملتی۔

بلوچستان کے قمر دین کاریز یا بسیمہ جیسے دور افتادہ گاؤں ہوں، سندھ میں مٹھی اور ڈیپلو کے ریگستان ہوں، پنجاب میں بھکر، راجن پور یا میانوالی کا بے سرو سامان قصبہ ہو یا سرحد کی بلند چوٹی پر آباد کوئی بستی۔ پانی، بجلی، سیوریج، تعلیم، صحت اور دیگر سہولیات سے بے نیاز ان مدارس کا پڑھا ہوا ایک شخص صبح منہ اندھیرے مسجد کا دروازہ کھولتا ہے، صفیں درست کرتا ہے، چبوترے پر اذان دیتا ہے اور ان میں پانچ وقت نماز پڑھاتا ہے۔ اکثر جگہ اس کی گزر بسر صرف اور صرف لوگوں کے گھروں سے کھانا یا شادی اور موت کی رسومات پر نذرانے کے سوا کسی اور چیز پر منحصر نہیں ہوتی۔

پورے ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے یہ لوگ جو دانستہ یا نادانستہ طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام کو زندہ رہنے کی واحد علامت ہیں۔ یہ اگر موجود نہ ہوں تو لوگ اذان دینے اور نماز پڑھانے والے کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ انھوں نے یہ ذمے داری گزشتہ دو سو سال سے اس طرح نبھائی ہے کہ آج تک کسی مسجد کے دروازے پر تالہ نہیں لگا کہ مولوی ہڑتال پر ہے۔ کبھی کوئی نماز لیٹ نہیں ہوئی۔

یہ ہیں وہ لوگ جو اس ملک کے کوچے کوچے اور قریے قریے میں موجود ہیں۔ جہاں سرکار کا نام و نشان نہیں وہاں بھی موجود ہیں۔ کسی گاؤں میں چلے جائیں آپ کو سرکار کا اسپتال ویران نظر آئے گا، وہاں کا اسکول بے آباد ہو گا، نہ ڈاکٹر کا کہیں پتہ چلے گا اور نہ ہی استاد کا لیکن وہاں ایک ہی آباد اور روشن مقام ہو گا اور وہ اللہ کا گھر جس کی رکھوالی ایک مفلوک الحال درویش مولوی کر رہا ہوتا ہے۔

اس مولوی سے دشمنی کی اور کوئی وجہ نہیں، بس صرف ایک ہے کہ یہ اللہ کے نام کا دانستہ یا نادانستہ طور پر نمائندہ بن چکا ہے ور اپنا فرض نبھا رہا ہے۔ لیکن جب بھی میرے ملک کے ،، عظیم ،، دانشوروں کو موقع ہاتھ آتا ہے وہ ان مدارس کو سرکاری کنٹرول میں کرنے کا نعرہ بلند کرنے لگتے ہیں۔ کبھی کسی نے سوچا ہے اس کے بعد کیا ہو گا۔ وہی جو تمام اداروں کے ساتھ ہو رہا ہے۔

مولویوں کا تنخواہیں بڑھانے کے لیے اور دیگر مراعات کے لیے احتجاج شروع ہو گا، دھرنے اور درس و تدریس کا خاتمہ۔ وہی حال جو ہم نے اپنے باقی تمام محکموں کا کیا ہے۔

مجھے اپنے ان عظیم دانشوروں کی یہ منطق اچھی لگتی ہے کہ تمام مدارس کو سائنسی اور جدید علوم پڑھانے چاہئیں تا کہ روحانی اور مادی ترقی ساتھ ساتھ ہو لیکن کیا یہ منطق کالجوں یونیورسٹیوں اور اے لیول وغیرہ پر لاگو نہیں ہوتی کہ انھیں بھی قرآن و حدیث پڑھایا جائے تا کہ معاشرہ میں ایک ہی طرح کا نظام تعلیم اور ایک طرح کے انسان جنم لیں۔

ان اداروں میں تو جو تھوڑا بہت اسلام موجود ہے، یہ لوگ اس کو بھی نکالنے کا نعرہ لگاتے ہیں۔ اصل مقصد صرف یہ ہے کہ تعلیم سے اللہ اور اس کے رسول کو دیس نکالا دے دو۔ اسے امن کی شرط کہا جا رہا ہے۔ یورپ نے 1900ء تک دین کو تعلیم سے نکال دیا تھا۔ کیا وہاں امن آگیا؟ اس کے بعد اس نے دو عالمی جنگیں لڑیں اور کروڑوں انسانوں کا خون بہایا۔

شاید تاریخ کسی کو یاد نہیں یا وہ یاد کرنا نہیں چاہتا۔

* * *

قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا:

اگر مال اور اولاد کے بارے میں آپ کا یقین بن جائے کہ یہ اللہ کا دیا ہوا ہے.... تو یہ بہت بڑی نیکی ہے۔

مراقبہ ہال حیدر آباد
نگراں: ممتاز علی
گلشن شہباز، نزد ٹول پلازہ، سپر ہائی وے حیدر آباد۔
برائے رابطہ: C/237، بلاک E لطیف آباد نمبر 9، حیدر آباد۔
پوسٹ کوڈ 71800، فون: 0333-2695331

پارس

آفرین ارجمند

کچھ نہیں بلکہ بہت سارے لوگ یہ سوچ رکھتے ہیں کہ مرد ہونا طاقت اور اکرام کا سبب ہے۔ عورت کا وجود کمزوری اور شرمندگی کی علامت ہے۔

ایسا سوچنے والے صرف مرد ہی نہیں ہیں کئی عورتیں بھی اس بات پر یقین رکھتی ہیں۔

بیٹے کی ماں بن کر بعض عورتیں خود کو محفوظ اور معزز خیال کرتی ہیں، بیٹی کی ماں بن کر خود کو کمزور محسوس کرتی ہیں۔ مردانہ تسلط والے معاشرے میں کئی مصیبتوں، دکھوں اور ظلمتوں کے درمیان ابھرنے والی ایک کہانی.... مرد کی انا اور عونت، عورت کی محرومیاں اور دکھ، پست سوچ کی وجہ سے پھیلنے والے اندھیرے، کمزوروں کا عزم، علم کی روشنی، روحانیت کی کرنیں، معرفت کے اجالے، اس کہانی کے چند اجزائے ترکیبی ہیں۔

نئی قلم کار آفرین ارجمند نے اپنے معاشرے کا مشاہدہ کرتے ہوئے کئی اہم نکات کو نوٹ کیا ہے۔ آفرین ارجمند کے قلم سے ان کے مشاہدات کس انداز سے بیان ہوئے ہیں اس کا فیصلہ قارئین خود کریں گے۔

دسویں قسط:

پارس پتر....! دروازہ بند کر لے میں بازار سے ابھی آئی۔ سکینہ نے پارس کو آواز لگائی۔

جی اماں آئی۔ پارس اپنی کتاب ایک طرف رکھ کر دوڑی ہوئی آئی۔

ذرا دھیان سے کنڈی لگا کر بیٹھ۔ میں بس پانچ منٹ میں آتی ہوں۔

جی اماں آپ پریشان نہ ہوں۔

ہاں میں پریشان نہیں۔ بس تجھے سمجھا رہی ہوں۔ پارس کو تھوڑی دیر کے لیے بھی گھر میں اکیلا چھوڑتے ہوئے سکینہ کو گھبراہٹ ہونے لگتی تھی۔

جی اچھا۔ میں خیال رکھوں گی۔ اس نے ماں کو تسلی دی۔

سکینہ نے کریانے سے کچھ سامان لیا اور الٹے قدموں گھر کی طرف چل دی۔ ہائے میری بچی اکیلی ہے گھر میں۔ اس کے دل میں ایک ہی بات تھی۔

ارے... رے.... سنبھل کے.... مگر اتنی دیر میں ٹوکری ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔ کہ تیزی میں کسی سے بری طرح ٹکرائی تھی۔ شکر تھا کہ گرنے سے بچ گئی تھی۔

سکینہ نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔

خالہ سنبھل کے۔ خیر تو ہے اتنی جلدی میں کیوں ہو۔ بولنے والی اس کا سامان اٹھانے میں مدد کرنے لگی۔

سکینہ نے اسے غور سے دیکھا۔ آواز تو جانی پہچانی تھی۔

عورت نے سامان ٹوکری میں بھر کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

اس کا چہرہ سامنے آیا تو سکینہ کے الفاظ ہی حلق میں رہ گئے۔

کیا ہوا خالہ ایسے کیوں دیکھ رہی ہو۔

کلثوم.... اس کے چہرے پر حیرت تھی

یہ تو ہے۔ سکینہ نے اپنی شہادت کی انگلی اس کی طرف کی۔

ہاں خالہ میں کلثوم ہوں۔

بھول گئیں کیا مجھے۔

ارے بھولتی تو پہچانتی کیسے.....؟

میرا مطلب یہ نہیں۔ تیری تو شادی کو ابھی ایک مہینہ بھی نہیں ہوا۔ اور.....

وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

اور کیا سینگ نکل آئے میرے۔ اس نے مزاق میں کہا

ہاں تو۔ ذرا آئینے میں شکل تو دیکھ کیسی سوکھ کر کانٹا ہو گئی ہے۔ پیلا سرسوں جیسا رنگ۔ نہ ہاتھ میں چوڑی نہ کان میں جھمکا۔

کلثوم خجل سی مسکراہٹ سے بولی۔ خالہ ایسی کوئی بات نہیں۔ وہ بس آج کل ماں کے پاس آئی ہوئی ہوں۔ اس لئے خیال نہیں رہا۔ کلثوم کا لہجہ اس کے جھوٹ کی چغلی کھا رہا تھا۔

کلثوم کے جواب پر سکینہ خاموش اسے دو منٹ تک گھورتی رہی۔ کلثوم نے نظریں چرا لیں۔

ایسے کیا دیکھ رہی ہو خالہ میں ٹھیک ہوں۔ وہ تم نے بہت دنوں بعد دیکھا ہے نہ اس لئے حیران ہو رہی ہو۔

چاچا شفیق کیسا ہے۔ پارس کیسی ہے....؟ کلثوم نے بات بدلی۔

سب ٹھیک ہے۔ ایسا کر تو میرے ساتھ گھر چل۔ سکینہ کو کلثوم کی حالت صحیح نہیں لگ رہی تھی۔ اسے لگا شاید کلثوم کو اس کی ضرورت ہے۔

ویسے بھی کنیز کی تلخ مزاجی نے اسے کبھی بھی اپنی بیٹیوں کی دوست بننے نہیں دیا تھا۔

نہیں خالہ۔ کسی نے دیکھ لیا تو میری شامت آ جائے گی۔ کسی کو بھی تیرے گھر جانے کی اجازت نہیں ہے۔

ہاں ہاں جانتی ہوں۔ کسی کو پتہ نہیں چلے گا۔ تو

چل میرے ساتھ۔ سکینہ نے بھی ضد پکڑ لی۔

کلثوم سے اور کوئی بہانہ نہ بن پڑا۔ وہ جان چھڑانے کو بولی اچھا پھر کسی دن۔

نہیں ابھی چل سکینہ اسے زبردستی اپنے ساتھ لے گئی۔

* * *

دیکھ تو پارس کون آیا ہے۔ سکینہ کلثوم کا ہاتھ پکڑے اندر داخل ہوئی۔

کلثوم باجی۔ پارس کے لہجے میں اپنائیت تھی

ارے تُو مجھے پہچانتی ہے۔ کلثوم کو حیرت ہوئی۔

ہاں اماں نے سب بتایا ہے مجھے۔ پارس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آیئے۔ اندر آجایئے۔ باہر تو بہت تیز ہوا ہے۔ وہ کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر اندر کمرے میں لے گئی۔

ہاں تُو کلثوم کو اندر لے کر جا میں سامان رکھ کر آتی ہوں۔

پارس نے جلدی سے چادر پر آئی سلوٹوں کو نکالتے ہوئے کہا۔ آیئے یہاں بیٹھیے۔

چاچا شفیق نہیں ہے گھر پر۔ کلثوم نے پوچھا۔

نہیں۔ وہ تو کل سے شہر گئے ہوئے ہیں۔ شام تک آئیں گے۔

اچھا۔۔ وہ خاموش ہوگئی۔

پارس پارس۔ ذرا ادھر آ۔۔۔۔

جی اماں۔ آئی سکینہ کی آواز پر پارس دوڑتی ہوئی باورچی خانے کی طرف بھاگی۔

لے۔ باجی کے لئے شربت لے کر جا۔

کلثوم نے نظر اٹھا کر کمرے کو غور سے دیکھا۔ چھوٹا سا کمرہ بہت سلیقے سے سمٹا ہوا تھا۔ وہ جس چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی اس کے برابر میں ایک چھوٹی سی لکڑی کی میز تھی جس پر کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ سامنے کی دیوار پر بہت سارے کاغذ چپکے ہوئے تھے۔ کلثوم نے اٹھ کر ان کاغذوں کو غور سے دیکھا۔

لو بتاؤ۔ سبزی کا حساب دیوار پر کیوں چپکایا ہے۔

اس نے حساب کے چند فارمولوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

کلثوم پڑھائی میں بالکل کوری تھی۔ ان پڑھ۔ اس نے یہ حرف بس کریانے والے کے پاس ہی لکھے دیکھے تھے۔ اتنے میں پارس سلیقے سے سجی ایک تھالی اٹھائے اندر داخل ہوئی۔

باجی آیئے بیٹھیے کچھ کھایئے۔ کلثوم پارس کی ایک ایک حرکت بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔

اس کی ہر بات ہر حرکت سلیقے اور تمیز میں رچی بسی تھی۔

اتنا کچھ ہونے کے باوجود پارس اسے ادب سے کلثوم باجی کہہ کر مخاطب کر رہی تھی۔ نہ کوئی غصہ اور نہ کوئی رنج۔ کلثوم متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

کیا ہوا کیا سوچ رہی ہے۔ سکینہ چارپائی پر کلثوم کے برابر میں بیٹھ گئی۔ میں نے سوچا ذرا تُو آرام سے بیٹھ جائے تو پھر بات کروں۔ سکینہ نے بات شروع کی۔

اب بتا کیا بات ہے۔۔۔۔؟

کیسی بات۔۔۔۔ خالہ کوئی بات نہیں۔ تم خوامخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ کلثوم نے خالی گلاس تھالی میں رکھتے ہوئے کہا۔

میں چلتی ہوں۔ کسی نے دیکھ لیا تو خوامخواہ ابے کے جوتے کھانے پڑیں گے۔ وہ جلدی سے اٹھ گئی۔

سکینہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

دیکھ کلثوم بچپن سے دیکھا ہے تجھے۔ تیرے جیسا

رنگ روپ کسی اور کا نہیں تیرے پورے خاندان میں اور اب تیرا یہ پیلا رنگ کمزور جسم تھکا تھکا انداز مجھے سب کچھ بتا رہا ہے۔ شادی کے بعد لڑکیوں پر روپ آتا ہے پر تُو۔۔۔

کلثوم نظریں جھکائے سکینہ کی باتیں سنتی رہی۔

اسے خاموش دیکھ کر سکینہ پھر بولی۔ میرا دل کہتا ہے کہ میں تیری مدد کر سکتی ہوں۔ اس نے بہت پیار سے کہا۔

بتا کیا بات ہے۔

ماں نہیں تو ماں جیسا ہی سمجھ لے۔

سکینہ کا اتنا کہنا تھا کلثوم جیسے تڑپ گئی۔ اس نے نقلی مسکراہٹ کی چادر اتار پھینکی۔ اس کے بے قرار دل میں امڈتا آنسوؤں کا سیلاب تمام بندھن توڑ کر بہہ نکلا۔ وہ سکینہ کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

سکینہ بھی اسے سینے سے لگائے تھپتھپاتی رہی اور وہ بچوں کی طرح بلکتی رہی۔

دل کا غبار صاف ہوا تو سیلاب کی روانی میں بھی کمی آ گئی۔

خالہ.... اس کے حلق سے نکلا۔

بس پتر بس۔ اس نے ممتا سے بھرے جذبوں کے ساتھ اس کے آنسو اپنی ہتھیلی سے پونچھ ڈالے۔

باجی پانی پی لیں۔ پارس جو کب سے پانی لئے کھڑی تھی آگے کر دیا۔ دو گھونٹ پی کر اسے ڈھارس ہوئی۔

سب خاموش تھے۔ کمرے میں گہری خاموشی تھی۔ سکینہ کلثوم کے بولنے کی منتظر تھی تو کلثوم حالِ دل بیان کرنے کے لئے لفظ جمع کر رہی تھی۔

مجھ سے دل کی بات کہنے کے لئے لفظ مت ڈھونڈ۔ بس جو دل میں ہے وہ بول۔ سکینہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔

عورت کو کس کے پلے باندھا جا رہا ہے یہ تو بس رخصتی کے بعد ہی پتہ چلتا ہے۔ ہمیں نہ تو جینے کا اختیار ہے نہ مرنے کا۔ کلثوم کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں۔

جہاں کھانا بھی باپ اور بھائی کی پسند کا کھانا ہو وہاں پسند کی شادی کا سوچنا بھی کفر ہے۔ یہ کہتے ہوئے کلثوم کی سسکیاں نکلنے لگیں۔

سکینہ اس کی بات سن کر چونک گئی۔ اوہو تو یہ معاملہ ہے۔ سکینہ کلثوم کے اور قریب ہو کر بیٹھ گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ اسے مکمل تحفظ کا احساس ہو۔

تُو کب تک کھڑی رہے گی بیٹھ جا۔ پارس جو ماں کے برابر کھڑی تھی ساتھ میں موڑھے پر بیٹھ گئی۔

مجھے تفصیل سے بتا کیا بات ہے۔ تُو تو ٹھیکرے کی مانگ تھی ناں۔ اپنے ماموں زاد سے وہ کیا نام ہے اس کا جبار، تیرا شوہر ہے ناں

کلثوم نے سر ہلا دیا۔

اس نے مجھے ٹھیکرے سے بھی زیادہ بے وقعت کر دیا ہے۔ خالہ روز مارتا ہے جنگلیوں کی طرح پیٹتا ہے گالیاں دیتا ہے اور اب اس نے گھر بھیج دیا ہے کہتا ہے مجھ جیسی بے حیا کے ساتھ وہ زندگی نہیں گزار سکتا۔

کلثوم کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

خالہ کسی کو چاہنا گناہ تو نہیں؟ اگر اس نے مجھے دھوکہ دیا تو میرا کیا قصور۔ اگر اس کے لئے میں بے معانی تھی، وہ مجھے چھوڑ گیا تو بھی میں گناہ گار۔

کون تھا....؟ وہ کیا ہوا تھا....؟ سکینہ نے اسے تسلی دی۔ تُو سکون سے ہر بات بتا مجھے۔

وہ پانی ایک ہی سانس میں چڑھا گئی۔ تھوڑی دیر آنکھیں بند کئے خود کو سنبھالتی رہی اور پھر ایک گہری

سانس لی۔

دو سال پہلے ابے سے چھوٹے ماموں کا کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ رشتہ ٹوٹ گیا تھا۔

میں خوش تھی کہ میری اس لٹھ مار سے جان چھوٹ گئی تھی۔ جو اپنی بہنوں کو روئی کی طرح دھنکتا تھا وہ بھلا میرا کیا لحاظ کرتا سو شکرانے پڑھے تھے میں نے اس وقت۔

گھر میں بڑا سوگ تھا۔ ابے نے یہ بات زیادہ کھلنے نہیں دی تھی۔ مگر نانا کے ہاں برادری کے کافی لوگوں کو پتہ چل چکا تھا۔ انہی دنوں بڑے ماموں کا بیٹا ساجد شہر سے گاؤں آیا تھا وہ کچھ دن ہمارے ہاں بھی ٹھہرا۔

سرخ و سپید گبرو جوان۔ بہت شوخ بانکا تھا۔ کہتا تھا شہر میں چھ جماعتیں پڑھی ہیں۔ اس لئے بڑی اکڑ دکھاتا۔

اس نے گھر میں آتے ہی سب کا دل موہ لیا تھا۔ اور اماں نے تو اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ایک بھائی کا ساتھ چھوٹا تھا تو دوسرے بھائی کے بیٹے کی آؤ بھگت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی انھوں نے۔

مجھے بھی بڑا اچھا لگا تھا۔ بڑی میٹھی میٹھی باتیں کرتا۔ ہنستا بھی اور ہنساتا بھی۔ میں نے پہلی بار کسی مرد کو دل کھول کر ہنستے دیکھا تھا۔ میں اس سے متاثر ہونے لگی تھی۔

میرے دل میں ساجد کے لئے سوائے اچھائی کے اور کوئی جذبہ نہ تھا۔

میں خود کو زیادہ تر گھر کے کاموں میں مصروف رہتی۔ اس سے بھی زیادہ بات نہ کرتی۔ مگر اس کو تو بس مجھے تنگ کرنے میں بڑا ہی مزہ آتا۔ میری سب سے چھوٹی بہن مہرین سے اس کی بڑی اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ وہ ساجد بھائی ساجد بھائی کہتے نہ تھکتی تھی اور وہ مہرین کے ساتھ مل کر میری خوب خبر لیتا۔ کبھی کبھی تو میں اتنا چڑ جاتی کہ چیزیں پٹخنے لگتی۔ مگر مجال ہے جو ذرا بھی اثر ہو۔ الٹا اماں سے گالیاں سننے کو مل جاتیں۔

اور پھر ایک دن ایک پتھر میرے سر پر آکر پڑا۔ میں اس وقت روٹیوں کے لئے آٹا گوندھ رہی تھی۔

میرے ہاتھ آٹے میں لت پت تھے اور ناظمہ منشی چاچا کی بیٹی، میری سہیلی میرے دائیں جانب بیٹھی تھی۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا۔ مگر پھر بھی میں نے ساجد کا سر تیزی سے پیچھے ہوتے دیکھ لیا تھا۔

چھوٹی ٹھیکری میں لپٹا رقعہ میرے سر پر گرا تھا اور پھسل کر میری دائیں جانب گر گیا تھا۔ میں نے پھرتی سے رقعہ پیروں کے نیچے دبا لیا تھا۔

میرے دل میں کھلبلی سی مچی ہوئی تھی۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ سب چھوڑ کر گودام میں گھس جاؤں اور دیکھوں کہ اس میں کیا ہے؟

بڑی مشکل سے میں نے روٹیاں پوری کیں اور ناظمہ کو حیران چھوڑ کر بہانے سے دوڑ کر گھر کے چھوٹے گودام میں چلی گئی۔

اس رقعہ کو کھولا تو سارے جذبات جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ ایک الجھن میں پڑ گئی۔ پڑھی لکھی تو تھی نہیں۔

کیا لکھا تھا یہ سمجھ نہیں آیا؟

اب پریشانی یہ تھی اسے کس سے پڑھواؤں۔

مجھے غصہ بھی آیا کہ جب اسے پتہ تھا کہ میں پڑھی لکھی نہیں تو پھر اس نے رقعہ کیوں پھینکا۔ جو بھی بات تھی زبانی بھی کہہ سکتا تھا

مگر پھر بھی کسی سے تو پڑھوانا چاہیے آخر پتہ تو چلے کیا لکھا ہے اس میں ؟۔ تجسس مجھے کچوکے لگانے لگا

مگر کس سے۔ ؟ ہمارے گاؤں میں تو لڑکے بھی کم پڑھے لکھے ہیں۔ عورت اور وہ بھی رازداں کہاں سے ڈھونڈتی۔

پھر مجھے خیال آیا کہ میری سہیلی ناظمہ پڑھی لکھی نہیں مگر منشی چاچا نے اسے حساب کتاب کے چکر میں حروفوں کی پہچان تو بتا ہی دی تھی وہ اپنی ذہانت سے حروف جوڑ کر اپنا کام نکال لیتی تھی۔

مگر وہ تو ابھی ناراض ہو کر گئی تھی۔ افوہ.... اب کیا کروں۔ چل خیر ہے منالوں گی۔ میں دوڑی دوڑی اس کے پاس گئی۔ پہلے اسے اعتماد میں لیا اور پھر رقعہ اس کے ہاتھ میں دیا۔

وہ تھوڑی دیر تک تو رقعہ پر لکھی اس چند لفظی تحریر کو گھورتی رہی اور پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں چوڑی ہوتی چلی گئیں۔

اس کے چہرے کا رنگ سرخ اور ہاتھوں کی کپکپاہٹ سے میرا شک یقین میں بدلنے لگا۔

بول.... نہ کیا سمجھ آیا تجھ کو....!

کلثوم ..... یہ..... اس کی کپکپاتی آواز آدھی ابھری آدھی ڈوب گئی۔

آگے تو بول میں نے بے چینی سے اسے ہلایا

کلثوم یہ تو محبت کا کھلا پیغام ہے۔ میں نے گھبرا کر جلدی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

چپ آہستہ بول۔

میرے ہاتھ کے دباؤ سے اس کا دم گھٹنے لگا۔

وہ تجھ سے پیار کرتا ہے اور ملنا چاہتا ہے۔

کیا پاگل ہو گیا ہے۔ ن۔۔ نہیں اویں مخولیاں نہ کر.... سچ بتا کیا لکھا ہے....؟ مجھ پر گھبراہٹ طاری ہو گئی

اللہ کی قسم .... اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے گلے میں چٹکی سی بنالی۔

یہ سن کر کیا بتاؤں کہ میری کیا حالت تھی۔ دل تھا کہ باہر نکلے آتا تھا تو دوسری جانب، ابے کا خونخوار چہرہ آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا۔

اور پھر نہ جانے کیوں میں نے رقعے کی گولی بنا کر پھینک دیا۔

ار۔ رے۔۔

جھلی یہ کیا کر رہی ہے تو۔۔ اس نے جلدی سے اٹھایا اور کھول کر اس کی سلوٹ نکالنے لگی۔ اف چنے کی پڑیا پر پیغام محبت لکھا ہے۔ کیا بات ہے تیرے ماجد کی۔ اس نے مذاق اڑایا

میں نے رقعہ اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔ اس میں سچ مچ بھنے ہوئے چنے کی خوشبو آ رہی تھی۔

غریب بیچارہ.... وہ اور زور سے ہنسنے لگی

ایویں بکواس نہ کر۔۔ مجھے اس کا غریب کہنا بہت برا لگا۔ میں وہاں سے گھر کی جانب دوڑ پڑی۔

مجھے یقین نہیں آرہا تھا۔ یہ جانتے ہوئے کہ میں جبار کی منگ تھی اس نے محبت کا پیغام دیا تھا۔ اسے پتہ ہے میں پڑھی لکھی نہیں تو پھر رقعہ کیوں لکھا۔ ایک اور سوال کلبلایا

خوبصورت بھی ہے اور شہری بھی۔ دل نے طرفداری کی

پھر ماں کی آواز مجھے واپس دنیا میں لے آئی۔ وہ

بری طرح چلا رہی تھی۔

میں رقعہ تکیے میں اڑس کر باہر دوڑی۔

وہ باورچی خانے میں کھڑی تھی اور ہنڈیا جل کر کوئلہ ہو چکی تھی۔

بس پھر کیا تھا میں دوبارہ سے ہنڈیا چلا رہی تھی۔ اور اماں تھپڑوں اور گالیوں سے میری تواضع کر رہی تھی۔

میں کمرے میں بیٹھی کمر سہلا رہی تھی کہ ساجد کے دروازہ کھلنے کی آہٹ پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ چند دنوں میں مجھے اس کے آنے جانے کے سارے وقت ازبر ہو چکے تھے۔

کمرے کی کھڑکی سے دروازہ صاف دکھائی پڑتا تھا۔ میں اوٹ سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پتہ نہیں کیسے اسے پتہ چل گیا اور اس نے شرارتی انداز میں اچانک میری جانب دیکھ کر ہاتھ ہلا دیا۔ میں شرم سے دہری ہو گئی۔ اور گھبرا کر کھڑکی کا پٹ گرا دیا۔

مجھے لگا وہ شاید کمرے میں آئے گا۔ اپنے رقعے کا جواب پوچھے گا۔ میں سمٹ کر بیٹھ گئی مگر کافی دیر گزر گئی وہ نہ آیا۔ باہر ایک دم سے گہری خاموشی چھا گئی تھی مجھے بڑا عجیب سا لگا۔ میں نے پٹ کو ذرا سا سرکا کر دیکھنے کی کوشش کی پر کچھ نظر نہ آیا۔

ناچار اٹھ کر باہر کی جانب چل دی ابھی دروازے پر تھی کی کسی نے ہاؤ کہہ کر زور کی چیخ ماری اور مرغی اڑتی ہوئی سیدھا مجھ پر۔

میرا دم نکل گیا۔ میں حواس باختہ سی اندر دوڑ گئی اور باہر ساجد کے قہقہے گونجنے لگے۔

تنگ کرنے کی بھی حد ہوتی ہے۔ شدید غصے سے میں نے رونا شروع کر دیا۔ مگر وہاں تو جیسے کوئی اثر ہی نہیں تھا۔

* * *

میں نے تین دن تک اس سے بالکل بات نہ کی اور نہ ہی کچھ خاص اس کے لئے بنایا۔ نہ کوئی توجہ نہ اس کے ہونے کا احساس۔

اسے میری ناراضگی کا احساس ہو گیا تھا۔

اور پھر ایک صبح جب میں دوپہر کا کھانا پکانے میں مصروف تھی وہ اچانک سے میرے سامنے آ گیا۔ میں نے اسے جھڑک کر جانے کی کوشش کی تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں اسے کچھ بھی نہ کہہ پائی۔

اس نے بڑی شانِ بے نیازی سے کہا تھا کہ وہ بہت کم لوگوں سے اپنی غلطی کی معافی مانگتا ہے اور وہ شرمندہ ہے۔ یہ کہہ کر اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور سیٹی بجاتے باہر چلا گیا۔

میں حیرت سے اس کے یہ رنگ دیکھ رہی تھی۔

شام میں جب وہ گھر آیا تو اس کے ہاتھ میں جلیبی تھی اور پھر یہی جلیبی ہماری دوستی کا آغاز بنی۔

میں نے اسے وہ رقعہ دکھایا۔ رقعہ پڑھ کر وہ مسکرا دیا۔

مجھے اس لمحے اس کی نظروں میں اپنے لئے صرف پیار دکھا اور پھر میرے دل میں کوئی وہم نہ رہا۔ میں نے اسے پوری طرح قبول کر لیا تھا۔

اب ہم روز موقع پا کر کسی کونے میں بیٹھ جاتے۔ میں کبھی بھی اس کے ساتھ باہر نہیں گئی تھی۔ نہ اس نے کبھی ضد کی تھی۔

وہ مجھے شہر کے قصے سناتا۔ مجھے اس کا ساتھ اچھا لگنے لگا تھا۔ اور پھر وہ تیس دن میری زندگی کا حاصل

بن گئے تھے۔

کنیز کو کچھ نہیں پتہ چلا۔ سکینہ نے اسے ٹوک دیا اماں کو شاید سب اندازہ تھا مگر وہ بھی ایک رشتہ ختم ہونے کے بعد اب کسی معجزے کے انتظار میں چپ تھی اور ابے بھی خاموش تھا۔ گو وہ ساجد سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا مگر اسے برا بھی نہیں کہتا تھا۔

میں حیران تھی کہ رشتہ ختم ہونے کے بعد بھی ماں کے رشتے دار کو ابے نے گھر میں جگہ کیسے دی۔

مگر پھر بھی ان دونوں کے اس رویئے سے مجھے بڑی ڈھارس ہوئی تھی۔ ایک آس سی بندھ گئی تھی کہ شاید مجھے ساجد کا ساتھ نصیب ہو جائے گا۔

مگر میں جب بھی ساجد سے رشتہ ڈالنے کی بات کرتی وہ ٹال جاتا۔ کہتا ابھی معاملہ ٹھنڈا نہیں ہوا چھوٹے ماموں میرے یہاں آنے سے ہی بہت بھڑکے ہوئے ہیں۔ اس لئے چند دن ٹھہر جا۔

میں جب بھی اس سے اپنے خدشات کا اظہار کرتی تو وہ ہنس دیتا۔ اور پھر میرا دل بہلانے کے لئے ادھر ادھر کی ہنسنے ہنسانے والی باتیں شروع کر دیتا۔

اور پھر میرے بار بار اصرار اور اماں کے کہنے پر وہ ماموں سے بات کرنے پر مجبور ہو گیا۔

اماں ابے تو منتظر ہی تھے۔ مگر چھوٹے ماموں جن کے بیٹے سے منگنی ختم ہوئی تھی کو یہ بات گوارہ نہ ہوئی۔ انھوں نے برادری میں ہلا مچانا شروع کر دیا۔

چھوٹے ماموں کے پاس پیسہ بھی زیادہ تھا اور طاقت بھی۔ اس نے آدھی سے زیادہ برادری کے لوگ اپنی طرف کر لئے تھے، چھوٹے ماموں کو لگتا تھا کہ وہ رشتہ دوبارہ جوڑ رہے ہیں اس لیے رشتہ اگر ہو گا تو اس کے بیٹے سے ورنہ کسی سے بھی نہیں کیونکہ بات اب چھوٹے ماموں کے بیٹے کی انا پر بن آئی تھی۔

اب اس شادی کا مقصد صرف انا کی تسکین تھا۔ اور جبار بھی یہ جانتے ہوئے کہ ساجد کی طرف سے بھی رشتے کی بات ہوئی ہے۔ مجھ سے نکاح پر تیار تھا۔

میں اس کی بچپن کی مانگ تھی اس کی مردانگی سے یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کی مانگ کسی اور کے دل پر راج کرے۔

اور ساجد ... اس نے کیا کیا؟ سکینہ کو بے چینی ہوئی

کلثوم کی آنکھ سے دو آنسو ٹپک پڑے۔

وہی کیا جو ہم گاؤں والیوں کی قسمت میں ہے۔ بڑے ماموں نے نہ جانے کیا کیا باتیں کیں کہ ساجد پھر پلٹ کر گاؤں نہ آیا۔ بس خبر ملی کہ وہ شہر چلا گیا ہے اور اب وہیں رہے گا۔

میرا ڈر حقیقت بن کر میرے سامنے آ گیا تھا وہ برادری کے آگے کچھ نہ بول سکا تھا۔ اسے بھی اپنی زمینیں اور رتبہ مجھ سے کہیں زیادہ عزیز تھیں۔

میں کمزور پڑ گئی تھی ... میں مر چکی تھی۔ شادی کرتی یا خودکشی دونوں برابر تھے۔

چھوٹے ماموں نے بیٹے کی ضد کے آگے ابے کو مطالبے سے زیادہ زمین دے کر مجھے اپنے بیٹے کے لئے خرید لیا تھا۔

اور پھر میں بیاہ دی گئی۔

ابے زمین ملنے پر خوش تھا اور اماں بھائی کے ملنے پر۔

(جاری ہے)

* * *

جیتی جاگتی زندگی

زندگی بے شمار رنگوں سے مزین ہے جو کہیں خوبصورت رنگ اوڑھے ہوئے ہے، تو کہیں تلخ حقائق کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے ہے۔ کہیں شیریں ہے تو کہیں نمکین، کہیں ہنسی ہے تو کہیں آنسو۔ کہیں دھوپ ہے تو کہیں چھاؤں،، کہیں سمندر کے شفاف پانی کے جیسی ہے تو کہیں کیچڑ میں کھلے پھول کی مانند۔ کہیں قوسِ قزح کے رنگ ہیں۔ کبھی اماوس کی رات جیسی لگتی ہے۔ کبھی خواب لگتی ہے، کبھی سراب لگتی ہے، کبھی خار دار جھاڑیاں تو کبھی شبنم کے قطرے کی مانند لگتی ہے۔ زندگی عذابِ مسلسل بھی ہے۔ تو راحت جان بھی ہے، زندگی ہر ہر رنگ میں ہے، ہر طرف ٹھاٹھیں مار رہی ہے، کہانی کے صفحات کی طرح بکھری پڑی ہے....

کسی مفکر نے کیا خوب کہاہے کہ "اُستاد تو سخت ہوتے ہیں لیکن زندگی اُستاد سے زیادہ سخت ہوتی ہے، اُستاد سبق دے کے امتحان لیتاہے اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے۔" انسان زندگی کے نشیب و فراز سے بڑے بڑے سبق سیکھتاہے۔

زندگی انسان کی تربیت کا عملی میدان ہے۔ اس میں انسان ہر گزرتے لمحے کے ساتھ سیکھتاہے، کچھ لوگ ٹھوکر کھا کر سیکھتے ہیں اور حادثے ان کے ناصح ہوتے ہیں۔ کوئی دوسرے کی کھائی ہوئی ٹھوکر سے ہی سیکھ لیتاہے۔ زندگی کے کسی موڑ پر اسے ماضی میں رونما ہونے والے واقعات بہت عجیب دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ان پر دل کھول کر ہنستاہے یا شرمندہ دکھائی دیتا ہے۔ یوں زندگی انسان کو مختلف انداز میں اپنے رنگ دکھاتی ہے۔

اب تک زندگی اَن گنت کہانیاں تخلیق کر چکی ہیں، ان میں سے کچھ ہم صفحہ قرطاس پر منتقل کر رہے ہیں۔

ماما کا عکس

میں غیر شعوری طور پر اداس تھا۔ بے حد اداس، ویسے میری گھریلو زندگی میں سکون ہی سکون تھا.... کم سخن سگھڑ بیوی، چار بچے، معقول نوکری اور عزیز رشتہ داروں میں عزت تھی۔ شہر کی جس گلی میں، میں گزشتہ تیرہ سال سے رہ رہا تھا۔ اس گلی میں خاموشی ہی خاموشی چھائی رہتی تھی۔ میری گلی کے تقریباً پانچ چھ گھرانے بے اولاد تھے۔ ان بے اولاد گھرانوں کے مکینوں کی عمریں بھی کچھ زیادہ ہی ہو چکی تھیں۔

ان امیر کبیر گھرانوں میں مال و دولت کی فراوانی تھی۔ مگر یہ سن رسیدہ بے اولاد عورتیں ماما کے اذیت انگیز خواب میں قطعی سنگسار ہو چکی تھیں۔

میں آفاقی درد و غم کو تو کسی نہ کسی طرح سے بانٹ سکتا تھا مگر ان عورتوں کا درد و غم....؟

مجھے چھوٹے قد والی صوفیہ آنٹی شکل و صورت کے اعتبار سے کبھی پسند نہ آئی۔ وہ ہر شام زیورات میں لدی پھندی اپنے سیاہ فام شوہر کے ساتھ شام کی سیر کو نکلا کرتی، عجیب سا میک اپ، بجھی بجھی آنکھیں.... لمبے تڑنگے شوہر کے ساتھ چھوٹے

چھوٹے قدم چلنے والی چھوٹی سی عورت۔

میری بیوی کی صوفیہ آنٹی سے جان پہچان کب اور کیسے ہوئی....؟ یہ میں نہیں جانتا، جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، میں نے ان دونوں میاں بیوی کو رسماً بھی کبھی سلام نہیں کیا، شاید میں بہت کم سخن واقع ہوا تھا۔

ایک دن صوفیہ آنٹی کے یہاں آیت کریمہ کا ختم ہوا۔ میری بیوی اس محفل میں مدعو تھی، جب سب مہمان جا چکے، تو نجانے کس جذبے کے تحت صوفیہ آنٹی نے میری بیوی کو روک کر اپنی جہیز والی الماری سے ایک بے حد خوبصورت گڑیا نکال کر دکھائی، صوفیہ آنٹی کے ڈیڈی اپنے پرانے وقتوں میں جاپان سے لائے تھے۔ قدرے شرمیلے مگر بے حد غمگین انداز میں صفو آنٹی نے میری بیوی سے کہا کہ وہ اس جیسی نرم ونازک گڑیا کو اپنے گوشت پوست کا جیتا جاگتا حصہ دیکھنے کے خواب میں گم رہتی ہے۔

دیکھنے میں وہ جاپانی گڑیا کسی طور پرانی نہیں لگتی تھی۔ وہ گڑیا تو بہت من موہنی سی تھی۔

پھر غالباً عید الفطر کے موقع پر جب میری بیوی صوفیہ آنٹی کو عید مبارک کہنے گئی، تو اس نے دیکھا کہ صوفیہ آنٹی کی خواب گاہ میں اسی شبیہہ کی درجنوں گڑیاں رکھی ہیں۔ صوفیہ آنٹی کی ہاتھ کی بنی ہوئی گڑیاں....

مرحوم مامتا کا جذبہ شاید مظلومیت کا اظہار بن کر کچے پکے فن گڑیا سازی میں اتر آیا تھا۔

صوفیہ آنٹی نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی تین گڑیاں میری تین بچیوں کو عید کے تحفے میں دیں۔ اس نے ایسی عیدی شاید صرف میری بیوی کو دی تھی۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر میری بیوی جب قربانی کا گوشت دینے گئی تو واپس آکر اس نے مجھے بتایا کہ صوفیہ آنٹی کے ہاتھوں میں کسی بڑے فن کار جیسا فن پیدا ہو چکا ہے، اس نے مجھے صوفیہ آنٹی کے ہاتھوں کی بنی ہوئی ایک نئی گڑیا دکھائی، میں حیران رہ گیا۔

میں سوچنے لگا، بلاشبہ مامتا کی تعبیر میں تخلیق کی معراج ہوتی ہے۔

اس واقعے کے چند ہی دنوں کے بعد صوفیہ آنٹی کی سگی بہن کی چار سالہ لڑکی کا انتقال ہو گیا۔ میری بیوی تعزیت کے لیے گئی۔ جب سب تعزیت کرنے والے رخصت ہو گئے، تو صوفیہ آنٹی نے بڑے افسردہ لہجے میں بتایا کہ اس نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی سب ہی گڑیاں نذر آتش کر دی ہیں (سوائے اس جاپانی گڑیا کے) غالباً اپنی سگی بہن کی اکلوتی بچی کی موت کے سبب صوفیہ آنٹی نے ایسا کیا تھا۔

میں اسے حسن اتفاق ہی کہوں گا کہ میرے گھر میں صوفیہ آنٹی کی تحفتاً دی ہوئی وہ چار گڑیاں اچانک غائب ہو گئیں۔

"صوفیہ آنٹی بیمار ہیں۔"

"تو بھئی، جا کر ان کی عیادت کر آؤ۔"

"غالباً نروس بریک ڈاؤن....؟"

"اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

واپسی پر میری بیوی نے صوفیہ آنٹی کے بارے میں بتایا کہ وہ بس اپنے بچپن والی گڑیا اپنی سائیڈ ٹیبل پر رکھے، مسلسل اسے گھورے جاتی ہیں۔ میں نے ماہر نفسیات بنتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا:

"دراصل صوفیہ آنٹی اس گڑیا میں بیک وقت اپنا اور اپنی کبھی نہ جنم لینے والی بچی کا عکس دیکھتی رہتی ہیں۔" میری بیوی اس تحلیل نفسی کو نہیں سمجھ سکی۔

اس واقعہ کے ٹھیک ایک ہفتے کے بعد صوفیہ آنٹی کے یہاں چوری ہوگئی۔ میری بیوی صوفیہ آنٹی سے اس واقعے کا افسوس کرنے لگی۔ اس مرتبہ میں بھی اپنی بیوی کے ساتھ گیا۔

میں پہلی مرتبہ صوفیہ آنٹی کے شوہر کے پاس بیٹھا، چوری پر رسمی انداز میں افسوس کر رہا تھا۔ صوفیہ آنٹی کے شوہر نے بتایا کہ چور زیورات سمیت تقریباً پچاس ہزار روپے نقد بھی چرا کر لے گئے ہیں۔

اچانک مجھے صوفیہ آنٹی کا یہ جملہ سنائی دیا، صوفیہ آنٹی نے میری بیوی کا نام پکارتے ہوئے نہایت دلدوز لہجے میں کہا:

"شاہین مجھے زیورات چوری ہونے کا افسوس نہیں، مگر میرے بچپن کی وہ پیاری گڑیا کوئی اسے بھی چرا کر لے گیا۔ شاہین آج میں سچ مچ بے اولاد ہوگئی۔"

اس واقعے کے بعد صوفیہ آنٹی نے علاقہ چھوڑ دیا لیکن میری اس گلی میں صوفیہ آنٹی کی یادیں آج بھی موجود ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ کسی وقت بھی اپنی گڑیا کے ساتھ آموجود ہوں گی۔

امتیازی سلوک

ایک دن مجھے ایک صاحب نے فون کیا:

"ڈاکٹر صاحب! آپ کی مدد درکار ہے۔"

"فرمایئے!" میں نے جواب دیا۔

"جناب! میری ایک لڑکی بیس بائیس سال کی ہے۔ جسمانی طور پر خاصی تندرست ہے مگر جب غصے میں آتی ہے تو چار چار آدمی بھی اسے پکڑ کر قابو میں نہیں لاسکتے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے پاگل خانے میں داخل کرواؤں۔ وہ مدت سے بیمار ہے اور کوئی دوا اثر نہیں کرتی۔"

یہ پوچھنے پر کہ لڑکی اس وقت کیا کر رہی ہے، انہوں نے کہا:

"وہ ہمسایوں کے ہاں سارا دن گزارتی ہے اور اس وقت بھی وہیں ہے۔"

میں نے دریافت کیا کہ اگر لڑکی اتنی ہی خطرناک ہے جتنی آپ بیان کرتے ہیں تو ہمسائے اسے اپنے گھر میں سارا دن کیسے رہنے دیتے ہیں۔

انہوں نے جواب دیا کہ اس کا برتاؤ صرف اپنی ماں کے ساتھ درست نہیں، ہمسایوں کے ہاں بالکل ٹھیک رہتی ہے۔

میری ہدایت کے مطابق اگلے روز وہ اپنی بیٹی کو لے آئے۔ ماں ساتھ نہ تھی۔ وہ متناسب جسم اور اچھی شکل وصورت کی لڑکی تھی۔ چہرے سے ذہانت ٹپکتی تھی اور لہجے میں بھی شائستگی تھی۔ انٹر کا امتحان بھی کئی سال پہلے پاس کر چکی تھی اور میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنا چاہتی تھی۔ باپ کے بقول وہ بیمار پڑ گئی اور ایک اسپتال میں اس کا علاج ہوتا رہا۔ بجلی کے جھٹکے بھی لگتے رہے۔ دوائیں بھی اس نے ڈھیر ساری کھالیں۔ ایک مرتبہ تو انجیکشن لگانے کے لیے اسپتال میں چار آدمیوں کی ضرورت پڑ گئی، تب کہیں جا کر وہ قابو میں آئی۔ وہ مختلف اسپتالوں میں دو تین مرتبہ داخل بھی رہ چکی تھی اور اب چونکہ پانی سر سے

گزر چکا تھا۔ والدین اسے پاگل خانے بھیجنے پر تیار تھے مگر میرے کہنے پر وہ میرے پاس لے آئے۔

میں اس قسم کے بے شمار مریض دیکھ چکا تھا۔ میں نے جلدی جلدی اس کے باپ کے بیانات قلمبند کیے اور لڑکی کو وارڈ میں داخل کر لیا۔ دوسرا مریض کمرے میں داخل ہوا تو میں اسے دیکھنے لگ گیا۔ اس روز میں نے بہت سے مریض دیکھے۔ مطب کے اوقات ختم ہونے پر میں وارڈ کا راؤنڈ بھی نہ کر سکا اور اپنے گھر چلا گیا۔

وارڈ میں کچھ عرصہ پہلے ایک نیا ڈاکٹر آیا تھا۔ وہ صرف ایک دو گھنٹوں کے لیے آتا اور اپنا دورہ کر کے چلا جاتا۔

اگلی صبح میں لڑکی کو دیکھنے وارڈ میں گیا تو مجھے حیرت ہوئی کہ اسے بجلی کا جھٹکا دیا جا چکا تھا، حالانکہ اس کی ہسٹری بھی ڈاکٹر نے مکمل طور پر نہ لکھی تھی۔ میں یہ سوچ کر خاموش ہو گیا کہ مریضہ کو پہلے بھی برقی جھٹکے لگتے رہے ہیں۔ مریضہ کو برقی جھٹکے کے بعد کچھ گھنٹوں تک نہ دیکھا جا سکتا تھا کیونکہ مکمل طور پر ہوش و حواس میں آنے کے لیے کئی گھنٹے درکار ہوتے ہیں۔ میں اپنے کمرے میں جا کر مریض دیکھنے لگا اور پھر وقت ختم ہونے پر گھر چلا گیا۔

شام کے وقت میں وارڈ میں گیا تو لڑکی نے کہا:

”ڈاکٹر صاحب! میں بالکل تندرست ہوں۔ آپ مجھ سے بات تو کر کے دیکھیں۔ مجھے پندرہ منٹ تو دیں۔“

وارڈ میں جتنی بھی عورتیں تھیں، سب یہی کہتی تھیں کہ وہ تندرست ہے۔ مجھے خاموش پا کر وہ کہنے لگی:

”ڈاکٹر صاحب! آپ مجھے وقت دیں تو میں اپنا سب حال بتاؤں گی۔ پھر بھی اگر آپ سمجھیں تو مجھے بجلی کے اور جھٹکے بھی لگوا دیں لیکن کم از کم مجھ سے بات کر کے تو دیکھیں....؟“

میں نے اس سے وعدہ کیا، میں اس کی بات ضرور سنوں گا۔ مریضوں سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اس سے نصف گھنٹہ باتیں کیں مگر مجھے اس کی بات چیت، گفتگو کے انداز اور نشست و برخاست کے آداب میں کوئی ایسی خامی نظر نہ آئی جس کی بناء پر میں اسے ذہنی مریضہ کہہ سکتا۔ اس نے ان الزامات کی تردید کی جو اس کے باپ نے لگائے تھے۔ اس کی گفتگو کا خلاصہ یہ تھا:

”میرے والدین کی شادی کے بعد ہی ان میں سخت اختلافات پیدا ہو گئے اور مجھے سب بتاتے ہیں کہ میری پیدائش کے بعد ہی سے میری والدہ مجھے صرف اس لیے مارا کرتی تھیں کہ میرے والد صاحب کو دکھ پہنچے کیونکہ وہ مجھے بہت چاہتے تھے۔ میں چند ہفتے کی تھی کہ والدہ نے مجھے چارپائی سے دھکا دے دیا اور یہی سلوک میری والدہ کا مجھ سے اب تک ہے۔ جب میں نے انٹر پاس کیا تو والدہ نے ہر ایک سے لڑائی کی اور کئی روز تک کھانا نہ کھایا۔ میری کتابیں جلا ڈالیں اور کہا اگر یہ اور پڑھے گی تو میں یہ گھر چھوڑ دوں گی۔ اگر میں چارپائی پر لیٹی ہوئی ہوں تو ہمیشہ چارپائی کو ٹھوکر ماریں گی اور اگر گرمی میں پنکھا چلتا ہو تو مجھے پریشان کرنے کے لیے پنکھا بند کر دیں گی۔

رہا یہ سوال کہ مجھے چار چار آدمی پکڑ کر زبردستی

پنے ارادے سے مطلع کریں۔

اگلے روز دونوں آئے۔ اب ماں کو باپ سے زیادہ اشتیاق تھا کہ بیٹی کو فوراً گھر لے جائے۔ ان میں یہ تبدیلی کیسے آئی، میں اسے نہ سمجھ سکا۔ میرے کہنے کے مطابق لڑکی نے گھر جانے کے ایک روز بعد مجھے فون کیا اور بتایا کہ اب سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے۔ ماں بھی اسے چاہتی ہے اور والدین کا آپس میں رویہ بھی بالکل صحیح ہے۔ پھر ایک ہفتے کے بعد ایسا ہی فون دوبارہ ملا۔

یہاں یہ بتاتا چلوں کہ لڑکی کا باپ ایک بہت بڑی بین الاقوامی کمپنی میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا جہاں وہ سینکڑوں ملازمین سے کام لینے کی بہترین صلاحیت رکھتا تھا۔ ماں کے متعلق میرا خیال ابتدا میں یہ تھا کہ ممکن ہے وہ ذہنی مریضہ ہو لیکن بعد میں کوئی ایسی بات ظہور میں نہیں آئی جس سے میرے شبے کو تقویت پہنچتی۔ مگر وہ اپنے حصے کی محبت بھی بیٹی پر نچھاور کرنے پر سخت اذیت میں مبتلا تھی اور یہ بات بعد میں مشاہدے میں آئی کہ اس خاتون کا شوہر جب تک گھر میں رہتا بیوی سے زیادہ بیٹی پر توجہ اور محبت نچھاور کرتا۔ بیوی خود کو نظر انداز ہوتا دیکھ کر ذہنی دباؤ میں مبتلا ہو گئی تھی۔

ذہنی مریضہ تو نہیں کہہ سکتے مگر محبت کی کمی نے انہیں ذہنی تناؤ میں مبتلا کر دیا تھا۔

اب گھر کے سربراہ نے بیٹی اور بیوی کے درمیان فرق ختم کر دیا ہے جس کی وجہ سے والدین اور بیٹی کے اختلافات دور ہوئے۔ میرا مشاہدہ ہے، کہ اگر گھر کا سربراہ گھر میں امتیاز رکھے گا تو مشکلات پیدا ہوں گی۔

* * *

رئیس زادے روزانہ 80 کروڑ انسانوں کی خوراک ضائع کرنے لگے.....

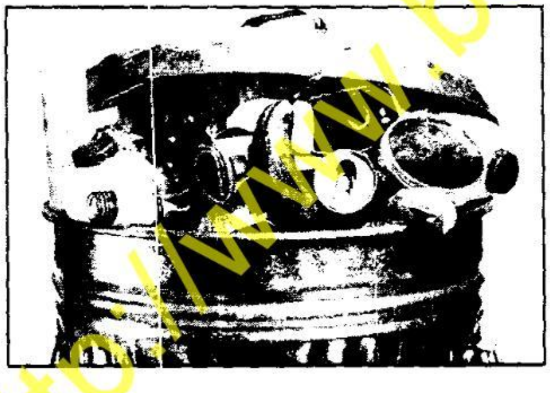

اقوام متحدہ کے ادارے برائے خوراک و زراعت کے مطابق سالانہ تیس کروڑ ٹن خوراک ضائع کر دی جاتی ہے جو پوری دنیا میں خوراک کا تیس فیصد ہے۔ خوراک کا زیاں روکنے لیے سرگرم ادارے کی جانب سے حال ہی میں ایک آن "لائن گیٹ وے" قائم کیا گیا جس میں خوراک کے ضیاع کے روک تھام کے مختلف طریقوں سے آگاہی فراہم کی جا رہی ہے۔ پھلوں اور اناج کا چالیس فیصد، سبزیوں کا بیس فیصد اور پکانے کے تیل اور مچھلی وغیرہ کا پینتیس فیصد ضائع ہو جاتا ہے۔

اس وقت عالمی آبادی سات ارب سے زیادہ ہو چکی ہے اور اندازہ ہے کہ 2050ء تک یہ بڑھ کر نو ارب تک پہنچ جائے گی۔ تب ان تمام انسانوں کو خوراک کی فراہمی ایک بڑا چیلنج ہو گی، جبکہ اس وقت بھی دنیا بھر میں پچیاسی کروڑ انسانوں کو بھوک اور موت کا جبکہ دو ارب انسان کم خوراکی میں مبتلا ہیں۔

خوشگوار زندگی کا راز

جیون ساتھی کا احترام

محمد اُسامہ نعیم

دنیا میں کچھ لوگ ہیں جن سے ہمارا اپنائیت اور محبت کا تعلق ہے۔ جیسے والدین، بہن بھائی۔ لیکن بہت زیادہ اپنائیت اور پیار جس رشتے میں دو طرفہ طور پر سب سے زیادہ نظر آتا ہے وہ رشتہ میاں بیوی کا رشتہ ہے۔ مرد ہو یا عورت اس رشتے کے ذریعے ناصرف راحت تسکین، آسودگی اور سکون پاتے ہیں بلکہ یہی رشتہ عورت کو ماں اور مرد کو باپ کا مرتبہ پانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ رشتہ خاندان کی بنیاد بنتا ہے۔ اس رشتے کی بدولت ہی اولاد کی نعمت اور خوشیاں ملتی ہیں۔ میاں بیوی کا رشتہ جہاں بہت حسین اور پرکشش ہے وہیں اس میں کئی نزاکتیں بھی ہیں۔ اس رشتے کے حسن سے لطف و قوت پاتے رہنے کے ساتھ ساتھ اس کی نزاکتوں کا خیال رکھنا بھی سب اہل خانہ خصوصاً میاں بیوی کے لیے بہت ضروری ہے۔

اس بھاگتی دوڑتی دنیا میں ازدواجی زندگی کی مسرتیں کسی بھی وقت کھو سکتی ہیں۔ شادی کے ابتدائی دنوں کی تصویریں دیکھ کر کئی میاں بیوی سوچتے ہیں "کہاں گئے وہ دن اور مسکراہٹیں جو ہمیں ایک دوسرے کے چہروں پر نظر آتی تھیں....؟" اب یہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ شروع میں تو ہر شادی شدہ جوڑا خوش اور مطمئن زندگی گزار رہا ہوتا ہے لیکن کچھ عرصے بعد وہ اکثر ایک دوسرے سے ایسے لاتعلق ہو جاتے ہیں جیسے اجنبی ہوں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی بھی برا نہیں ہوتا۔ ان کے پاس اپنی استطاعت کے مطابق گھر ہوتا ہے، بچے ہوتے ہیں حتیٰ کہ آپس میں محبت بھی ہوتی ہے مگر ہوتا یہ ہے کہ اب وہ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر کم وقت گزارتے ہیں۔ شام خاموشی کے ساتھ گزر جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ ایک دوسرے سے بے خبر ہوتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ وقت آجاتا ہے جب وہ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے اپنی اپنی دنیا میں بس رہے ہوتے ہیں۔

غلط فہمیوں کا زالہ

شادی کے بعد میاں بیوی کے درمیان چھوٹی چھوٹی باتوں پر غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں جو بعد میں

بڑے اختلافات کی شکل اختیار کر جاتی ہیں۔ ان اختلافات کی حقیقت کو جانتے ہوئے اس کے مداوے کی کوشش کرنی چاہیے۔

میاں بیوی کو ایک گاڑی کے دو پہیے کہنا بہت پرانی بات ہے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ یہ بات ہمارے معاشرے پر کل بھی درست بیٹھتی تھی اور آج بھی۔ یہ دنیا کے اس نازک ترین اور خوبصورت بندھن پر پوری طرح صادق آتی ہے۔

کئی مردوں کے مطابق ہر عورت حاکم شوہر کو پسند کرتی ہے کیونکہ محکومیت اس کی سرشت میں رچی بسی ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں دلیل یہ دی جاتی ہے کہ عورت بچپن ہی سے حاکمانہ ماحول میں پلتی بڑھتی ہے اور شادی ہونے تک باپ بھائیوں وغیرہ کے احکامات اس پر صادر ہوتے رہتے ہیں لہٰذا وہ اس کی عادی ہو جاتی ہے اور شادی کے بعد بھی مردانہ حاکمیت کی خواہش مند رہتی ہے۔

مگر یہ اب پرانی بات ہوگئی ہے۔ آج کے دور میں اس دلیل کو بہت سے لوگ تسلیم نہیں کرتے اور کچھ خواتین کا خیال ہے کہ محبت میں سر تسلیم خم کرنے کو جذبہ محکومیت قرار دے دینا، درست نہیں۔ پچھلے زمانے میں تو یہ سب ممکن تھا کیونکہ عورتیں صرف چار دیواری میں محدود تھیں اور مرد ہی ان کا واحد سہارا ہوتا تھا مگر آج کے حالات یکسر مختلف ہیں۔

عورت مرد کی حاکمیت مناسب حد تک تو پسند کرتی ہے لیکن اگر معاملہ حد سے گزرنے لگے، تو احتجاج کرنے سے باز نہیں رہتی۔ یہیں سے ساری خرابی پیدا ہوتی ہے۔ اس بدلتے ہوئے زمانے میں میاں بیوی دونوں کو چاہیے کہ ٹھنڈے دماغ سے ایک دوسرے کی باتوں پر مکمل دھیان دیں اور غور کریں، یعنی اگر شوہر اپنی کوئی بات منوانا چاہتا ہے، تو اسے چاہیے کہ بیوی کی باتوں کو بھی اہمیت دے۔ اسی طرح بیوی کو بھی چاہیے کہ وہ شوہر کے احترام کا پورا پورا خیال رکھے۔

اچھے شوہر کی ذمہ داریاں

شوہر کی حیثیت سے مرد پر کافی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کیونکہ مرد ہی خاندان کا سربراہ ہوتا ہے۔ اچھا شوہر بننے کے لیے ضروری ہے کہ شوہر کو بیوی کی پسند و ناپسند معلوم ہو۔ مرد یہ جاننے کی کوشش کریں کہ بیوی ان سے کیا چاہتی ہے۔

عام طور پر شوہر سمجھتے ہیں امور خانہ داری صرف بیویوں کی ذمہ داری ہے اور شوہروں کا کام گھر سے باہر تک ہی ہے۔ گھر کی ذمہ داریاں ایک ٹیم کی طرح پوری کرنی چاہئیں کیونکہ گھریلو امور نپٹانا جس طرح بیوی کی ذمہ داری ہے اسی طرح شوہر کی بھی ہے۔ بیوی کو شوہر سے جذباتی لگاؤ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو مرد اپنی بیویوں سے کم بولتے ہیں، ان کی گفتگو پر توجہ نہیں دیتے، انہیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ بیویاں شوہر کی آواز سننے کے لیے بے تاب رہتی ہیں۔ اسی طرح وہ چاہتی ہیں کہ اپنے شوہر کی اولین ترجیح بن کر رہیں اور شوہر ان سے مشورہ لیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں اگر مناسب طور پر انجام نہ پائیں تو بڑے بڑے اختلافات کا پیش خیمہ بنتی ہیں۔ ایک اچھا شوہر ہونے کے ناطے مرد کا یہ فرض ہے کہ ان سب باتوں پر بھرپور توجہ دیں۔

اچھی بیوی کی ذمہ داریاں

بیوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرد کی

فرمانبردار رہے اور اس کا ہر جائز حکم مانے۔ جب وہ باہر سے آئے، تو بیوی کو چاہیے کہ وہ شوہر کو مسکرا کر خوش آمدید کہے۔ یاد رکھیے، اگر آپ گھر سنبھالتی ہیں تو وہ بھی سارا دن باہر کام کر کے تھکا ہارا آتا ہے۔ اس کے علاوہ ہزاروں قسم کی پریشانیاں اور الجھنیں اس کے درپے رہتی ہیں۔ اس لیے شوہر جب باہر سے آئے تو آپ کو اس کا مکمل خیال رکھنا چاہیے۔

کوشش کریں کہ اس کی پریشانی کو سمجھیں اور اسے حل کرنے میں اس کے ساتھ شریک ہوں۔ اس کے بعد اگر آپ کو کوئی پریشانی ہے، تو انتہائی تحمل سے اسے بتائیے۔ اگر آپ شوہر کا خیال رکھیں گی تو وہ بھی آپ کا پورا پورا خیال کرے گا۔

بیوی کا فرض ہے کہ شوہر کا مزاج اچھی طرح پہچان لے اور جو بیویاں اس بات خیال رکھتی ہیں وہ خود بھی مطمئن رہتی ہیں اور ان کا گھر بھی جنت بنا رہتا ہے۔ اچھے بندھن اور پرسکون ازدواجی زندگی کے لیے عورت کو چاہیے کہ خود کو مسئلہ بنانے یا شوہر کو مسئلہ پیدا کرنے کا الزام دھرنے کے بجائے مسئلے کا حل نکالنے اور چیزوں کو احسن اور مثبت طریقے سے دیکھنے کی کوشش کریں۔

اگر آپ چاہتی ہیں کہ شوہر آپ سے خوش رہے، تو آپ کو چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنا ہوگا۔ شوہر کی خواہشات کا احترام، سلیقہ مندی اور انسیت کے ساتھ پیش آنا بھی تعلقات میں بہتری کا سبب بنتا ہے۔ بیوی شوہر کے لیے بناؤ سنگھار کرے بلکہ گفتگو، رہن سہن اور امور خانہ داری میں بھی نفیس ذوق کا مظاہرہ کرے۔

یہ سب کچھ اختیار کرنا ایک اچھی بیوی ہونے کے ناتے عورت کا فرض بنتا ہے۔

توجہ طلب بات

مسرت اور خوشی کی باتوں میں ایک دوسرے کو حیرت زدہ کرنے کی کوشش کریں۔ اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ آپ کو اپنے ساتھی کا خیال رہتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تنہائی میں بھی آپ کی توجہ ساتھی کی ذات پر رہتی ہے۔ توجہ کا یہ احساس طرفین میں یگانگت کا خوبصورت احساس جگاتا ہے۔ اب ساتھی کو حیرت زدہ کس طرح کیا جائے، یہ دونوں کی ذہنی صلاحیت اور مالی حیثیت پر ہے۔

سیر و تفریح کریں

اپنی مصروفیات سے وقت نکالیں، ایسا وقت جس میں آپ جو چاہیں کر سکیں۔ یہ ضروری نہیں کہ کہیں دور دراز جگہوں پر جائیں بلکہ کسی بھی مناسب جگہ جا بیٹھیں جہاں آپ دونوں اکٹھے شادمانی کا وقت گزار سکیں۔

ہلکا پھلکا ہنسی مذاق کیجیے

شادی کے بعد اکثر جوڑے ایک دم سنجیدہ ہونے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے اندر کی ظریفانہ فضا کو روکتے ہیں جبکہ میاں بیوی کے لیے تھوڑا بہت ہنسی مذاق نہایت کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ ہنسی مذاق یا شرارت وغیرہ کرنا اور ایسی ہی چھوٹی چھوٹی باتیں بے تکلفی بڑھاتی ہیں اور فضا مکدر نہیں ہونے پاتی۔

میاں بیوی کو چاہیے کہ وہ کبھی کبھی ساتھ بیٹھ کر خوشگوار انداز میں باتیں کریں۔ کسی ایک بات کو مشترکہ طور پر پسند کرنا یا کسی بات پر ایک ساتھ ہنسنے کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کے مزاج میں قدر مشترک ہے۔

⁂

بچوں کا کمرہ

بچوں کو اپنی دنیا بنانے دیں

بچے دنیا کی سب سے حسین، معصوم اور بے ضرر مخلوق ہیں۔ ان کی موجودگی سے گھر میں ایک رونق رہتی ہے۔ بچے پھولوں کی مانند ہوتے ہیں اور بھرپور توجہ چاہتے ہیں۔ بالخصوص والدین اور بالعموم دیگر افراد پر بچے کی پرورش، دیکھ بھال، ضروریات اور ان پر توجہ کی خاص ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

شائستہ سلیم

آپ نے اگر بچوں کی حرکات پر غور کیا ہو، تو محسوس ہوگا کہ بچے اپنے کھیل میں مست نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ایک خوبصورت سی دنیا بسائی ہوتی ہے، جس میں ان کی سوچیں پروان چڑھتی نظر آتی ہیں۔ بچے اپنی زندگی کے بیشتر معاملات اپنے طور پر طے کرکے خود اعتمادی محسوس کرتے ہیں اور اپنی اس چھوٹی سی دنیا میں دوسروں کی مداخلت پسند نہیں کرتے اور ایسا ہونا بھی نہیں چاہیے کہ بلا ضرورت روک ٹوک اور حکم صادر کرنا بچے کی شخصیت پر منفی انداز میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ بچوں کو اپنی دنیا میں کھیلنے کودنے اور شور وغل کرنے کا پورا پورا حق ہو، اگر ممکن ہو تو خاندان کے سب سے چھوٹے اراکین کو بھی ان کے الگ کمرے دیے جائیں، جہاں وہ اپنے روزمرہ کے کام اور مشاغل کمرے کی ترتیب اور سجاوٹ کرکے اپنے ذوق کی تسکین بھی کرسکیں۔ ساتھ ہی بچوں کے کمرے میں آنے والے ان کے دوستوں کو تفریح بھی حاصل ہوسکے۔

کوشش کریں کہ بچے کو تقریباً تین چار سال کی عمر میں الگ کمرہ دیں یا اپنے ہی کمرے میں، اس کے لیے کنڈ کارنر بنادیں اور اس کارنر کو بچے کی پسند سے آراستہ کریں۔ اس طرح اس میں اپنی اہمیت کا احساس اجاگر ہوتا ہے۔

بچے کے کمرے کے لیے رنگوں کا انتخاب ایسا کریں کہ جو دیکھتے ہی میں جاذب نظر اور پُرکشش معلوم ہوں اور بچے کی پسند کا اظہار بھی ہو۔

بچے کے کمرے کی دیواروں پر وال پیپر کا استعمال کریں۔ یہ وال پیپر گہرے رنگ کے ہوں۔ یہ پھولوں، پتیوں اور مختلف کارٹونوں کی شکل کے بھی ہوسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیواروں پر رنگ کے ساتھ

ساتھ پھول اور کچھ کارٹون بھی پینٹ کیے جاسکتے ہیں۔ کمرے میں ایسی اشیاء بچوں کی عمر اور شوق کے حساب سے رکھیں۔

بچے کی عمر میں اضافے کے ساتھ ساتھ اس کی پسند، انتخاب اور دلچسپیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کمرے یا "کڈ کارنر" کی سجاوٹ اور چیزوں میں اضافہ کریں۔ مثلاً اگر بچے نے اسکول جانا شروع کر دیا ہے تو کمرے میں ایک کرسی اور میز کا اضافہ ضرور کریں۔ میز پر لیمپ رکھیں، کاغذ پنسل خصوصاً رنگین، پنسلیں، ربڑ، اسکیل اور شاپنر وغیرہ ضرور رکھیں۔

بچے کو مصوری کا شوق ہے تو پینٹنگ کا سامان اس کی دسترس میں ضرور ہونا چاہیے تاکہ وہ جس وقت چاہے، اپنے موڈ اور مرضی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے شوق کی تکمیل کر سکے۔ بچوں کے کمرے میں ان کے لیے ہینگر ذرا نیچے کر کے لگانے چاہئیں۔ اسی طرح بک شیلف بھی اتنی اونچائی پر ہی ہو کہ وہ آسانی سے کتابیں نکال اور رکھ سکیں۔ اونچی جگہ تک پہنچنے کے لیے ان کے کمرے میں ایک مضبوط اور محفوظ اسٹول کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر ان سب چیزوں تک بچوں کا ہاتھ آسانی سے جا سکتا ہے تو وہ اپنی چیزوں کو درست جگہ رکھنا اور ہر چیز کو ترتیب سے رکھنا سیکھ جاتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں فخر محسوس کرنے لگتے ہیں۔

کرسیوں کا سائز بچوں کی عمر کو دھیان میں رکھتے ہوئے طے کریں، اگر بچے پانچ چھ سال کی عمر کے یا ذرا بڑے ہیں تو پھر کرسیوں کا سائز بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس وجہ سے یونٹ فرنیچر بہت مناسب ہے۔ مثال کے طور پر بک شیلف کو مزید لمبا بڑا بنانے میں یہ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

بچوں کے بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ میز اور کرسیوں کو تبدیل کرنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس لیے کسی بھی چیز پر غیر ضروری اخراجات مت کریں، آرام دہ، پُرکشش اور رنگین پلاسٹک کی مصنوعات کی ایک وسیع رینج بازار میں عام دستیاب ہے۔ پلاسٹک کی یہ اشیاء ہلکی ہوتی ہیں اور ان کو بآسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے اور بغیر کسی مشکل کے بآسانی صفائی بھی کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا ایسی اشیاء بچوں کے کمرے کے لیے بہتر رہتی ہیں۔

بچوں کے کمرے میں آرام دہ بیڈ رکھیں، ساتھ ہی اس کی تزئین و آرائش بھی ضرور کریں۔ بچوں کے کمرے کو ترتیب دیتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کمرہ ہوادار ہو اور اس میں سورج کی روشنی بھی آرہی ہو لیکن خیال رہے کہ بچے کے بستر پر براہ راست روشنی نہ پڑے۔ بستر کی چادر اور تکیے کے غلاف صاف ہوں۔ بیڈ سے ملحق کھڑکی کے پاس یا ذرا فاصلے پر بچوں کی آرائشی اشیاء یا گلدان وغیرہ رکھ دیں۔

بچے کے کمرے کو سجاتے ہوئے، تعلیم کے ساتھ ساتھ بچے کی تربیت کو بھی ذہن میں رکھیں۔ اس کے سامنے بار بار کمرے کی چیزوں کو سلیقے سے رکھیں، کسی چیز کو استعمال کرنے کے بعد اس کو اس کی جگہ پر رکھنے کی تلقین بھی کریں اور خود بھی اس بات کا عملی مظاہرہ کریں۔ آپ دیکھیں گی کہ بچے میں اس وقت کی ترتیب، صفائی اور وقت پر کام کرنے کی روش، ہمیشہ کی عادت میں تبدیل ہو جائے گی اور اس کی شخصیت کا حصہ بن کر اس میں نکھار پیدا کرے گی۔

کھانے کی چیز یا پھل اور بسکٹ وغیرہ بچے کی پڑھنے کی میز پر رکھ دیا کریں تاکہ بچہ انہیں حسب ضرورت کھا سکے۔ تاہم اسے کمرہ گندہ کرنے سے منع کریں۔ بچوں کے کمرے میں کھلونوں کو بھی آراستہ کیا جاسکتا ہے۔ جو بے حد خوبصورت تاثر دیتے ہیں۔ بچوں کے کمرے میں کھلونوں کی الماری کا ہونا بہت بہتر ہے تاکہ بچے کھلونوں سے کھیلنے کے بعد سارے کھلونے اسی ریک میں ترتیب سے خود ہی رکھ دیں اور کھلونے ادھر ادھر بکھرے ہوئے نظر نہ آئیں۔ اس طرح بچے خوش ہوتے ہیں کہ وہ جب چاہیں کھلونے نکال کر کھیل سکتے ہیں اور کھیلنے کے بعد وہ ہی انہیں ریک پر رکھیں گے۔

اکثر بچوں کے بستر پر کپڑوں کے بنے ہوئے گڈے، گڑیا بھالو وغیرہ کی موجودگی اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ یہ بچوں کا کمرا ہے۔

بچوں کے لیے کھلونوں کا انتخاب دیکھ بھال کر کرنا چاہیے، ان کے کمرے میں ایسے کھلونے ہرگز نہ رکھیں جس سے وہ خود اپنے آپ کو یا دوسرے بچوں کو نقصان پہنچائیں اور نہ ہی انہیں کھیلنے کے لیے اتنی چھوٹی اشیاء دیں کہ وہ اسے منہ میں ڈال کر نگل جائیں۔

بچوں کے کمرے میں بجلی کا پلگ پوائنٹ ہمیشہ ایسی جگہ پر لگائیں، جہاں بچے کا ہاتھ نہ پہنچ سکے اور مناسب یہ ہے کہ کوئی موٹا ٹیپ لگا کر انہیں بند کردیں۔

بچوں کا کمرہ سجاتے وقت بچوں کو اپنے ساتھ ملالیں اور ان سے پوچھتی رہیں کہ یہ چیز کہاں رکھنی ہے اور اس چیز کا کیا کرنا ہے۔

ایسے میں بچہ آپ کی مدد کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لیے ایک خاص پسند بھی طے کرے گا۔ یوں اس کی شخصیت میں نکھار آئے گا۔ یاد رکھیں کہ بچے کو علیحدہ کمرہ اسی لیے مہیا کیا جاتا ہے کہ بچہ اپنے اندر اعتماد پیدا کرسکے اور اس کے اندر ذمہ داری، شعور، صحت وصفائی اور سلیقے کے احساسات اپنے آپ پیدا ہوتے رہیں۔

بچے اپنے کمرے میں صرف اپنی دنیا ہی نہیں بساتے بلکہ باہر کی دنیا میں اپنے انداز سے رہنے کا شعور بھی پیدا کرتے ہیں۔ پھر یہ شعور بہتر مستقبل کی نوید جاتا ہے۔

⁂

بچوں کے گال پر چٹکی کیوں کاٹی جاتی ہے

ییل یونیورسٹی کی ماہر نفسیات اوریانا اراکون نے اس بات پر تحقیق کی کہ لوگ خوشی یا پیار کا اظہار بظاہر منفی رویے کی صورت میں کیوں کرتے ہیں۔ ان کے زیر مطالعہ یہ بات بھی آئی کہ بعض اوقات لوگ خوشی کے موقع پر آنسو بہاتے ہیں حالانکہ آنسو غم اور تکلیف کی علامت ہیں۔

اس تحقیق میں یہ دلچسپ بات سامنے آئی کہ بچوں کو چٹکی کاٹنا یا خوشی کے وقت آنسو بہانا دراصل جذبات کی شدت کے باعث پیدا ہونے والی بے چینی سے نجات پانے کا ذریعہ ہے۔

کامیابی کا حصول

مشکل نہیں.....!

ساره اسد

آپ جانتے ہیں کہ قدرت نے آپ کے اندر کیا کیا صلاحیتیں چھپا رکھی ہیں....؟ وہ کیا چیزیں ہیں جو آپ کی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں....؟ ہم میں سے ہر شخص چاہے وہ طالب علم ہو یا بزنس مین، کسی ادارے کا ورکر ہو یا ہاؤس وائف ترقی اور خوشحالی کی بلندیوں کو چھونا چاہتا ہے اور زندگی میں کامیاب انسان بننا چاہتا ہے۔ وہ کون سے اقدامات ہیں جن کی وجہ سے آپ مقابلے کی دوڑ میں آگے بڑھ سکتے ہیں۔

زندگی کے میدان میں کامیابی حاصل کرنا ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے۔ اس خواہش کی تکمیل کا پہلا قدم اپنے آپ کو پہچاننا ہے۔ جس طرح کوئی شخص اپنی صلاحیتوں کو، اپنی اندرونی خوبیوں کو اور اپنے کردار کو پہچان لیتا ہے وہ لمحہ اس کی زندگی میں سب سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کی پہچان آسان کام نہیں ہے۔ کسی شخص کو اپنی فطری صلاحیتوں کا اور اپنے اندر کی پوشیدہ قوتوں کا علم ہوتا ہے۔

کیریئر اور بزنس

ہر شخص زندگی میں کچھ نہ کچھ کرتا ضرور ہے۔ وہی ہنر حاصل کریں جس سے آپ کو دلچسپی ہے۔ مثلاً آپ اگر کمپیوٹر پروگرامنگ سوفٹ ویئر میں ماہر ہیں تو اسی سے متعلقہ بزنس یا جاب کریں۔ اسی طرح ایک انگلش لینگویج کا ماہر ٹیچر اگر اردو یا معاشیات پڑھائے تو وہ اس میں اتنا آگے نہیں جاسکے گا جتنا کہ وہ انگلش لینگویج پڑھا کر آگے بڑھ سکتا ہے۔

زندگی میں اہم کردار ادا کرنے والی چیزیں

کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ جو چیزیں اور شخصیات ہماری زندگی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں ہم ان سے واقف ہوں۔ ان

کے بارے میں صحیح علم ہمیں دوسروں سے ممتاز بنا دیتا ہے اور ہم اپنے مقاصد جلدی حاصل کرسکتے ہیں۔

خاندان اور تعلقات

آپ کو آپ کے خاندان، رشتہ داروں یا دوستوں میں سے کون کون سے افراد زیادہ خوشی دیتے ہیں....؟

آپ اپنی خاندانی زندگی کیسی چاہتے ہیں....؟

آپ اپنے خاندان کے لیے کیا کچھ کرنا چاہتے ہیں....؟

ان تمام باتوں پر غور کرکے اور ان کے جوابات حاصل کرکے آپ اپنی ذاتی زندگی کو خوشگوار بناسکتے ہیں۔

دولت اور اس کا استعمال

آپ کا بہترین معاشی اثاثہ آپ کے کمانے کی صلاحیت ہے۔ اس دنیا میں انسان دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو ماہانہ یا سالانہ بنیاد پر اپنی آمدنی کے حوالے سے سوچتے ہیں جبکہ دوسری قسم کے لوگ اپنی کارکردگی کے حوالے سے نتائج کے بارے میں سوچتے ہیں۔

پہلی قسم کے لوگ ایک محدود دائرے میں رہتے ہیں۔ مستقبل کے لیے کوئی منصوبہ بندی نہیں کرتے۔ ان کو لگی بندھی تنخواہ ملتی ہے اور ان کی آمدنی تیزی سے بڑھنے کے زیادہ امکانات نہیں ہوتے۔

جبکہ دوسری قسم کے لوگ ماہانہ یا سالانہ آمدنی کے بجائے شاندار نتائج کے بارے میں سوچتے ہیں یہ لوگ وقت کی بہت زیادہ قدر کرتے ہیں اور وقت کے ہر لمحے کو استعمال کرتے ہیں اس لیے یہ لوگ ہر گھنٹے اور منٹ کا معاوضہ وصول کرنا چاہتے ہیں۔

صحت وتندرستی

کامیابیوں کے لیے صحت مند زندگی ضروری ہے۔ اس لیے ہر شخص کو اپنی صحت کے بارے میں بہت زیادہ حساس ہونا چاہیے۔

صحت کے بارے میں آپ کی سوچ کیا ہے....؟ آپ اپنا وزن کتنا چاہتے ہیں....؟ آپ کو روزانہ کس قدر ورزش کی ضرورت ہے....؟ آپ روزانہ کتنے گھنٹے سوتے ہیں....؟ آپ مہینے میں کتنی چھٹیاں گزارنا چاہتے ہیں....؟ ان سب باتوں کا جواب آپ کی زندگی میں بہت اہم ہے۔

ذاتی اور پیشہ ورانہ نشوونما

آپ کو جس علم یا ہنر کی ضرورت ہے اس کے بارے میں ضرور فکر کریں۔ آپ نے کون کون سی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے....؟ آپ کون کون سی کتابوں کا مطالعہ کریں گے....؟ اپنی ذاتی زندگی اور پیشے میں آگے بڑھنے کے لیے آپ کو مزید کیا کیا اقدامات کرنے ہیں ...؟ کون سا کورس آپ کی پیشہ ورانہ زندگی کے لحاظ سے فائدہ مند ہے۔ انہی اُمور پر غور و فکر کرنا۔ کیریئر میں آگے بڑھنے کی نئی راہیں کھول سکتا ہے۔

سماجی زندگی

گھر کے افراد، خاندان، محلے اور معاشرے میں آپ کا کردار کیا ہے....؟ آپ اپنے خاندان اور معاشرے کے لیے کیا کرسکتے ہیں....؟ لوگوں سے آپ کے تعلقات اور آپ کا رویہ آپ کی کامیابی و ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ دوسروں سے تعلقات اچھے رکھنے کا گُر جاننے والے تیزی سے آگے

بڑھ سکتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کوئی غیر قانونی یا غیر اخلاقی راستہ اپنائیں بلکہ آپ کا عمومی رویہ اور لوگوں سے میل جول ایسا ہو کہ وہ آپ کے ساتھ مل کر خوشی محسوس کریں۔ اسی طرح خوشی اور غم کے مواقع پر اور مختلف پروگراموں میں آپ کی شرکت آپ کے لیے آپ کا مقام متعین کرتی ہے اور آپ لوگوں کے نزدیک قابل قدر بنتے ہیں۔

داخلی سکون اور روحانی ترقی

اس دنیا میں ذہنی سکون انسان کا قیمتی اثاثہ ہے۔ اپنی زندگی میں کس موقع پر آپ نے بہت زیادہ ذہنی سکون محسوس کیا تھا..... ؟ کون سا شخص یا کام آپ کو ذہنی سکون دیتا ہے..... ؟ آپ کے گھر کا ماحول اور آپ کے دفتر کا ماحول بھی آپ کے ذہنی سکون پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

موجودہ دور میں ٹی وی اور میڈیا کے دیگر ذرائع بھی ذہنی سکون کو متاثر کرنے کا بڑا ذریعہ ہیں۔ آپ روزانہ یا ہفتہ وار کی بنیاد پر اپنے ذاتی سکون کے لیے کتنا وقت دیتے ہیں۔

جب ہم مندرجہ بالا تمام چیزوں سے واقف ہوجاتے ہیں تو اب یہ اہم ہوجاتا ہے کہ ہمارے مقاصد اور اہداف کیا ہیں جنہیں ہم زندگی میں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ صرف تین فیصد سے بھی کم لوگ اپنے اہداف اور منصوبے لکھ کر رکھتے ہیں۔ آپ کو بھی ان لوگوں میں شامل ہونا چاہیے جو اپنے اہداف لکھ کر مقرر کرتے ہیں۔ ایسے لوگ دوسروں کے مقابلے میں پانچ سے دس گنا زیادہ کامیاب رہتے ہیں اور زیادہ دولت بھی کماتے ہیں۔

آپ کو کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے اس بات کو لکھ کر رکھنے سے آپ میں اعتماد بڑھے گا اور ہدف مقرر کرکے صرف آپ میں جسمانی تبدیلی ہی نہیں بلکہ کیمیائی تبدیلی بھی آئے گی جس سے آپ کی ذاتی زندگی میں انقلاب آسکتا ہے۔

وہ چیزیں جو ہم چاہتے ہیں کیسے حاصل کی جائیں....؟

یہاں پر کچھ ایسے اقدامات کا تذکرہ جنہیں بروئے کار لاکر آپ اپنے اہداف نسبتاً آسانی سے حاصل کرسکتے ہیں۔ اس کام میں آپ کا جوش و خروش اور خوش دلی بھی ضروری ہے۔

پہلا قدم، ہدف مقرر کرنا: سب سے پہلے آپ کو فیصلہ کرنا ہے کہ آپ زندگی میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ جو کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ سب ایک صاف کاغذ پر واضح طور پر لکھیں۔ یہ اہداف کم از کم تین رکھیے۔ اس طرح آپ دنیا کے ان تین فیصد لوگوں میں شامل ہوجائیں گے جو اپنے اہداف لکھ کر حاصل کرتے ہیں۔

دوسرا قدم، وقت۔ یا معیاد مقرر کرنا: اپنے اہداف کے لیے ایک مقررہ مدت طے کریں۔ آپ کو اندازہ ہونا چاہیے کہ آپ اپنا کوئی ایک ہدف کتنے وقت میں حاصل کریں گے۔ اس عمل سے آپ تیزی سے ایک کام مکمل کرکے دوسرا کام شروع کرسکتے ہیں۔

تیسرا قدم، رکاوٹیں دور کرنا: ان تمام مشکلات اور رکاوٹوں کو اپنے سامنے رکھیں جو آپ کو ہدف حاصل کرنے میں پیش آسکتی ہیں۔ دنیا میں ہر مشکل کا کوئی نہ کوئی حل موجود ہوتا ہے۔ آپ یقینی

طور پر ایسی رکاوٹ کو دور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

چوتھا قدم، مدد یا معاونت کرنا: اس دنیا میں ہر آدمی دوسرے کے کام آسکتا ہے۔ ان لوگوں، اداروں یا گروپس کے بارے میں غور کریں جو آپ کے کاموں میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں اور اس بات کا یقین رکھیں کہ وہ آپ کی مدد ضرور کریں گے۔ جو لوگ بڑے بڑے کام کرتے ہیں وہ دوسروں کی مدد کرنے اور مدد حاصل کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ آپ کو صرف ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا ہے جو یقینی طور پر آپ کی مدد کریں۔

پانچواں قدم، سیکھنا: اپنا ہدف حاصل کرنے کے لیے آپ کو کسی نئے کورس یا مزید تعلیم کی ضرورت ہے تو وہ ضرور حاصل کریں۔ اس کے لیے ایسی منصوبہ بندی کریں جس میں آپ کا زیادہ وقت نہ لگے۔

یاد رکھیے! سیکھنے کی کوئی خاص عمر نہیں ہوتی آپ کسی بھی وقت کوئی چیز سیکھ سکتے ہیں۔ انسان کے لیے سیکھنے کا عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

چھٹا قدم، اہم کام پہلے: ہدف کی طرف بڑھنے کے لیے جو کام آپ نے کرنے ہیں ان کی فہرست مرتب کریں اس میں سے جو اہم کام ہے اس کو پہلے کریں۔ اسی طرح پر مختلف کام کرنے کے لیے انکا وقت مقرر کریں۔ لکھی ہوئی منصوبہ بندی پر روزانہ نظر ثانی کریں۔

ساتواں قدم، روزانہ کی بنیاد پر عملی کام: جب آپ نے اپنے منصوبے کا تمام بنیادی دستاویزی کام مکمل کرلیا تو پھر اس پر عملی کام شروع کریں اور روزانہ منصوبے پر کچھ نہ کچھ ضرور کام کریں۔ آپ کو اپنے ہدف تک پہنچنا ہے۔

مندرجہ بالا اقدامات سے آپ اپنے ہدف تک تیزی سے پہنچ سکیں گے۔ جیسے جیسے آپ منصوبے پر کام بڑھائیں گے آپ کا جوش اور ولولہ بڑھتا جائے گا۔

اپنی صلاحیتوں اور خوبیوں کو پہچان کر زندگی میں اہم کردار ادا کرنے والی چیزوں کا علم آپ کے ہدف اور گول سیٹ کرنے میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کے بعد ان اہداف کو لکھ کر ان پر کام کرنا اور مندرجہ بالا اقدامات کے ذریعے تیزی سے ان تک پہنچنا آپ کو کامیابی کی طرف لے کر جاتا ہے۔

یاد رکھیے.....! کامیابی کی بنیاد اعلیٰ کارکردگی، حوصلے اور اعتماد کے ساتھ ان اقدامات پر روزانہ تھوڑا تھوڑا عمل کرنے میں ہے۔ جیسے پانی کے قطرے پتھر پر مسلسل ایک جگہ گرتے رہیں تو اس میں سوراخ کرسکتے ہیں ویسے ہی مسلسل عمل کرنا زندگی میں آپ کو کسی بھی میدان میں کامیاب کرتا ہے۔

"کامیاب زندگی! آپ کی بھی ہو سکتی ہے۔"

⁂

روحانی ڈائجسٹ

ایک معلوماتی
اور مفید رسالہ
ہے۔ اسے اپنے
حلقۂ احباب میں بھی
متعارف کرائیے......

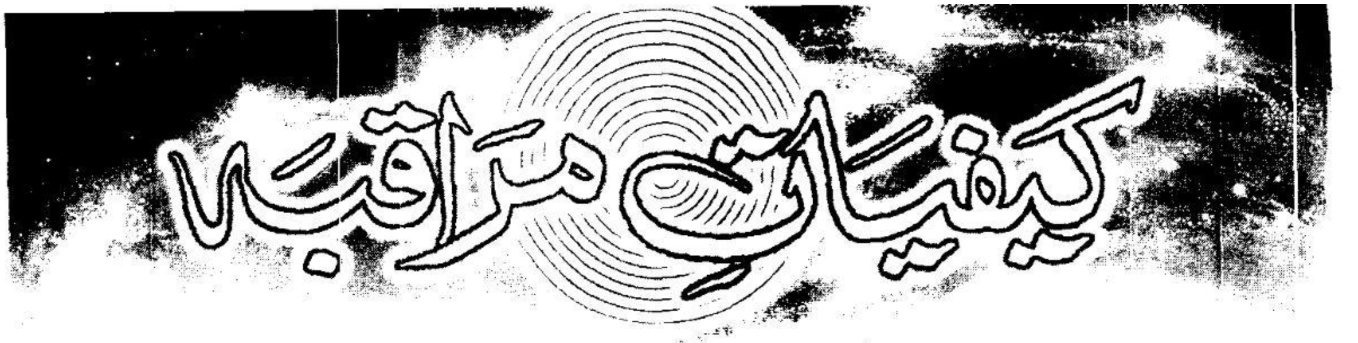

کیفیاتِ مراقبہ

ترقی یافتہ ممالک میں مراقبے کے موضوع پر سائنسی بنیادوں پر تحقیقی کام شب وروز جاری ہے۔ جدید سائنسی آلات سے اُخذ کیے جانے والے نتائج سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مراقبے سے انسان کو ہمہ جہت فوائد حاصل ہوسکتے ہیں۔ ان تحقیقی نتائج کے پیشِ نظر مغرب میں تو مراقبہ کو ایک ٹیکنالوجی کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ ان تحقیقات سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ مراقبے سے ہماری عام زندگی پر بھی کئی طرح کے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مراقبے کے ذریعے کئی جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں سے نجات مل سکتی ہے، کارکردگی اور یادداشت میں اضافہ ہوتا ہے اور ذہنی صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے۔

ماضی میں مشرق کے اہلِ روحانیت نے ماورائی علوم کے حصول میں مراقبے کے ذریعے کامیابیاں حاصل کیں۔

ان صفحات پر ہم مراقبہ کے ذریعہ حاصل ہونے والے مفید اثرات مثلاً ذہنی سکون، پرسکون نیند، بیماریوں کے خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ وغیرہ کے ساتھ روحانی تربیت کے حوالے سے مراقبے کے فوائد بھی قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ نے مراقبے کے ذریعے اپنی شخصیت اور ذہنی کیفیت میں مثبت تبدیلی محسوس کی ہے تو صفحات کے ایک طرف تحریر کرکے روحانی ڈائجسٹ کے ایڈریس پر اپنے نام اور مکمل پتے کے ساتھ ارسال کردیجیے۔ آپ کی ارسال کردہ کیفیات اس کالم میں شائع ہوسکتی ہیں۔

کیفیاتِ مراقبہ۔
روحانی ڈائجسٹ 1/7, D-1 ناظم آباد۔ کراچی 74600

اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ نوجوانی کا دور بڑا دلکش ہوتا ہے مگر میرا نوجوانی کا دور تو سخت اذیت ناک رہا ہے۔ حالات کی وجہ سے ماں گھر سے باہر نہیں جانے دیتی تھیں۔ گھر میں رہ کر تنہائی کی عادت ہوگئی۔ لوگوں سے ملنا جلنا نہیں رہا۔ چار آدمیوں میں بیٹھ کر بات نہیں کرسکتا تھا۔ لوگوں کو دیکھ کر پسینے آنے لگتے اور زبان سے لفظ اٹک اٹک کر ادا ہوتے۔ خود اعتمادی نام کو نہ تھی۔ والد فوت ہوگئے ہیں ان سے میری دوستی تھی اب میں اکیلا ہوگیا ہوں۔ سارا دن ٹی وی دیکھتا ہوں۔ انتہائی دبلا پتلا ہوں۔ لوگ میرا مذاق اڑاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے تنکا ہوا میں اڑا جارہا ہے۔ کوئی کہتا بانس پر کپڑا ٹانگ دیا ہے۔ لوگوں کے طنزیہ جملے اور رویے مجھے اندر سے گھائل کردیتے تھے۔ شیشے کے سامنے کھڑا ہوکر اپنے سراپے کا جائزہ لیتے ہوئے کبھی ناک موٹی لگتی۔ کبھی جسم بہت پتلا لگتا۔ کبھی رنگت اچھی نہیں لگتی۔ کبھی وزن انتہائی کم محسوس ہوتا۔ میں نے موٹا ہونے کی بھی بہت کوشش کی، اچھی خوراک لی، ٹوٹکے آزمائے اور ورزش بھی کی مگر وزن میں اضافہ نہیں ہوا۔

میری کیفیت تنہائی میں رہتے رہتے کچھ ایسی ہوگئی تھی کہ جب کبھی خود پر جبر کرکے گھر سے باہر نکلتا تو یوں محسوس ہوتا کہ ہر آنکھ مجھے گھور رہی ہے۔ اس وقت میری صرف یہ خواہش ہوتی کہ کہیں تنہائی میسر آجائے اور میں لوگوں کی آنکھوں سے محفوظ ہوجاؤں۔

مجھ میں وہم کا مرض بھی تیزی سے سرایت کرتا جارہا تھا۔ کسی شخص سے ہاتھ ملاتا تو کئی مرتبہ صابن سے ہاتھ دھونے کے باوجود مطمئن نہ ہوتا۔ وہم کی وجہ سے عبادات میں بھی مشکلات پیش آرہی تھیں۔ ان مسائل کی وجہ سے جسمانی طور پر صحت مند ہونے کے باوجود اذیت ناک زندگی گزار رہا تھا۔

والدہ میری کیفیت سے سخت پریشان تھیں۔ انہوں نے کئی ڈاکٹرز سے میرا طبی معائنہ بھی کروایا مگر افاقہ نہ ہوا۔

ہمارے ہاں کئی رسائل آتے تھے۔ ایک روز ایک رسالے میں جسم کو سڈول خوبصورت اور متناسب بنانے کے لیے ورزشوں کی افادیت پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ اس مضمون میں بتایا گیا تھا کہ ورزش سے جسم کے مسلز کی کارکردگی بہتر ہوتی ہے جس کی وجہ سے جسم چاق وچوبند ہوجاتا ہے۔ مجھے بھی لگا کہ شاید ورزش میری مشکلات میں کمی کرسکتی ہے۔

گھر کے نزدیک ہی ایک فٹنس کلب تھا۔ والدہ کی اجازت سے اس کلب میں داخلہ لے لیا۔ میں ایک روز ورزش کرنے گیا تو یوں لگا کہ ہر شخص آنکھوں ہی آنکھوں میں میرا مذاق اڑا رہا ہے.... میری کیفیت کو ٹیچر نے محسوس کیا وہ مجھے اپنے آفس میں لے گئے انہوں نے مجھے غور سے دیکھا تو مجھے پسینہ آگیا اور میری نظریں جھک گئیں۔ وہ بولے جب سے تم یہاں آئے ہو کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہو۔ دیکھو....! اچھی صحت اور متناسب جسم کے لیے ڈپریشن سے دور رہنا ضروری ہے۔ اگر تمہیں کسی قسم کے مسائل درپیش ہیں تو مجھ سے ڈسکس کرو شاید میں تمہاری کچھ مدد کرسکوں۔ میں نے شرماتے ہوئے پہلے تو انکار کیا پھر اپنی تمام روداد انہیں سنائی۔ کچھ دیر وہ خاموشی

سے میری باتیں سنتے اور ان پر غور کرتے رہے۔ پھر بولے "دیکھو! بیٹا زندگی میں کچھ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ذہنی تناؤ دور کیا جائے اور خود پر اعتماد کیا جائے۔ آپ کی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اکلوتے ہونے کی وجہ سے والدہ کے پیار محبت نے آپ کو باہر کی دنیا سے الگ تھلگ کر دیا۔ دراصل کچھ مسئلے گھر ہی میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ آپ نے زیادہ تر والدہ کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ کسی سے دوستی نہیں کی، باہر نہیں نکلے۔ بہر حال ابھی بھی کچھ بگڑا نہیں۔ والد فوت ہو گئے ہیں تو آپ کے اوپر گھر کی ذمہ داری ہے۔ بچہ سمجھ کر خود کو ذمہ داریوں سے دور نہ کیجیے۔ آپ نے جو خول چڑھا رکھا ہے اسے اتاریئے۔ اسی لمحہ سے سوچیے کہ آپ نے ہی گھر کو سنبھالنا ہے۔ والدہ کا خیال رکھنا ہے۔ ٹی وی دیکھنا بند یا کم کر دیجیے۔ والدہ سے پوچھیے گھر میں کیا کیا کام ہے۔ گھر میں جو رشتہ دار آئیں ان سے کھل کر بات کیجیے۔

انہوں نے باتیں جاری رکھتے ہوئے کہا کہ رہی کمزوری کی بات تو کچھ لوگ پیدائشی اسمارٹ ہوتے ہیں۔ موٹاپا اچھی بات نہیں۔ اس سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اپنی شخصیت میں ان تمام اوصاف کو حاصل کرنے کے لیے ذہنی یکسوئی بہت ضروری ہے اور تناؤ ڈپریشن سے دور رہنا ہے۔

انہوں نے بتایا کہ ذہنی سکون اور کارکردگی میں اضافے کے لیے کئی مشقیں بتائی جاتی ہیں۔ میں نے بھی کئی مشقوں کو آزمایا ہے مگر ان میں سب سے بہتر مراقبہ کو پایا۔ مراقبہ.... میں نے حیرت سے پوچھا۔

جی مراقبہ.... مراقبہ کے بارے میں آپ کچھ جانتے ہیں۔

جی نہیں.... میں نے صرف مراقبہ کا نام سنا ہے۔ میں نے ٹیچر کو جواب دیا۔

دیکھو بیٹا! مراقبہ ذہنی یکسوئی کے حصول کی ایک بہترین مشق ہے اس کے ذریعے تناؤ اور ڈپریشن میں بھی کمی واقع ہوتی ہے۔ ذہنی سکون اور جسمانی صحت سے ذہنی کارکردگی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

میری خواہش ہے کہ آپ پہلے مراقبہ کی مشقیں شروع کریں۔ میں نے حیرت سے ٹیچر سے دریافت کیا کہ مراقبہ کے ذریعے میرے اتنے گھمبیر مسائل کس طرح حل ہو سکتے ہیں۔ وہ مسکرائے اور بولے دیکھو کبھی ہم پرسکون ہوتے ہیں اور کسی پر فضا مقام پر سیر و تفریح کے لیے جاتے ہیں تو ذہنی طور پر اچھا محسوس کرتے ہیں۔ اس وقت جسمانی اور ذہنی صحت بھی بہتر ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اکثر ماہر طب صحت کی بحالی کے لیے پر فضا مقام پر جانے کا مشورہ دیتے ہیں۔

مراقبہ سے ذہن یکسو ہو کر پرسکون ہو جاتا ہے۔

ٹیچر کی باتوں سے جینے کا کچھ حوصلہ ملا۔ انہوں نے مراقبہ کے طریقہ کے بارے میں بتایا اور ایک کتاب بھی دی جس میں تفصیل سے مراقبہ کے بارے میں بتایا گیا تھا۔

ان کی باتیں سن کر گھر آیا تو سکون محسوس ہو رہا تھا۔ وضو کیا پہلے مغرب کی اور پھر عشاء کی نماز ادا کی۔ اللہ کے حضور دعا کی اور مراقبہ شروع کر دیا۔ گھر میں میرا کمرا الگ ہے اور والدہ کے علاوہ کوئی اور ہوتا بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے مراقبہ کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوئی۔

مراقبہ شروع کیا تو ذہن الجھ کر رہ گیا۔ شور اور بے سکونی محسوس ہونے لگی۔ کچھ دیر کے بعد مراقبہ ختم کردیا۔ دوسرے روز بھی اچھی امید کے ساتھ مراقبہ شروع کیا مگر پہلے دن کی طرح ہی ذہنی حالت میں تبدیلی نہیں آئی۔ کئی روز مراقبہ جاری رکھا مگر کوئی خاص کیفیت ظاہر نہ ہوئی۔ اعتماد میں کمی کی وجہ سے میں ٹیچر سے کچھ پوچھ بھی نہیں رہا تھا۔ حالانکہ وہ اکثر مجھ سے میری کیفیات کے بارے میں پوچھا کرتے۔ ایک روز ہمت کرکے میں نے انہیں مراقبہ کی مشکلات کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے کہا آپ کے مسائل کا حل انشاء اللہ مراقبہ سے ہی نکلے گا۔ مراقبہ جاری رکھو۔ ان کی حوصلہ افزائی سے میں نے مراقبہ جاری رکھا۔

کئی روز بعد ایک روز مراقبہ میں بیٹھا تھا کہ چاروں طرف سفید روشنی کے ساتھ گلاب کی خوشبو کمرے میں پھیل گئی۔ میری والدہ کو حج پر جانے کا بہت شوق تھا۔ ایک روز مراقبہ میں دیکھا کہ میرا اور والدہ کا حج پر جانے کا بلاوا آگیا۔ والدہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی۔ میری اور اپنی تیاری کر رہی ہیں۔ مجھے بار بار احرام پہنا کر خوش ہوتی ہیں۔ پھر روانگی کا وقت آگیا۔ ہم لوگ پانی کے جہاز سے سفر کر رہے تھے۔ جہاز بیچ سمندر میں سفر کر رہا تھا۔ بڑی بڑی مچھلیاں پانی میں اچھل کود کر رہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا کہ یہ ہمیں خوش آمدید کہہ رہی ہیں۔

ایک روز مراقبہ میں دیکھا کہ سخت گرمی ہے۔ فضا میں پرندے محو پرواز ہیں۔ لوگ پسینے سے شرابور ہیں ہوا بند اور سخت حبس ہے۔ اللہ اکبر کی صدا بلند ہوتی ہے۔ لوگ نماز کے لیے مسجد کا رخ کر رہے ہیں۔ نماز کے، بعد امام صاحب گرمی اور حبس سے نجات کے لیے دعا کرتے ہیں۔ نماز کے کچھ دیر بعد فضا بادلوں سے بھر گئی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اور بارش ہونے لگی۔ چند منٹ کی بارش نے گرم اور حبس زدہ موسم کو تبدیل کردیا۔

ایک روز مراقبہ میں دیکھا کہ پہاڑی علاقہ ہے لمبے لمبے درخت سر اٹھائے کھڑے ہیں۔ رنگ برنگی پرندے درختوں پر اچھل کود کر رہے ہیں۔ ایک درخت پر شہد کی مکھی کا چھتا لگا ہوا ہے، دل چاہا اسے اتار لوں مگر ہمت نہ ہوئی۔ پہاڑی کے نیچے بہت سے رنگوں کے پھول کھلے ہیں۔ ان پر قدرے بڑے سائز کی تتلیاں اڑتی پھر رہی ہیں۔

مراقبہ سے ذہنی یکسوئی کے ساتھ ذہنی تناؤ میں بھی کمی آئی ہے۔ حافظہ بہتر ہوا ہے۔ اب اپنے جسمانی خدوخال کے بجائے ذہنی صلاحیتوں پر توجہ مرکوز رہتی ہے۔

ذہنی صحت کی بحالی سے جسمانی صحت بھی بہتر ہوئی ہے، پہلے خوراک جسم کو لگتی نہیں تھی مگر اب محسوس ہو رہا ہے کہ خوراک صحت کی بحالی میں اپنا حصہ ادا کر رہی ہے۔ وزن میں اضافہ ہونے لگا ہے۔ اعتماد بھی کافی حد تک بحال ہوا ہے۔ وہم میں بھی بہتری آئی ہے۔ دوستوں اور عزیز رشتہ داروں سے مل کر باتیں کرکے خوشی محسوس ہوتی ہے۔ فیصلہ کرنے کی قوت میں اضافہ ہوا ہے۔ امی بھی میری طرف سے کچھ مطمئن نظر آتی ہیں۔

* * *

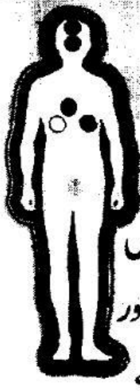

صحت مند زندگی

آج دنیا بھر میں ہزاروں متبادل طریقہ ہائے علاج موجود ہیں۔ ان میں رنگ، روشنی، موسیقی، سانس، مقناطیس، پتھر و جواہرات، پانی، خوشبو اور جڑی بوٹیوں سے علاج وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ یوگا، ریکی، مراقبہ، ایکو پنکچر، ایکوپریشر، ریفلیکسولوجی، ہپنوتھراپی، شیاتسو، الیگزینڈر تکنیک، آیوروید، فینگ شوئی، تائی چی، آئریڈیولوجی، کائنیسولوجی، مساج، کی کونگ وغیرہ بھی متبادل طریقہ علاج میں شامل ہیں۔

فینگ شوئی

Feng Shui 風水

فینگ شوئی ایک قدیم سائنس ہے۔ اس کا تعلق چین سے ہے۔ فینگ شوئی کے ذریعے گھر کی تزئین و آرائش میں معمولی تبدیلی سے فطرت کے اصول آپ کے گھر میں روبہ عمل ہوسکتے ہیں۔ اس سے ذہنی یکسوئی کے ساتھ ساتھ آمدنی میں بھی نمایاں اضافہ ہوسکتا ہے۔

روحانی ڈائجسٹ کے قارئین کے لیے ان صفحات پر چین کے معروف متبادل طریقہ علاج فینگ شوئی پر تحریر۔

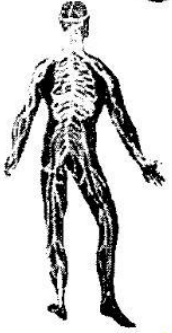

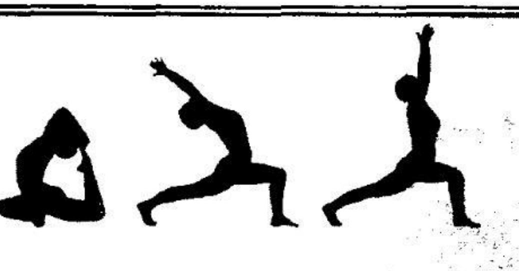

شاہینہ جمیل

"علشبہ تو اسی دن ہماری ہو گئی تھی جس دن اس نے ہمارے بیٹے کے نام کی انگوٹھی پہنی تھی"۔ مسز غیاث علشبہ کو آتے دیکھ کر چہک کر بولیں۔

منگنی کو ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا تھا اور فرہاد کی والدہ علشبہ کو لینے آئی تھیں ۔وہ چاہتی تھیں کہ علشبہ اپنی مرضی سے گھر کو ری ڈیکوریٹ کرے بلکہ اس کا کمرہ تو دوبارہ سے بنوایا جا رہا تھا۔

"یہ تو میری بہو نہیں بیٹی ہے بیٹی۔ آؤ میرے پاس ہی بیٹھو" انہوں نے علشبہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پہلو میں بٹھالیا۔

"ہاں ہاں بالکل اس میں تو شک کی کوئی بات ہی نہیں ۔یہ لیجیئے نہ"۔ مسز رحمان نے سموسوں کی پلیٹ انہیں پیش کرتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں بہت تکلف ہو گیا۔ بس اب آپ میری بات مانیے اور اسے میرے ساتھ بھیجئے۔" وہ پرس سے گاڑی کی چابی نکالتے ہوئے بولیں۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے۔ اصل میں مجھے یا اس کے پپا کو تو کوئی اعتراض نہیں ہو گا مگر پھر بھی بڑوں کی اجازت اور خوشی شامل ہو تو ہر کام بہتر ہوتا ہے"۔ مسز رحمان ان کی اس تیاری پر گھبرا گئیں۔ "ہم ایک دفعہ علشبہ کے دادا کے علم میں لے آئیں تو اچھا رہے گا"۔

"جی جی! میں سمجھ سکتی ہوں۔ ہر گھر کے کچھ اصول ہوتے ہیں ۔ آپ ایسا کیجیئے رحمان بھائی سے بات کر لیجئے۔ تو پھر کل میں خود اسے لینے آؤں گی"۔ انھوں نے علشبہ کا ماتھا چومتے ہوئے کہا۔

مگر رحمان صاحب کو اس طرح شادی سے پہلے علشبہ کا سسرال جانا قطعی طور پر نامنظور تھا۔

"پسند کی شادی تک بات صحیح ہے بیگم مگر اس طرح شادی سے پہلے گھر آنا جانا کچھ مناسب نہیں"۔ رحمان صاحب اپنے خاندانی رسم و رواج کے امین تھے اور پرانے خیالات کے مالک تھے ۔ انھوں نے اپنی بیٹیوں کو بھی زمانے کی ہوا سے بہت حد تک محفوظ رکھا تھا۔

"دیکھیں اب وہ زمانے نہیں رہے کہ رخصتی سے پہلے لڑکا لڑکی کو ساتھ بٹھا دو تو ایک دوسرے کو پہچاننے سے انکار کر دیں"۔

"تو کیا مطلب ہے آپ کا، زمانے بدل گئے تو ہماری روایات بھی بدل گئیں"۔ انھیں مسز غیاث کی فرمائش پسند نہیں آئی۔

"نہیں میرا کہنے کا مطلب یہ نہیں تھا۔ مسز غیاث ایک بہت سلجھی ہوئی سمجھدار خاتون ہیں وہ خاندانی قدروں کو سمجھتی ہیں۔ ذرا سوچیے اسے فرہاد نہیں اس کی ماں اپنے ساتھ لے کر جا رہی ہے۔ سچ کہوں تو ہماری بیٹی بہت خوش نصیب ہے کہ اسے چاہنے والے ہمسفر کے ساتھ چاہنے والی اچھی ساس بھی ملی ہے۔" وہ کچھ دیر توقف دے کر بولیں "اچھا ہی ہے، جہاں اس نے ساری زندگی گزارنی ہے۔ جو چیز اس نے برتنی ہے اگر اس کی پسند کی ہو تو کیا برائی اور پھر میں قضاء کو ساتھ بھیج دوں گی۔" مسز رحمان نے بھی اپنا فیصلہ سنا دیا۔

"اور ہاں مسز غیاث نے بتایا تھا کہ فرہاد کچھ کام کے سلسلے میں لاہور گیا ہوا ہے ہفتے بھر میں لوٹے گا"۔

مسز رحمان اپنے شوہر کو اچھی طرح کنوینس کر چکی

تھیں ان کے پاس اب انکار کی گنجائش نہیں تھی "ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں ابا جان سے"۔

* * *

علشبہ فرہاد کے گھر کے سامنے کھڑی تھی۔ گو کہ فرہاد کو وہ ایک سال سے جانتی تھی مگر ساتھ گھومنے پھرنے یا گھر آنے جانے کی بے تکلفی بالکل نہ تھی۔ ان کا رابطہ فی الحال سیل فون تک محدود تھا۔ وہ باہر سے گھر کا جائزہ لینے لگی۔ یہ تو ویسے ہی اتنا خوبصورت بنا ہوا ہے۔ اس نے تائیدی نظروں سے گھر کو دیکھا۔ کاش اس وقت فرہاد یہاں ہوتے۔ اس کا دل چاہا پہلی بار اس گھر میں قدم وہ فرہاد کے ساتھ رکھے۔ اس نے دل ہی دل میں دعا کی۔ اسے پتہ تھا وہ لاہور میں ہے۔

مگر شاید وہ قبولیت کا لمحہ تھا۔ مسز غیاث ڈور بیل بجا چکی تھیں، دروازہ کھولنے والا کوئی اور نہیں فرہاد تھا۔ علشبہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ بے اختیار فضاء کے پیچھے ہو گئی۔

"ارے تم کب آئے۔ تم تو اگلے ہفتے آنے والے تھے "یوں اچانک بیٹے کو سامنے دیکھ کر وہ بھولے نہیں سما رہی تھیں انھوں نے بیٹے کو بڑھ کر گلے سے لگا لیا۔

"آپ کو سرپرائیز جو دینا تھا"۔ وہ مسز غیاث کے پیچھے سے اچکتے ہوئے علشبہ کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ فضاء اچانک سامنے سے ہٹ گئی۔ اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"کیسے ہیں دولہا بھائی" وہ شوخی سے چہکی، وہ جھینپ کر پیچھے ہٹ گیا۔ مسز غیاث نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اب آ گئے ہو تو اپنی خاص مہمان کو ویلکم تو کہو۔ اسے اندر لے کر چلو اپنے ساتھ"۔

ان کی اس بات پر علشبہ بری طرح نروس ہو گئی اس کے قدم تھے کہ اٹھتے ہی نہیں۔ اف ابھی تو یہی دعا مانگ رہی تھی اور اب یہ کیا بے وقوفی ہے علشبہ۔ اس نے خود کو ڈانٹا۔

مسز غیاث نے اسے اتنا گھبراتے دیکھا تو پیار سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "گھبراؤ نہیں بیٹی یہ تمہارا ہی گھر ہے۔ آؤ اندر آؤ!"، اور ماں کے کہنے پر دونوں نے گھر کی دہلیز ایک ساتھ پار کی۔ دونوں کو ساتھ دیکھ کر کے ماں کے دل سے دعا نکلی:

"اللہ تعالیٰ ان کو ہر بری نظر سے بچائے"۔

وہ اسے ڈرائینگ روم میں لے آئیں۔ "تم لوگ بیٹھو میں ابھی آئی" وہ جلدی سے کچن کی طرف گئیں تھیں انہوں نے اس کے لئے ایک پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا ہوا تھا۔

"کیسا لگا سرپرائیز؟" فرہاد نے موقع پا کر سرگوشی کی۔ اس کے ہاتھ پیر چھوٹ گئے۔ وہ بہت نروس ہو گئی تھی۔ علشبہ کو اتنا نروس ہوتے دیکھ کر مسز غیاث نے فرہاد کو بہانے سے اندر بلا لیا۔

"ارے بھئی فرہاد کی تو کوئی ضروری کال آئی ہے تم لوگ کافی پیو پھر میں تمہیں تمہارا گھر دکھاتی ہوں"۔ وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔ تھوڑا بہت کھا پی کر وہ ان کو گھر دکھانے لگیں۔

"لکی گرل۔ باجی.....! کتنا اچھا سسرال ہے آپ کا اور آنٹی کتنی سوئیٹ ہیں"۔ فضاء علشبہ کے ساتھ چلتے ہوئے بولی۔

"اور یہ ہے تمہارا کمرہ .... بھئی اب یہ تمہاری مرضی۔ جیسے چاہے بنواؤ، جیسے چاہے اسے سجاؤ" انھوں نے پیار سے کہا۔ علشبہ کو اپنا کمرہ اور اس کے ساتھ بالکونی سے باہر کا ویو بہت اچھا لگا۔

"یہ بہت خوبصورت ہے"۔ وہ ٹھنڈی ہوا میں سانس لیتے ہوئے بولی اور پھر اس نے اپنے تمام آئیڈیاز

کا ڈھیر دماغ سے باہر نکالنا شروع کر دیا۔

⁂

شادی میں ابھی تین مہینے باقی تھی علشبہ ہر دوسرے تیسرے دن فضا، کے ساتھ چلی جاتی۔ فرہاد کو مسز غیاث نے منع کیا تھا ویسے بھی ان اوقات میں وہ آفس میں ہوتا تھا۔ اس لئے بس ایک فون کال سے دونوں کام چلا لیتے۔ کمرے کے ساتھ ساتھ ملحقہ کچن بھی بنوایا گیا۔ اس تمام کی ڈیزائننگ رنگ و روغن سب علشبہ کی پسند کا تھا۔ اس کا سب سے پسندیدہ کونا کمرے سے ملحقہ بالکونی تھی جہاں وہ زیادہ تر وقت گزارتی۔ اکثر مسز غیاث علشبہ کو فرہاد کے بچپن کے قصے سناتیں جنہیں دونوں دبی دبی ہنسی کے ساتھ سنتی رہتیں اور مسز غیاث فرہاد کے نام پر علشبہ کے چہرے پر بکھرنے والے رنگوں سے محظوظ ہوتی رہتیں، انہیں اپنے لاڈلے بیٹے کی پسند بہت پسند آگئی تھی۔

مہینہ کس طرح گزرا۔ پتہ بھی نہ چلا اور آج کمرے کا رنگ فائنل ہو گیا تھا۔ گھر جا کر وہ جتنی دیر ماں کے پاس بیٹھی رہی فرہاد کی امی کی تعریفیں کرتی رہی۔ اس سے بڑھ کر اسے اپنے کمرے کا ڈیکور اور ڈیزائین جو اس نے منتخب کیا تھا۔ وہ بچوں کی طرح ایک ایک چیز کی تفصیل ماں کو سناتی رہی اور مسز رحمان اسے اتنا خوش دیکھ کر اسے دعاؤں سے نوازتی رہیں۔ اس کے لئے مزید خوشیوں اور آسودہ زندگی کی دعائیں مانگتی رہیں۔

ان کی باتیں شاید صبح تک ایسے ہی جاری رہتیں مگر ماں کے کہنے پر دونوں بستر میں دبک چکی تھیں۔ مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی وہ جیسے ہی آنکھیں بند کرتی اس کی آنکھوں کے سامنے اپنا گھر گھوم جاتا۔ وہ خود کو گھر میں فرہاد کے ساتھ بہت خوش دیکھتی۔ اس کے ساتھ بالکونی میں کھڑے ہو کر ڈوبتے سورج کا نظارہ کتنا دلفریب تھا۔ وہ آنکھیں بند کئے خود کو بالکونی میں کھڑا محسوس کرنے لگی۔ نہ جانے کب تک وہ انہی خیالوں میں گم رہی کہ چپکے سے، نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

⁂

رات کا کوئی تیسرا پہر تھا۔ مسز رحمان حسبِ معمول تہجد کے لئے اٹھ چکی تھیں۔ ان کا معمول تھا۔ جب بھی اٹھتی پہلے بیٹیوں کے کمرے میں جاتیں ان پر دم کرتیں اور پھر نماز کے لئے جاتیں۔ وہ آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں۔ فضاء بے سدھ سو رہی تھی۔ وہ علشبہ کے پاس جا کر اس کی چادر صحیح کرنے لگیں۔ انہیں لگا علشبہ کچھ بے چین ہے۔ انھوں نے ذرا دیر رک کر علشبہ کو غور سے دیکھا۔ انہیں اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے، محسوس ہوئے اس کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔ انہیں لگا وہ کچھ بڑبڑا رہی ہے۔ مسز رحمان نے جلدی سے، لیمپ آن کیا۔

”نہیں نہیں!....“ علشبہ نے زور زور سے چیخنا شروع کر دیا۔ ”بچاؤ بچاؤ نہیں! ....“ اس نے ابھی بھی آنکھیں بھینچی ہوئی تھیں۔ وہ زور زور سے ہاتھ چلا رہی تھی جیسے کسی سے بچنے کی کوشش کر رہی ہو۔ علشبہ کی چیخ سے فضاء بھی گھبرا کر اٹھ گئی۔ مسز رحمان نے نے علشبہ کو جھنجھوڑنا شروع کر دیا۔

”علشبہ اٹھو اٹھو آنکھیں کھولو“۔

ان کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

علشبہ نے آنکھیں کھول دیں۔ مگر اس کی آنکھوں میں وحشت تھی وہ اجنبی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ مسز رحمان کا دل بیٹھنے لگا۔

انھوں نے آیت الکرسی پڑھنا شروع کر دی اور

بے اختیار اسے بازوؤں میں بھینچ لیا۔ ذرا دیر میں وہ پرسکون ہو گئی۔ ان کی گرفت اور مضبوط ہو گئی۔ وہ اسے یونہی سینے سے لگائے بیٹھی رہیں۔ فضا گھبرائی ہوئی سی کبھی ماں کو دیکھتی کبھی بہن کو۔ دونوں کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا اسے کیا ہوا ہے۔ شاید کوئی بہت برا خواب دیکھا ہے ڈر گئی ہو گی۔ صبح تک دونوں ماں بیٹی اسی خیال سے خود کو مطمئن کرتی رہیں۔

* * *

صبح مسز رحمان نے علشبہ سے پوچھا مگر اسے کچھ بھی یاد نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ اسے بہت ڈر لگ رہا تھا۔ مگر اس کی طبیعت میں چڑچڑاہٹ بہت واضح تھی۔ اور پھر اکثر ایسا ہونے لگا۔ علشبہ کو ڈراؤنے خواب نظر آتے۔ وہ گھبرا کر اٹھ جاتی۔ کئی دفعہ اسے رات رات بھر نیند نہیں آتی۔ کسی کو نہ بتانے کے باوجود سب اس کے رویئے میں تبدیلی کو محسوس کرنے لگے تھے۔ وہ بیٹھے بیٹھے چپ ہو جاتی یا کسی گہری سوچ میں گم ہو جاتی۔ علشبہ اب سسرال جانے سے بھی کترانے لگی تھی۔ چند چیزوں میں کام باقی تھا مسز غیاث چاہتی تھیں سارا کام علشبہ کے سامنے ہی فائنل ہو۔ فرہاد جب بھی فون پر اسے گھر جانے کا کہتا وہ ٹال جاتی۔ نہ جانے کیوں سسرال جانے کے خیال سے ہی اس کا دل بیزار ہونے لگتا۔ مسز رحمان نے کئی بار پوچھنے کی کوشش کی مگر علشبہ کبھی تھکن کبھی سر درد کا بہانہ بنا کر بات بدل دیتی۔ انھوں نے اس پریشانی کا ذکر رحمان صاحب سے کیا وہ خود بھی اس تبدیلی کو محسوس کر رہے تھے۔

”ارے بیگم شادی کرکے دور جا رہی ہے۔ تھوڑا بہت رویئے میں بدلاؤ تو آئے گا۔ اور پھر بازار کے چکر تھکا دیتے ہیں۔ ریسٹ کرے گی تو ٹھیک ہو جائے گی“۔ انھوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا

”ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ ہے بھی بہت حساس میری بچی“۔ بیٹی کی ودائی کا سوچ کا ان کا دل بھر آیا۔

* * *

آج مسز غیاث اس سے ملنے آئیں۔ علشبہ کی حالت بہتر دیکھ کر انھوں نے پھر کہا کہ بھئی بہت سی چیزیں تم نے سلیکٹ کرنی ہے، علشبہ نے ان سے اگلے دن آنے کا وعدہ کر لیا۔ انھوں نے ڈرائیور بھیج دیا تھا۔ گھر سے نکلنے سے پہلے مسز رحمان نے خاص طور پر تنبیہ کی تھی کہ وہاں کسی بھی طرح کوئی بدمزگی نہ ہو اور خوابوں کا ذکر نہ کرے۔ وہ تمام راستے خود کو کنٹرول کرتی رہی۔ فضاء سے باتوں میں دھیان بٹاتی رہی، مگر پھر بھی اسے گھر میں داخل ہوتے ہوئے کچھ گھبراہٹ سی ہوئی۔ مگر اس نے خود کو قابو میں رکھا۔ مسز غیاث اس کی ہی منتظر تھیں۔ وہ روز اول کی طرح بڑی شفقت اور محبت سے ملیں۔ اس کا حال احوال پوچھتی رہیں اور ساتھ ساتھ پھل کھانے پر زور دیتی رہیں۔

دونوں باتوں میں محو تھیں کہ مزدور کی آواز پر چونکیں۔ علشبہ اٹھ کر کمرے کی جانب چلی گئی جبکہ فضاء وہیں مسز غیاث کے پاس بیٹھی رہی۔ ان کی فضاء سے بھی اب بہت اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ شاید وہ بیٹیوں کی کمی اپنی بہو اور فضاء سے پوری کر رہیں تھی۔ علشبہ کو سب کچھ بہت انجانا بہت عجیب سا لگنے لگا۔ نہ کمرے کی ڈیکور پر دھیان گیا نہ رنگ اچھا لگا اوپر سے کارپینٹر لکڑی کی گھسائی میں مصروف تھا۔ وہ مشین کے شور سے گھبرا کر بالکونی میں چلی گئی مگر تھوڑی دیر میں ہی اکتا گئی۔ اتنے میں مسز غیاث اور فضاء کسی بات پر ہنستی کمرے میں داخل ہوئیں ان کے پیچھے پیچھے ایک ملازمہ چائے اور کچھ لوازمات سے سجی ٹرالی دھکیلتی ہوئی چلی آرہی تھی۔ علشبہ نے مشکل سے چائے حلق سے اتاری۔ وہ

بے دھیانی میں بار بار گھڑی کی طرف دیکھنے لگتی۔ مسز غیاث اور فضاء بھی اس کی بیزاری کو محسوس کر رہے تھے۔ مسز غیاث نے گہری نظروں سے علشبہ کی طرف دیکھا۔

انہیں اتنا سنجیدہ دیکھ کر فضاء جلدی سے بولی ''شاید ابھی باجی کی طبیعت مکمل ٹھیک نہیں''۔

''ہاں مجھے بھی یہی لگ رہا ہے اسے ابھی آرام کی ضرورت ہے۔ دونوں کے جانے کے بعد مسز غیاث سوچ میں پڑ گئی انہیں لگا بات صرف تھکن کی نہیں ہے۔ وہ کسی اور بات کی وجہ سے ڈسٹرب ہے۔

''اونہہ ہوں..... میں بھی کیا سوچنے بیٹھ گئی، لاکھوں میں ایک ہے میرے فرہاد کی پسند''۔ انھوں نے دل میں آنے والے وسوسے کو جھٹکا۔ مگر پھر ان کا دھیان اسی طرف چلا گیا۔ ہو سکتا ہے فرہاد کے ساتھ ہی کوئی ان بن ہوئی ہو۔ شاید اسی لئے وہ گھر آنے سے کترا رہی ہو۔ وہ اس خیال کو نہ جھٹک سکیں۔ ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ ویسے بھی کم گو ہے۔ دل کی باتیں مشکل سے ہی بتاتی ہے۔ انہیں علشبہ کا خیال آیا۔

فرہاد اپنی ماں کی بات سن کر پریشان ہو گیا۔

''ارے امی آپ نے یہ کیسے سوچ لیا۔ علشبہ مجھے بہت عزیز ہے اس کے ساتھ ان بن کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا..... وہ ہے ہی اتنی سوئیٹ''۔ علشبہ کا نام لیتے اس کا بے اختیار ہنسنا اور پھر اس کی تعریفیں کرنا۔

''ویسے کب سے تمہاری بات نہیں ہوئی؟''

''جی کل ہی ہوئی ہے۔ اینڈ شی واز فائن۔ بس کہہ رہی تھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لئے جلدی فون رکھ دیا''۔ وہ اطمینان سے بولا اس کی نظریں مسلسل لیپ ٹاپ پر گڑی ہوئی تھیں۔ اگر یہ بات نہیں تو پھر کیا ہے؟۔ مسز غیاث نے اپنے مزید خدشات کا اظہار غیر مناسب جانا کہ کہیں سچ مچ کی ان بن نہ ہو جائے۔

''ہیلو..... کیا سوچنے لگیں''۔ فرہاد نے ماں کو اتنا گہری سوچ میں ڈوبے دیکھ کر ٹہوکا دیا۔

''ہم..... نہیں کچھ نہیں بس مجھے لگتا ہے اب جلد سے جلد اپنی بہو کو گھر لے آؤں''۔

''نیکی اور پوچھ پوچھ'' وہ اور شوخ ہو گیا۔

مسز غیاث مسکرادیں ۔ ''کل ہی بات کرتی ہوں .... دو مہینے بعد جو کام ہونا ہے وہ اگلے ہفتے ہو جائے تو کیا برائی ہے؟ اور اب تو کمرے کا کام بھی پورا ہو گیا ہے۔ سچ کہوں بہو کی پسند کی داد دینی پڑے گی'''۔

''جی یہ تو سچ ہے''۔ فرہاد تھوڑا سا اکڑ گیا، ''امی آپ بہت اچھی ہیں''۔ اسے ماں پر پیار آ گیا

''ہر ماں بہت اچھی ہوتی ہے بیٹا'' مسز غیاث نے بیٹے کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

ادھر علشبہ کی بیزاری بڑھتی چلی گئی۔ اس کا اب سسرال جانے کو دل نہ چاہتا۔ فرہاد سے بات کرتے ہوئے بھی اسے انجانا خوف محسوس ہوتا وہ بات کرتے کرتے بیزار سی ہو جاتی اور پھر بعد میں خود ہی شرمندہ ہو کر رو پڑتی۔ اس کی آواز سننے کے لئے تڑپنے لگتی۔ رینوویشن کا کام تقریباً مکمل ہو چکا تھا۔ اس کا کمرہ بالکل تیار تھا۔ کئی بار مسز غیاث نے اصرار کیا، فرہاد نے فون کیا۔ مگر وہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر ٹال جاتی۔ اسے وہاں جاتے ہوئے وحشت سی ہو رہی تھی اور آج فرہاد کے اصرار پر وہ مزید چڑ گئی اس نے غصے میں کال کاٹ دی۔ فرہاد پریشان تھا۔ اتنی چھوٹی سی بات پر اتنا غصہ ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا۔ وہ فون رکھ کر سوچنے لگا۔ شاید میں ہی توجہ نہیں دے رہا ناراض ہو گئی ہے شاید۔ امی صحیح کہہ رہی تھیں جو کام دو مہینے بعد ہونا ہے وہ اگلے ہفتے کیوں نہیں۔ دوسرے دن مسز غیاث اور دیگر بزرگ تاریخ

لینے کے لئے علشبہ کے گھر موجود تھے۔

مگر علشبہ نے یہ سنتے ہی شور مچادیا۔ وہ شادی سے صاف انکار کر چکی تھی۔ فرہاد کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا اس کی جان سے پیاری ہستی اس کی ہونے والی ہم سفر نے زندگی بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ توڑ دیا تھا۔ اس نے علشبہ سے بات کرنا چاہی مگر اس کا فون بند جا رہا تھا۔ لینڈ لائین پر فون کیا تو فضاء نے ریسیو کیا۔ وہ فرہاد کی آواز سن کر رونے لگی۔

”فرہاد بھائی..... ! باجی کے اس انکار کی وجہ یا تو وہ جانتی ہے یا آپ۔ گھر میں سب بہت پریشان ہیں اور باجی نے خود کو رو رو کر ہلکان کیا ہوا ہے۔ کہتیں ہیں اگر شادی کی بات کی گئی تو وہ خودکشی کر لے گی“۔ اس نے پھر رونا شروع کر دیا۔

”اوہو فضاء پلیز کام ڈاؤن، ریلیکس، علشبہ ایسا کچھ نہیں کرے گی۔ میں خود گھر آکر اس سے بات کرتا ہوں“۔ اس نے فضاء کو جھوٹی موٹی تسلی دے کر فون رکھ دیا۔ مگر وہ خود بہت پریشان تھا۔ فضاء کی باتیں سن کر اسے اندازہ ہوا کہ وہ خود بھی اس سارے معاملے سے انجان ہے۔

”اس کا مطلب وجہ صرف علشبہ ہی بتا سکتی ہے“۔ مگر مسز غیاث نے اسے گھر جانے سے روک دیا۔ ان کا کہنا تھا اگر وجہ فرہاد ہوئی تو کہیں وہ اسے دیکھ کر اوورری ایکٹ نہ کرے بہتر ہے کہ پہلے اس کے والدین سے پوچھ گچھ کر لیں اور وہ خود بھی اس سے ملنا چاہتیں ہیں۔

❖ ❖ ❖

مسز رحمان کی سخت باز پرس کے باوجود بھی علشبہ کے پاس سوائے رونے کے اور کوئی معقول جواب نہ تھا۔ ”تو ٹھیک ہے فرہاد سے نہ سہی کسی نہ کسی تو شادی کرنی ہی ہوگی تمہیں“، انھوں نے مزید سختی سے کہا۔

”کبھی بھی نہیں۔ میں فرہاد کے سوا اب اور کسی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی“۔ وہ ایک دم تڑپ گئی۔ مسز رحمان کی دھمکی کارگر ثابت ہوئی۔ اس کا مطلب وجہ فرہاد نہیں ہے تو پھر کیا ہے....؟

”تو پھر یہ سب کیا کر رہی ہو بیٹا؟ آخر کیا مسئلہ ہے، ماں کو تو نہیں بتاؤ گی تو کس سے کہو گی میری جان“۔ انھوں نے بیٹی کو حصار میں لے لیا۔ مجھے کچھ نہیں پتہ میں کیا کر رہی ہوں۔

بس آپ مجھے اس شادی کے لئے انسسٹ نہ کیجیے۔ اس کی وہ سسکیاں اور تیز ہو گئیں

❖ ❖ ❖

(علشبہ کی شادی سے انکار کی کیا وجہ تھی فینگ شوئی نے فرہاد اور علشبہ کی کس طرح مدد کی یہ آپ اگلی قسط میں ملاحظہ فرمایئے۔) جاری ہے....

⁂

عظیمی کی ہوم ڈلیوری اسکیم

عظیمی کی مصنوعات مثلاً وزن کم کرنے کے لیے مہزلین ہربل ٹیبلیٹ، سن ریز ہربل شیمپو، شہد، بالوں کے لیے ہربل آئل، رنگ گورا کرنے والی ہربل کریم شین سم اور دیگر مصنوعات کراچی میں ہوم ڈلیوری اسکیم کے تحت گھر بیٹھے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

مطلوبہ اشیاء منگوانے کے لیے اس نمبر پر رابطہ کیجیے:

021-36604127

امریکن مارکیٹ میں
اپنے کاروبار کے فروغ کیلئے
ایک بہترین ذریعہ

ہفت روزہ
نیوز پاکستان
امریکہ کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا اردو اخبار

Weekly
NEWS PAKISTAN

Contact:
Ph: 718-558-6080 **Fax:** 718-558-6079
Email: newspakistan@aol.com

248-04 Hookcreek Blvd,Rosedale,New York-11422 USA

Raashda Iffat Memorial
Campaign for Health & Hygiene

بچوں کے دانت نکلنا....

بچے جہاں دانت نکلنے کی عمر میں داخل ہوں، یہ ہر چیز منہ میں لے جاتے ہیں۔ مسوڑھوں کی سوجن اور تکلیف کے باعث ان کا بس نہیں چلتا کہ مسوڑھے دبائے رکھیں۔ اس دوران ان کا خاص خیال رکھا جانا چاہیے۔ آیئے جاننے کی کوشش کریں کہ ایسی کون کون سی چیز بچے نگل سکتے ہیں۔

ایک ننھا منا پیارا سا بچہ جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کی ماں کی ساری توجہ صرف اس پر ہی ہوتی ہے وہ کیسے ہنستا ہے، وہ کب روتا ہے، اسے کب بھوک لگی ہے، اس کے پیٹ میں کب درد ہے، ماں اس کے لمحے لمحے سے آشنا ہوتی ہے۔ جب بچہ دانت نکال رہا ہوتا ہے تو یہ وقت ماں اور بچہ دونوں کے لیے مسلسل اتار چڑھاؤ کا وقت ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں بچے چڑچڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ مختلف چیزوں کو منہ میں ڈال لیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کا پیٹ خراب رہنے لگتا ہے اور وہ ماں کو تنگ کرنے لگتے ہیں۔

عام طور پر چودہ ماہ کی عمر میں بچے کے مسوڑھے پھولنے لگتے ہیں اور وہ منہ سے تھوک نکالنے لگتا ہے اور ہر وہ چیز اپنے منہ میں ڈالتا ہے جو اس کی پہنچ میں ہوتی ہے۔ چھ ماہ کی عمر تک بچے کے نیچے کے دو دانت نکلنا شروع ہو جاتے ہیں اور اس کے چار سے آٹھ ہفتوں کے بعد اوپر کے دو دانت بھی نکلنے لگتے ہیں۔ اس طرح ہر ماہ ایک یا دو نئے دانت آپ کے بچے کے نکلنا چاہئیں۔ یہاں تک کہ تین سال کی عمر تک تقریباً بیس نئے دانت نکل آتے ہیں۔

اکثر آپ نے سنا ہوگا کہ دانت نکالنے کے دوران کچھ بچوں کو تیز بخار یا دستوں کی بیماری جسے ڈائریا کہتے ہیں وہ ہو جاتی ہے لیکن یہ ایک خیال ہے۔ ایسا بچے کے دانت نکالنے کی وجہ سے نہیں بلکہ بچے کا ہر چیز منہ میں ڈالنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بچے کو مسوڑھوں میں رگڑنے کے لیے کچھ نہ کچھ چاہیے ہوتا ہے جس کے لیے وہ اپنی پہنچ میں آنے والی ہر چیز کو منہ میں ڈالتا ہے اور ان چیزوں کے ذریعے منہ تک پہنچنے والے جراثیم بچے کو بیمار کر دیتے ہیں۔ اگر اس عرصے کے دوران بچہ بیمار ہوتا ہے تو اسے ڈاکٹر کو دکھایا جائے۔

بچے کے دانت نکالنے کے دوران مسوڑھے

پھول جاتے ہیں اور ان پر سوجن سی نظر آنے لگتی ہے اور سرخی بھی ہوتی ہے جس سے بظاہر یہ لگتا ہے کہ بچہ تکلیف میں ہے لیکن ایسا نہیں ہے عام طور پر ان مسوڑھوں میں تکلیف یا درد نہیں ہوتا بلکہ بچے کو اس پر کچھ رگڑنے سے سکون ملتا ہے۔

جب تک دانت نکل نہیں آتا اور ایسے وقت میں بچے خاصے بے آرام ہوتے ہیں۔ ان کو آرام اور سکون پہنچانے کے لیے ربڑ کے Teether بھی خاصا اچھا محسوس ہوتے ہیں۔

اسی طرح اگر دھلے ہوئے صاف ہاتھ یا انگلی سے بچے کے مسوڑھے پر مساج کیا جائے تو اس کو اچھا لگے گا۔ اس دانت نکلنے کے عرصے میں عام طور پر بچے کو دوا کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ یہ ایک قدرتی عمل ہے لیکن بعض اوقات اس دوران میں بچے خاصے چڑچڑے اور بیمار ہوجاتے ہیں تو ایسی صورت میں اپنے معالج سے مشورہ کریں۔

کچھ بچے ایک سال کی عمر تک اپنا پہلا دانت نہیں نکال پاتے۔ ایسے میں بچے کا معالج سے معائنہ ضروری ہے۔ ایک سال کی عمر میں تمام بچوں کو Dentist کو دکھانا چاہیے وہ آپ کو بتاسکتے ہیں کہ بچے کی صحت کے لیے کیا کیا چیزیں ضروری ہیں۔ دانت نکالتے ہوئے بچے کوئی بھی چیز منہ میں لے کر نگلنے کی عادت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کی صحت کو خطرہ لاحق رہتا ہے۔ بچے جہاں دانت نکلنے کی عمر میں داخل ہوں، یہ ہر چیز منہ میں لے جاتے ہیں۔ مسوڑھوں کی سوجن اور تکلیف کے باعث ان کا بس نہیں چلتا کہ مسوڑھے دبائے رکھیں۔ اس دوران ان کا خاص خیال رکھا جانا چاہیے۔

آیئے جاننے کی کوشش کریں کہ ایسی کون کون سی چیز بچے نگل سکتے ہیں۔

چیونگم

گھر کے بڑے بچے چیونگم کھا رہے ہوں تو چھوٹے بچے بھی چھینا جھپٹی میں کوئی نہ کوئی ٹکڑا حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ اس میں کوئی زہریلا جزو تو نہیں ہوتا، لیکن اوہایو یونیورسٹی میں پیڈی ایٹرکس ایمرجنسی، میڈیسن اور اپی ڈیلنیوجی کے ایسوسی ایٹ پروفیسر گیری اسمتھ کے بقول اس حوالے سے جو چیز تشویش میں مبتلا کرسکتی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ حلق میں پھنس نہ جائے اور ہوا کی نالی کا راستہ بند نہ کردے۔ بیشتر اوقات جب بچے کوئی چیز نگل رہے ہوتے ہیں تو غذا کی نالی میں سکڑنے اور پھیلنے کا عمل بھی جاری ہوتا ہے جس کے نتیجے میں نگلی ہوئی چیز معدے میں اُتر جاتی ہے۔

سکے، بٹن اور پتھر

چھوٹے بچوں کو خوشنما بٹن اور چمکتے سکے یا کنکر اچھے لگتے ہیں اور سمجھ تو اتنی ہوتی نہیں کہ فائدے نقصان کی خبر ہو۔ یہ چیزیں اگر سانس کی نالی کا راستہ بند کردیں تو ایمرجنسی سرجری بھی کرانی پڑسکتی ہے۔

پنسلیں اور مومی کلر

بچے اپنی ڈرائنگ کی کاپیوں میں رنگ بھرنے

کے لیے رنگین پنسلوں اور مومی کلر کا استعمال کرتے ہیں۔ انہیں یہ چیزیں نہایت پرکشش معلوم ہوتی ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جتنے یہ خوبصورت نظر آتے ہیں اتنے ہی لذیذ بھی ہوں گے، انہیں کھا کے دیکھنا چاہیے۔ وہ جہاں کہیں ان مومی پنسلوں کو دیکھتے ہیں فوراً منہ میں ڈال لیتے ہیں۔ تاہم یہ کیمیائی اجزاء سے مل کر بنائے جانے والے رنگ ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات بھی مضر ہوسکتے ہیں۔ اگر آپ کا بچہ مومی کلر Play-Dough کا کوئی ٹکڑا کھالیتا ہے تو کوشش کیجیے کہ اسے کلی کرائیں، دانت صاف کرائیں۔

زیورات

چمکتے دمکتے زیور چھوٹے بچوں کو اپنی جانب متوجہ کرسکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی بچہ کسی ٹاپس کو چوستا چوستا نگل ہی لے۔ اس مرتبہ پھر خطرہ ہی ہے کہ سانس کی نالی کا راستہ بلاک نہ ہوجائے۔ ایمرجنسی میں لے جاکر ضرور دکھا دیجیے کہ اگر ڈاکٹر پیٹ صاف کرنے کی کوئی دوا تجویز کرسکتے تو بچے کے لیے خطرہ نہ رہے۔ بعض زیورات میں جست کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جست ایسی دھات ہے جو جسم میں جذب ہو کر زہریلا مواد تیار کرتی ہے جو کہ ظاہر ہے کہ بچے کے معدے دل اور پھیپھڑوں کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔

کیڑے مکوڑے

اگر فرش پر مکھی اور دوسرے کیڑے مکوڑے نیم مردہ یا مردہ حالت میں موجود ہوں تو بچہ انہیں بھی منہ میں رکھ سکتا ہے۔ ان حشرات الارض میں خطرناک ترین شہد کی مکھی، بھنورے اور بھڑ ہوتے ہیں اور ہر زہریلا جانور صحت کو متاثر کرسکتا ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ خاتون خانہ بچوں والے گھروں میں صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھیں۔

کھلونوں کی بیٹریاں

کھلونوں کی صنعت نے حفظ ماتقدم کے لیے مختلف کھلونوں پر وارننگ شائع کرنی شروع کردی ہیں۔ کھلونے پر صارف بچے کی عمر کا تعین بھی کیا جاتا ہے۔ تاہم ایک سے زائد بچوں والے گھروں میں درجہ بندی اور تقسیم نہیں کی جاسکتی۔ خصوصاً جب بچے گروپ کی شکل میں کھیلتے ہیں تو ایک دوسرے کا کھلونا چھوتے بھی ہیں، اس موقع پر چھوٹے بچوں کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے کھلونے جن میں بٹن بیٹریاں استعمال ہوتی ہیں یہ اپنی خوشنمائی کے باعث بچوں کو مرغوب ہوتی ہیں۔ اگر بچہ انہیں نگل لے تو غذائی نالی معدے میں

ان کے لیک ہوجانے کا خطرہ ہوتا ہے اور نالی کی اندرونی دیوار پر رگڑ لگنے سے ارتعاش اور جلن پیدا کرسکتی ہے۔ اس طرح کوئی سنگین طبی مسئلہ ہوسکتا ہے۔ کھلونے کا کوئی حصہ کان میں داخل ہوجائے تو بچے کو فوری طور پر ایمرجنسی میں دکھانا چاہیے۔ بسااوقات بٹن بیٹری غذائی نالی میں نہیں پھنستی تو ڈاکٹر نظام ہاضمہ کا بطور خاص معائنہ کرتے ہیں۔ اگر وہ نقصان پہنچائے بغیر آنتوں اور معدے سے سرک جائے تو مسئلہ پیدا نہیں کرتی، لیکن احتیاط بہت ضروری ہے۔

وٹامنز اور دوائیں

ایسے گھرانے جہاں دوائیں بچوں کی پہنچ سے دور نہیں رکھی جاتیں وہاں کئی حادثات بھی ہوسکتے ہیں۔ خاص کر دل کے امراض، نیند کی دوائیں، کھانسی کا شربت، افسردگی دور کرنے والی دوائیں یا ملٹی وٹامنز، کبھی بھی میزوں پر سجا کر نہ رکھیں۔ اپنے نونہالوں کی زندگی کو تحفظ دیں۔

انتباہ

آپ کو ڈھیروں کام کرنے ہوں، زندگی کتنی ہی مصروف ہو آپ کو کہیں جانے یا اپنی نیند پوری کرنے کی کتنی ہی ضرورت ہو، ایک بات یاد رکھیے کہ بچے کو دودھ میں نیند لانے والی دوا کے چند قطرے بھی ڈال کر نہیں دیتے ہیں۔ یہ نیند آور دوائیں یا اشیاء بچے کے خون میں شکر کی سطح کو خطرناک حد تک کم کردیتی ہیں۔

اگر بچہ کبھی غلطی سے نیند کی دوا نگل لے تو اسے ایمرجنسی میں دکھا دیجیے تاکہ پوائزن کنٹرول کی جاسکے۔

یہی احتیاط کھانسی کے شربت کے لیے بھی کرنی چاہیے، کیونکہ کھانسی کے بعض شربتوں میں الکحل شامل ہوتی ہے۔

ماؤتھ واش

آپ کے باتھ روم میں بچّے کا کیا کام....؟ بچوں کا واش روم علیحدہ ہو تو بہتر ہے تاکہ آپ کا ٹوتھ پیسٹ، برش، ریزر، کوئی ہیئر ریموونگ کریم یا لوشن وغیرہ سے ہونے والے حادثات سے بچاؤ رہے۔ دانتوں کو چمکانے اور صفائی کے مقصد سے بچے ماؤتھ واش استعمال کرتے کرتے غلطی سے نگل بھی سکتے ہیں۔

احتیاط والدین کا فرض ہے کہ اگر واش روم الگ نہیں ہوسکتا تو پھر بچوں کو ان ممکنہ خطرات اور نقصانات سے آگاہ کیا جائے اور کسی اونچی جگہ پر انہیں رکھا جائے جہاں سے بچے انہیں چھو نہ سکیں۔

❊

وائبر کا غیر ضروری استعمال روح اور جسم پر برا اثر ڈالتا ہے۔

Social Media

ماہرین نفسیات نے اپنی تحقیق میں کہا ہے کہ موبائل فون پر استعمال ہونے والے وائبر اور اس طرح کے دوسرے سوشل میڈیا مشکلات میں اضافہ بھی کرسکتے ہیں۔ سوشل میڈیا بالخصوص وائبر کا غیر ضروری اور بیجا استعمال روح اور جسم پر بہت زیادہ برا اثر ڈالتا ہے۔

Matte, Semi Matte

and

Lipsticks

Nail Polish

Medora
MATTE LIPSTICK
Medora
Medora
Medora
Glossy
Lipstick

MATTE
IN 91 COLOURS

SEMI MATTE
IN 25 COLOURS

GLITTER
IN 21 COLOURS

GLOSSY
IN 28 COLOURS

Get a look that compliments your overall style with

Medora's extensive range of lip and nail colours.

KingChemicalsPakistan
17 Premium Fragrances
Air Freshener
CHANGE THE AIR

گھر کا معالج

جب ہم کسی مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اس کے علاج کے لیے کئی ادویات اور کبھی اینٹی بائیوٹک کا بھی بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ اگر تھوڑی سی احتیاط سے کام لیا جائے تو بہت سے امراض سے محفوظ رہا جا سکتا ہے، بیمار ہونے کی صورت میں کئی عام امراض کا آسان علاج ہمارے کچن میں بھی موجود ہے۔ کچن ہمارا اشفاخانہ بھی ہے۔ یہاں ہم ایسے چند طبی مسائل کا ذکر کریں گے جن کا حل آپ کے کچن میں بھی موجود ہے۔

ذیابیطس ایک غذائی بگاڑ ہے جس میں بلڈ گلوکوز کی سطح غیر معمولی طور پر بلند ہو جاتی ہے۔ ایک خاص سطح سے اوپر آنے کے بعد گلوکوز کی یہ زائد مقدار پیشاب کے ساتھ خارج ہو جاتی ہے۔ یہ صورتحال، جسم میں انسولین کی کمی یا تقریباً خاتمے کی وجہ سے جنم لیتی ہے۔ جس کے نتیجے میں کاربوہائیڈریٹس، پروٹینز اور فیٹس کے میٹابولزم (جزو بدن بننے) میں خرابیاں واقع ہوتی ہیں۔

جسم میں شوگر کی مقدار معلوم کرنے کے لیے صبح کے ناشتے سے پہلے "بلڈ گلوکوز" لیول معلوم کرنا اور ناشتے کے دو گھنٹے بعد دوبارہ چیک کرنے کا طریقہ مروج ہے۔ ناشتے سے قبل خون میں شوگر کی نارمل مقدار، 100 ملی لیٹر خون میں اسی ملی گرام سے 120 ملی گرام تک ہوتی ہے اور ناشتے کے دو گھنٹے بعد یہ 180 ملی گرام تک جا سکتی ہے۔ جس شخص کے خون میں شوگر اس تناسب سے اوپر چلی جائے اور مسلسل زیادہ رہے تو اسے ذیابیطس کا مریض قرار دے دیا جاتا ہے۔

ذیابیطس، عمر کے کسی بھی حصے میں لاحق ہو سکتی ہے۔ بچے سے لے کر بوڑھے تک سب اس میں مبتلا

ہو سکتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر افراد درمیانی عمر یا بڑی عمر میں اس کے مریض بنتے ہیں۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس کے اسی سے پچیاسی فیصد تک مریض پینتالیس سال یا اس سے زائد عمر کے ہیں۔

یہاں ذیابیطس میں مفید چند نسخے دیے جارہے ہیں۔

❖.... نارنگی کے چھلکے چھاؤں میں خشک کرکے کوٹ پیس لیں۔ یہ چار چمچ ایک گلاس پانی میں ابال کر چھان کر روزانہ پئیں۔

❖.... ذیابیطس کے مریض کو موسم میں روزانہ جامن کھانے چاہئیں۔

❖.... جامن کی گٹھلی اور کریلے خشک کرکے برابر مقدار میں ملا کر پیس لیں۔ اس کا ایک ایک چمچ صبح اور شام پانی سے پھانک لیں۔

❖.... گاجر کا رس 310 گرام، پالک کا رس 185 گرام ملا کر پئیں۔

❖.... مولی کھانے یا اس کا رس پینے سے ذیابیطس میں فائدہ ہوتا ہے۔

❖.... کریلے کا رس پندرہ گرام، 100 گرام پانی میں ملا کر روزانہ تین مرتبہ تقریباً تین مہینے پلانا چاہیے۔ کھانے میں کریلے کی سبزی بھی کھائیں۔

❖.... ذیابیطس کے مریض کو شلغم کی سبزی روزانہ کھانی چاہیے۔

❖.... گیہوں کے چھوٹے چھوٹے پودوں کا رس پینے سے ذیابیطس میں فائدہ ہوتا ہے۔

❖.... دانہ میتھی کا استعمال ذیابیطس میں مفید ہے۔ اس کے کھانے کی مقدار پچیس گرام سے 100 گرام تک ایک خوراک ہے۔ کھانا اگر 1200 سے 1400 کیلوریز تک روزانہ کھایا جائے، تو اس کا اثر فوری ہوتا ہے۔ جب تک پیشاب اور خون میں شکر آتی رہے، اس کا استعمال کرتے رہیں۔ اس کے استعمال سے شکر کم ہونے کے ساتھ ساتھ کولیسٹرول بھی کم ہوجاتا ہے۔

❖.... رات کو تقریباً تیس گرام سیاہ چنے دودھ میں بھگو دیں اور صبح کھائیں۔ چنے اور جو کو برابر وزن میں لے کر اس کے آٹے کی روٹی صبح و شام کھائیں۔ صرف چنے (بیسن) کی روٹی ہی دس دن تک کھاتے رہنے سے شکر آنا بند ہوجاتی ہے۔

❖.... اگر بار بار اور زیادہ مقدار میں پیشاب آئے، پیاس لگے، تو آٹھ گرام پسی ہوئی ہلدی روزانہ دو مرتبہ پانی کے ساتھ پھانک لیں۔

ذیابیطس کے مریضوں کو چائے، کافی اور کولا سے پرہیز کرنی چاہیے کیونکہ یہ مشروبات ہاضمے پر برا اثر ڈالتے ہیں۔ اسی طرح وہائٹ بریڈ، سفید آٹے یا میدے کی مصنوعات، چینی، ڈبہ بند پھلوں، مٹھائیوں، چاکلیٹ، پیسٹری، سموسہ، کچوری، پڈنگز، باریک پسے ہوئے اناج وغیرہ سے بھی پرہیز کیجیے۔ ورزشیں بھی اس بیماری میں بہت مفید ہیں۔

⁂

آپ روحانی ڈائجسٹ کے قاری ہیں..... آپ کا بہت بہت شکریہ.....
اپنے عزیزوں اور دوستوں کو اپنے اس پسندیدہ رسالے کا تحفہ دیجیے۔

آپ کی صحت سے متعلق

طبّی مشورے

پائیوریا

حکیم عادل اسمعیل

پائیوریا، دانتوں کا مرض ہے۔ مسوڑھوں میں ورم اور زخم پیدا ہو کر پیپ پڑ جاتی ہے، جو آہستہ آہستہ بڑھ کر دانتوں کی جڑوں تک پہنچی جاتی ہے اور گہرے ناسور پیدا کر دیتی ہے۔ ابتدا میں ورم کی وجہ سے مسوڑھے بڑھ جاتے ہیں اور دانتوں کے بیشتر حصے کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ ذرا سی ٹھیس لگ جائے یا سخت شے چبائی جائے تو مسوڑھوں سے خون جاری ہو جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ مسوڑھے کمزور ہو کر پتلے ہو جاتے ہیں۔ ان کے سکڑنے کی وجہ سے دانت اور ان کی جڑیں برہنہ ہونے لگتی ہیں۔ دانت کمزور اور بوسیدہ ہو کر ہلنے لگتے ہیں۔ مریض کے منہ سے اس قدر بو آنے لگتی ہے کہ اس کا لوگوں میں بیٹھ کر بات چیت کرنا دوبھر ہو جاتا ہے۔ زبان میلی ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ دانت گرنے لگتے ہیں۔

متاثرہ دانتوں کے گر جانے یا نکال دیے جانے کے بعد اس مرض کا علاج باآسانی ہو جاتا ہے۔ مسوڑھوں میں گہرائی تک دانتوں کی جڑیں پیوست رہنے کی وجہ سے دوا کے اثرات اندر تک نہیں پہنچ پاتے اور نہ صفائی ہو سکتی ہے، اس لیے دانتوں کے نہ ہونے کی صورت میں علاج آسانی سے ہو جاتا ہے۔

تاہم اس مرض میں ایک موقع ایسا بھی آتا ہے جب تمام دانت گنوا کر اس مرض سے چھٹکارا حاصل کرنا سستا محسوس ہوتا ہے۔

ہم غذا کو اپنے مضبوط دانتوں سے پیس کر کھانے کے قابل بناتے ہیں۔ کوئی شے کھانے کے بعد اس کے مہین ذرے، دانتوں اور مسوڑھوں میں لگے رہ جاتے ہیں تو یہ چند دن میں سڑ کر مسوڑھوں اور دانتوں کو بھی متاثر کر دیتے ہیں۔ قدرت نے دانتوں کی اس نازک ذمہ داری کے پیش نظر ان کی حفاظت کے ذرائع مہیا کر دیے ہیں۔ دانتوں کی سطح پر ایک چکنا، شفاف اور مضبوط استر موجود ہے جسے ''اینمل'' کہا جاتا ہے۔ یہ استر دانتوں کو بوسیدہ ہونے سے بچاتا ہے اور ہماری

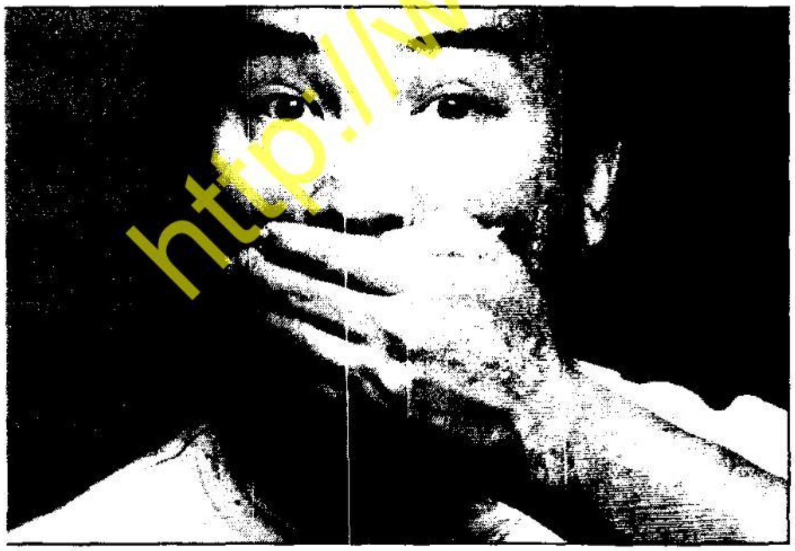

ذرا سی کوشش سے صاف ہو جاتا ہے۔ دانتوں کو سہارا دینے اور ان کی درزں کو بند رکھنے کے لیے قدرت نے مسوڑھے بنائے ہیں۔ اس طرح ایک فرد جس کے دانت اور مسوڑھے صحت مند ہوں، اگر کھانا کھانے کے بعد برش یا مسواک کرلے، برش یا انگلی کی مدد سے منہ صاف کرلے تو دانتوں اور مسوڑھوں پر لگے ہوئے غذائی ذرے، آسانی سے صاف ہو جاتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کے دانتوں کے درمیان خلا پیدا ہو گیا ہو دانتوں اور مسوڑھوں میں سوراخ ہو گئے ہوں، ان کے دانتوں میں غذا کے باقی ماندہ حصے بہت گہرائی میں جاکر پھنس جاتے ہیں۔ اگر ان لوگوں کو ایسے غذائی ذروں کے، دانتوں میں پھنس جانے کے احساس ہو جائے تو انہیں کسی نہ کسی طرح نکالے بغیر چین نہیں آتا اور اگر یہ ذرے بہت گہرائی میں چلے جائیں تو ان کی موجودگی کا احساس ہی نہیں ہو پاتا اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں سڑاند پیدا ہو جاتی ہے۔ جراثیم کی پرورش کے لیے بہترین ماحول میسر آجاتا ہے اور مسوڑھوں میں سوجن پیدا ہو کر پائیوریا میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

پائیوریا کا دوسرا سبب سیمنٹ جیسا مادہ ہے جو دانتوں کے کناروں پر جمع ہو جاتا ہے۔ اسے حجر (ٹار) کہتے ہیں۔ اس پر تہوں کا اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ سخت اور نوکیلا ہونے کی وجہ سے یہ مسوڑھوں کو پھاڑ کر دانتوں کی جڑوں تک بڑھتا رہتا ہے۔ مسوڑھے مجروح ہونے کی وجہ سے ان سے خون جاری ہو جاتا ہے اور زخم پیدا ہو کر پیپ پڑ جاتی ہے جو پائیوریا کا باعث بن جاتی ہے۔

ہاضمے کی خرابی اور قبض کی موجودگی بھی ''پائیوریا'' کا سبب بن سکتی ہے۔ یہ مرض ان لوگوں کو زیادہ لاحق ہوتا ہے جو جوڑوں کی تکالیف میں پہلے سے مبتلا ہوں، تاہم اس کی ایک وجہ غیر متوازن غذا کا استعمال بھی ہے۔ اگر ہماری غذا میں دودھ، رس دار پھل، تازہ سبزیاں، چھلکوں والے اناج شامل نہیں ہوں گے تو اندیشہ ہے کہ ہم خود کو کیلشیم، حیاتین ''الف'' ''ج'' اور ''د'' سے محروم کرلیں گے۔ پائیوریا کی بڑی خرابی یہ ہے کہ پیپ، ہر وقت منہ میں موجود رہتی ہے جو مسوڑھوں سے، براہ راست خون میں جذب ہوتی رہتی ہے اور جب بھی غذا چبائی جاتی ہے تو اس میں شامل ہو کر معدے، میں جا پہنچتی ہے اور معدے اور آنتوں کے بہت سے امراض پیدا کردیتی ہے۔ مستقل بد ہضمی اور معدے میں زخم پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

پائیوریا ''ورم حلق'' اور ''ورم لوزتین'' کا باعث بھی بنتا ہے۔ جو پیپ، خون میں براہ راست شامل ہو جاتی ہے وہ دوران خون کے ساتھ جسم کے حساس اور اہم حصوں میں پہنچ کر انہیں متاثر کردیتی ہے۔ پھیپھڑے بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ بلغم خارج ہونے لگتا ہے، پھیپھڑوں میں پانی بھر جانے اور نمونیا کی شکایت ہو سکتی ہے۔

خون میں پیپ شامل ہو جانے کی وجہ سے خون کے سرخ ذرات ٹوٹنے لگتے ہیں اور جسم میں خون کی قلت ہو جاتی ہے۔

علامات

مسوڑھے پھول جاتے ہیں۔ پیپ اور خون بہتا ہے۔ مسوڑھے گلنے شروع ہو جاتے ہیں اور دانتوں کی جڑیں مسوڑھوں سے باہر نکل آتی ہے۔ دانت ہلنا

شروع ہو جاتے ہیں۔ شدید درد اور سوجن ہوتی ہے اور سانس سے بدبو آنے لگتی ہے۔

احتیاط

پائیوریا کے علاج میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ منہ اور دانتوں کو اچھی طرح صاف رکھا جائے۔ چوبیس گھنٹوں میں کم از کم دو مرتبہ مسواک، برش، ٹوتھ پیسٹ یا بہت باریک منجن سے دانتوں کو صاف کرنا چاہیے۔ خاص طور پر میٹھی چیزیں کھانے کے بعد منہ کی صفائی بہت ضروری ہو جاتی ہے۔

دانتوں میں پھنسے ہوئے غذائی اجزا کو نکالنے میں جو غلطی کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ خلال کو دو دانتوں کے درمیان آر پار گزار کر، پھنسے ہوئے غذائی اجزا کو نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس طرح دانت ڈھیلے ہو کر ہلنے لگتے ہیں اور دانتوں میں درز پیدا ہو کر مزید غذا پھنسنے کے مواقع پیدا ہو جاتے ہیں۔

ایسے برش یا مسواک استعمال نہ کریں جن کے بال یا ریشے بہت سخت ہوں۔

کیکر، پیلو یا نیم کی تازہ مسواک بہت مفید ہے۔ اچھے ٹوتھ پیسٹ اور معیاری منجن بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ مسواک یا برش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے اوپر سے نیچے کی طرف کیا جائے۔

پائیوریا کے مریضوں کو اپنا گلاس وغیرہ الگ رکھنا چاہیے کیونکہ یہ مرض ایک سے دوسرے فرد کو لگنے والا ہے۔

علاج

پائیوریا کے علاج کے لیے دن میں کئی مرتبہ نیم کے پتے پانی میں جوش دے کر اس سے کلیاں کی جائیں۔ مرض میں شدت کی صورت میں انار کا چھلکا، انار کے پھول، مازو، پھٹکری، کتھا، سنگ جراحت ہر ایک بارہ، بارہ گرام لے کر بہت باریک سفوف تیار کر لیا جائے اور اسے بطور منجن استعمال کیا جائے۔

نیم کے پتے سایہ میں خشک کردہ ساٹھ گرام، نمک لاہوری چوبیس گرام، مرچ سیاہ چوبیس گرام۔

تینوں ادویات کو باریک پیس کر منجن کی طرح بنالیں اور صبح دانتوں پر ملیں۔ اس کے علاوہ رات کو سونے سے پہلے ہلکے ہاتھ سے دانتوں پر مل کر کلی کیے بغیر سو جائیں اور صبح دوبارہ منجن دانتوں پر مل کر دانتوں کو صاف کر لیں۔ کیکر کی چھال بارہ گرام، کا جوشاندہ بنالیں۔ اب اسے ایک گلاس نیم گرم پانی میں پھٹکری سفید چار گرام کا سفوف مل کر دن میں تین سے چار مرتبہ کلیاں کرنا مفید ہے۔

⁂

گاجر کا استعمال بینائی تیز کرنے کے ساتھ کینسر میں بھی مفید

طبی ماہرین کے مطابق گاجر میں وٹامن اے بھرپور تعداد میں پایا جاتا ہے۔ جو بینائی تیز کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے جبکہ ایک تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ گاجر کا روزانہ استعمال بڑی آنت کے کینسر، پھیپھڑوں اور سینے کے کینسر جیسی خطرناک بیماریوں کے خدشے کو کم کرتا ہے۔ گاجر میں موجود اجزاء کینسر سے لڑنے میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

بچے کی صحت..... ماں کا اطمینان
AZEEMI
GROWEL

عظیمی کا گروویل شیر خوار اور بچوں کی پیٹ کی تکالیف مثلاً گیس، پیٹ کا درد، دست
اور قے میں آرام پہنچاتا ہے۔ بچے کے نظام ہضم کو بہتر کرتا ہے اور دانت نکلنے کے دنوں
میں تکلیف میں آرم پہنچاتا ہے۔

عظیمی دواخانے میں برسہابرس سے بچوں کے لیے تجویز کیا جانے والا
ایک آزمودہ نسخہ اب دیدہ زیب پیکنگ میں بھی دستیاب ہے۔

AZEEMI LABORATORIES Ph:021-36604127

اشرف باجی کے ٹوٹکے

ٹوٹکوں کا استعمال دنیا بھر میں عام ہے۔ ٹوٹکوں سے مرد بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور خواتین بھی.... تاہم امور خانہ داری میں ٹوٹکوں کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ خانہ داری چونکہ خواتین کا شعبہ سمجھا جاتا ہے اس لیے ٹوٹکوں کا استعمال بھی خواتین زیادہ کرتی ہیں۔

محترمہ اشرف سلطانہ برسہا برس سے مرکزی مراقبہ ہال میں خدمت خلق کے پروگرام سے وابستہ ہیں۔ خاص و عام میں اشرف باجی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ ایک کولیفائیڈ طبیبہ بھی ہیں۔ اگر آپ بھی اپنی آزمودہ کوئی ترکیب قارئین کو بتانا چاہیں تو روحانی ڈائجسٹ کی معرفت اشرف باجی کو لکھ بھیجئے۔

کتابوں کو بچائیں

کتابوں کو اگر کیڑا لگ جائے یا وہ سیلن زدہ ہوجائیں تو، ان کتابوں کے نیچے پودینے یا نیم کے پتے، یا پھر فنائل کی گولیاں رکھنی چاہئیں۔

کپڑوں پر چائے کا دھبا

جس کپڑے پر چائے کا دھبا لگ جائے، اسے نیم گرم پانی میں اچھی طرح سے بھگو کر رکھ دیں۔ نصف گھنٹے بعد نکال کر نچوڑ لیں پھر چٹکی بھر نمک ڈال کر رگڑیں اس کے بعد ٹھنڈے پانی سے صابن لگا کر دھولیں، داغ ختم ہوجائے گا۔

کولڈ کریم ٹھیک کرنا

اگر کولڈ کریم خشک ہوجائے تو اس میں چند قطرے لیموں کا رس ڈال کر مکس کریں کولڈ کریم اصل شکل میں واپس آجائے گی اور کریم کی نرمی بھی قائم رہے گی۔

نرم دہی بڑے بنائیں

دہی بڑے نرم بنانے کے لیے پسی ہوئی دال میں ایک چائے کا چمچ دہی ڈال دیں۔

وہی بڑے نا صرف بہت نرم بنیں گے بلکہ مزے میں بھی بہتر محسوس ہوں گے۔

زنگ کے نشانات ختم کریں

کپڑوں پر عموماً زنگ کے نشانات لگ جاتے ہیں، زنگ کے داغ صاف کرنے کے لیے لیموں اور ٹاٹری پانی میں ملا کر متاثرہ جگہ پر لگائیں اور اس کے بعد دھولیں، داغ صاف ہو جائیں گے۔

جلے پیاز کا ذائقہ بہتر بنانا

پیاز بھونتے وقت اگر جل جائے تو اس سے ذائقے پر بھی اثر پڑتا ہے آسان نسخہ یہ ہے کہ پیاز میں تھوڑا سا دودھ ڈال دیں، اس طرح سالن میں جلی پیاز کی بو نہیں آئے گی۔

ناریل کا تیل جم جائے تو

اکثر ناریل کا تیل سردی سے جم جاتا ہے اور فوری استعمال میں نہیں آتا اگر ناریل کے تیل میں آٹھ سے دس قطرے کیسٹر آئل کے ملا دیے جائیں تو تیل اصلی حالت میں برقرار رہے گا۔

سالن میں نمک کم کرنا

اگر آپ کے کسی بھی سالن میں نمک زیادہ ہو جائے تو آٹے کی چھوٹی گولیاں بنا کر ڈال دیں، آخر میں گولیاں نکال کر سالن استعمال کریں۔ آٹا نمک کو جذب کر لیتا ہے اور سالن کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔

کپڑوں پر بال پین کا داغ

جس کپڑے پر بال پین کے داغ ہوں اس کے نیچے اخبار رکھ کر داغ پر اسپرٹ میں بھیگی ہوئی روئی رکھ دیں۔ داغ کا نشان پھیل کر اخبار میں جذب ہو جائے گا۔

چیونٹیوں کے خاتمے کے لیے

گھر میں چیونٹیاں زیادہ دکھائی دینے لگیں تو ہینگ کو پانی میں گھول کر گھر میں چھڑکیں چیونٹیاں بھاگ جائیں گی۔ یہ عمل دیگر چھوٹے حشرات سے محفوظ رہنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

مسالا جات کی تاثیر قائم رکھنے کے لیے

مسالا جات میں پھٹکری کا ایک چھوٹا ٹکڑا کپڑے میں لپیٹ کر رکھ دیں، مسالے کی تاثیر بہت عرصے تک قائم رہے گی۔

فریز سالن کو نیا ذائقہ دیں

فریزر سے نکالے گئے سالن کو کبھی بھی براہ راست چولہے پر گرم نہ کریں۔ بڑی پتیلی میں ایک پیالی پانی گرم کریں اور اس کے اندر فریزر سے نکالا گیا برتن رکھ کر ڈھانپ دیں، کھانے کا ذائقہ اصلی حالت میں برقرار رہے گا۔

المونیم کے برتنوں کی صفائی

لیموں کے چھلکے سکھا کر پیس لیں، اور برتن دھونے کے پاؤڈر سے المونیم کے برتن دھونے کے بعد لیموں کے چھلکوں کا سفوف برتن پر رگڑیں تو برتنوں کو ایک خاص چمک مل جائے گی۔ ایسی چمک جو صرف نئے برتنوں میں ہوتی ہے۔

گلاب کے بڑے بڑے پھول

کئی لوگوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے باغ اور لان میں گلاب کے پودوں میں بڑے، بڑے پھول لگیں، یہ ناممکن نہیں ہے۔ آپ انڈے کے چھلکے روزانہ جمع کر لیا کریں اور ان چھلکوں کو باریک پیس کر گلاب کے پودوں کی جڑوں کے پاس ڈال دیا کریں۔ چائے کی بچی ہوئی پتی میں تھوڑا سا پانی ڈال کر ملا لیں اور یہ پانی بھی پتی سمیت پودوں کی جڑوں میں ڈال دیں۔ آپ کے باغ میں گلاب کے پھولوں کی بہار آجائے گی۔

⁂

نوجوانی کے دور کے مسائل

ساره اسد

نوجوانی کا زمانہ سب سے زیادہ حسین، نازک اور توانائی بخش ہوتا ہے۔ اس دور میں امنگیں اور جذبے عروج پر ہوتے ہیں اپنے آپ کو منوانے اور کچھ کر گزرنے کی خواہش ہوتی ہے، دنیا بہت حسین نظر آتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس دور میں مزاج میں بے چینی اور اضطراب کی کیفیت بھی پائی جاتی ہے۔ آیئے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کو عموماً کس قسم کے مسائل کا سامنا رہتا ہے۔

جوان ہوتے بچوں کے والدین کو اکثر یہ شکایت رہتی ہے کہ بچے ان کا کہنا نہیں مانتے اور ان کی بات پر اتنی توجہ نہیں دیتے کہ جتنی انہیں دینی چاہیے۔ کئی نوجوان زندگی کے اکثر چھوٹے بڑے فیصلے خود کرنا چاہتے ہیں اور والدین سے مشورہ لینا پسند نہیں کرتے.... بچے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ خود دنیا کو بدل سکتے ہیں۔ ان کی سوچ نئے زمانے کے مطابق ہے جبکہ بڑوں کی زندگی یہ سبق دیتی ہے کہ ایسا کرنا اتنا آسان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ والدین چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد ان کے تجربات سے رہنمائی حاصل کرے۔ عموماً بچے یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے والدین قدامت پسند ہیں اور وہ ان کے مشوروں پر عمل کر کے نئے زمانے کے ساتھ نہیں چل سکتے۔

اپنی زندگی کے دوراہے پر کھڑے ہوئے نوجوانوں کو والدین کی مدد اور مشوروں سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ ان کو اس عمر میں سب سے زیادہ رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

یاد رکھیے....! والدین کی محبت بے غرض و بے لوث ہوتی ہے، ان سے بڑھ کر کوئی ہمدرد اور دوست نہیں ہو سکتا۔

نوجوانی کی زندگی میں دوستوں کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ دوستوں کی خاطر سب کچھ کر گزرنے کے لیے تیار رہتے ہیں، لیکن دوستوں کا انتخاب انہیں سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے۔ نوجوانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ دوست ان کے والدین سے بڑھ کر نہیں ہیں۔

میٹرک سے انٹر تک کے چار سال بہت اہم ہوتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کو اپنے کیریئر کا انتخاب

کرنا ہوتا ہے۔ سب ہی نوجوانوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کو بہترین کالج یا یونیورسٹی میں داخلہ مل جائے۔ یہی نہیں، وہ اس کے لیے بھرپور محنت بھی کرتے ہیں لیکن خدانخواستہ ان کو اپنی خواہش کے مطابق داخلہ نہیں ملتا یا کسی امتحان میں ناکامی ہو جائے تو دلبرداشتہ ہو جاتے ہیں۔ انہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ اگر وہ ڈاکٹر یا انجینئر نہیں بن سکے تو دنیا ہی ختم ہو جائے گی۔ ہونا یہ چاہیے کہ جہاں آپ کامیابیوں پر خوش ہونا چاہتے ہیں، وہیں ناکامیوں کو بھی برداشت کرنے کا حوصلہ خود میں پیدا کریں اور نئے عزم کے ساتھ کسی اور سمت میں کوشش کریں۔

اس عمر کی لڑکیاں اور لڑکے اپنے حقوق کے حصول کے لیے فوراً کمربستہ ہو جاتے ہیں لیکن بہت کم ایسے ہوں گے جن کو اپنے فرائض کا بھی احساس ہو گا، ورنہ زیادہ تر اپنی زندگی میں مگن رہتے ہیں۔ ان کی سوچ اپنی ضروریات اور خواہشات تک محدود رہتی ہے۔ ایک حساس اور ذمہ دار لڑکی کا کہنا ہے

''میں کوئی بھی کام اپنے والدین کی مرضی کے خلاف نہیں کرتی۔ اگر کچھ برا بھی لگے تو خاموش رہتی ہوں اور گھر کے کاموں میں اپنی والدہ کا ہاتھ بٹاتی ہوں۔''

ہمیں اس بات سے اندازہ ہونا چاہیے کہ ہمارے والدین ہمارے لیے کتنی قربانیاں دیتے ہیں وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں ہمارے بھلے کے لیے ہی کرتے ہیں ہم اگر ان کے لیے کچھ اور نہیں کر سکتے تو کم از کم ان کی نافرمانی تو نہ کریں۔

عام طور پر اس عمر کے لڑکے لڑکیوں کی زبان سے ایسے جملے کثرت سے سننے کو ملتے ہیں ''میرے ساتھ ہی ایسا ہوتا ہے۔''

''میں ہی کیوں....؟''

''میرا ہی رزلٹ کیوں خراب آیا ہے....؟'' وغیرہ۔

ایسے نوجوانوں کو چاہیے کہ اپنے انداز اور سوچ میں تبدیلی لائیں۔ آپ کے ساتھ کچھ بھی دوسروں سے مختلف نہیں ہو رہا۔ اس عمر میں کم و بیش سب کو ایسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن جو محنت کرتا ہے وہ اس کا پھل پاتا ہی ہے۔

نوجوان، ٹی وی پروگراموں میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ بارہ سال کی عمر کے بچے سب سے زیادہ ٹی وی دیکھتے ہیں۔ کھاتے وقت، پڑھتے وقت اور اسکول سے ملنے والا کام کرتے وقت بھی بچے ٹی وی کے سامنے ہوتے ہیں۔ امریکی ماہرین نفسیات کے مطابق بہت زیادہ اور بہت کم ٹی وی دیکھنے والے بچے پڑھائی میں کمزور ہوتے ہیں جبکہ مناسب حد تک ٹی وی دیکھنے والے بچوں کی کارکردگی دوسرے بچوں سے اچھی اور بہتر ہوتی ہے۔

ٹی وی، تفریح کے ساتھ معلومات کا ذریعہ بھی ہے۔ جو بچے ٹی وی بالکل ہی نہیں دیکھتے، وہ معلومات سے محروم رہ جاتے ہیں۔

آج کل انٹرنیٹ پر دوستیاں کرنا فیشن بنتا جا رہا ہے۔ کئی نوجوان لڑکے، لڑکیاں صرف تفریح کے لیے ایک دوسرے کو بے وقوف بناتے ہیں۔ والدین سمجھتے ہیں کہ بچہ کمپیوٹر پر مصروف ہے، لیکن اگر نوجوان ہر وقت بند کمرے میں مصروف رہتے ہیں تو پھر یہ خطرے کی علامت ہے۔ کوئی چیز اچھی یا بری

نہیں ہوتی بلکہ اس کا استعمال اسے صحیح یا غلط بناتا ہے۔ انٹرنیٹ کے بے شمار فوائد ہیں۔ آپ ان لوگوں سے بات چیت کر سکتے ہیں جو اپنے پیشے میں ماہر ہوں اور ان کے تجربات و معلومات سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ اس طرح بعض کمپیوٹر گیمز کے بھی کئی فائدے ہیں۔ لیکن ہر معاملے میں اعتدال ضروری ہے۔

ٹی وی پروگرام اور فلمیں دیکھنا، گھومنا پھرنا اور کھیل کود، سالگرہ منانا، انٹرنیٹ پر چیٹنگ کرنا اور دوستوں کے ساتھ فون پر گپیں مارنا، نوجوانوں کے من پسند مشاغل ہیں۔ والدین کو اکثر و بیشتر ان کے مشاغل گراں گزرتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ان کے بچے تعمیری کاموں میں اپنا وقت صرف کریں اور زیادہ سے زیادہ پڑھائی پر توجہ دیں۔ بچوں کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ یہ عمر کھلنڈرے پن اور تفریح کے لیے ضروری ہے لیکن اس دور میں اپنا کیریئر بھی بنانا ہے اور مستقبل کے لیے منصوبہ بندی بھی کرنی ہے۔ مشاغل ضرور اختیار کیجیے لیکن اس طرح کہ آپ کی پڑھائی متاثر نہ ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس عمر میں تفریح کا الگ ہی مزہ ہوتا ہے، لیکن ایسے مشاغل اختیار کرنے سے پرہیز کیجیے جو نہ صرف آپ کے لیے نقصان دہ ہوں بلکہ آپ کے والدین کے لیے ذہنی اذیت کا باعث بنیں۔ ایک خاتون نے بتایا کہ جب میرا انیس سالہ بیٹا گھر سے موٹر سائیکل لے کر نکلتا ہے تو میری جان سولی پر اٹکی رہتی ہے کیونکہ وہ محض سنسنی، تفریح کے لیے دوستوں کے ساتھ بہت تیز موٹر سائیکل چلاتا ہے۔

بہت سے والدین کو بچوں سے یہ شکایت رہتی ہے کہ وہ کئی کئی گھنٹے سیل فون پر مصروف رہتے ہیں اور کالج سے آتے ہی فون لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اگر انہیں منع کیا جائے تو بچے برا مانتے ہیں۔

نوجوانوں کو صرف یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اگر اپنے دوست نہیں ہیں تو کوئی دوسرا آپ کا دوست نہیں بن سکتا۔

مثبت اندازِ سوچ اپنائیے اور ایک بھرپور شخصیت کے ساتھ دنیا کا مقابلہ کیجیے۔

⁂

لگتا ہے.... ”موت انہیں دنیا سے لے جانا بھول گئی“

سو سال سے زائد انسانی عمر کو غیر معمولی حد تک طویل سمجھا جاتا ہے اور 120 سال تک کی عمر کے لوگ تو گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں بھی شامل رہے ہیں لیکن بھارت میں ایک ایسا شخص دریافت ہو گیا ہے کہ جس کی عمر 179 سال بتائی جاتی ہے۔ مہاشا مرا سی نامی انتہائی معمر شخص کا دعویٰ ہے کہ وہ 1835ء میں بنگلور شہر میں پیدا ہوئے۔ ان کا برتھ سرٹیفکیٹ اور دیگر تاریخی شواہد بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ 179 سال کے ہو چکے ہیں۔ وہ 1903ء تک وارانسی شہر میں مقیم رہے اور 122 سال کی عمر تک ایک مشہور موچی کے طور پر کام بھی کرتے رہے۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے پوتے بھی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں لیکن وہ ابھی بھی زندہ سلامت ہیں۔ مہاشا کہتے ہیں کہ یوں لگتا ہے کہ موت انہیں دنیا سے لے جانا بھول ہی گئی ہے۔

عظیمی

کے اعتماد کے ساتھ

موٹاپے سے نجات

ہربل ٹیبلٹ

مہزلین

بڑھا ہوا پیٹ گھٹانے وزن کم کرنے کے لئے

قدرتی اجزاء سے تیار کردہ عظیمی کی ہربل ٹیبلٹ مہزلین

عظیمی کی تیار کردہ ہربل پروڈکٹس قریبی اسٹور سے طلب فرمائیں۔

کراچی: فون 021-36604127۔

موٹاپا کئی بیماریوں کا دروازہ کھولتا ہے

کشور کنول

یوں تو ہر بیماری ہی انسانی صحت کی دشمن ہوتی ہے لیکن موٹاپا متعدد دوسرے امراض کو بھی دعوت دیتا ہے۔ یہ سب سے پہلے حسن کو پامال کرتا ہے۔ کوئی خاتون کتنی ہی حسین اور خوبصورت کیوں نہ ہوں اگر وہ جسمانی طور پر موٹی اور بھدی ہوں گی تو چہرے کا حسن ان کی جسمانی فربہی کے سامنے ماند پڑ جائے گا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ صنفِ نازک کے حسن کا سب سے بڑا دشمن موٹاپا ہے۔

موٹاپا دراصل سیدھا سادہ آمدنی و خرچ کا حساب ہے، کسی شخص کی روزانہ آمدنی جس قدر ہے اگر اتنا ہی خرچ کر دیا جاتا ہے تو بچے گا کچھ نہیں، اس کے برخلاف آمدنی زیادہ ہو اور خرچ کم تو رقم جمع ہونا شروع ہو جائے گی۔ بالکل یہی معاملہ، کھائی جانے والی غذا اور جسمانی خرچ کا ہے۔ جو بھی غذا چوبیس گھنٹے میں استعمال ہو رہی ہے اگر وہ خرچ بھی کر دی جاتی ہے تو جسم پر موٹاپا طاری نہیں ہو گا۔ اس کے برخلاف صورت میں جسم کا بے ڈول ہو جانا لازمی ہے۔

موٹاپے کی سب سے اہم وجہ تو ہماری غذائی عادات ہیں۔ زیادہ مرغن غذائیں، مٹھاس اور نشاستہ کی زیادتی بھی جسم کو فربہی کی طرف مائل کرتی ہے۔ بعض خواتین میں ہر وقت کچھ نہ کچھ کھانے کی عادت ہوتی ہے مثلاً ٹیلی ویژن دیکھتے ہوئے، یا گھر میں مہمان آجائیں تو ان کی تواضع میں ساتھ دینے کے لیے وہ بھی کھاتی ہیں۔ جب بچے کا پیٹ بھر جائے وہ کھانے سے انکار کر دے تو غذا کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے خود کھا لیتی ہیں۔ پھر وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ میں کھانا تو کم کھاتی ہوں لیکن پھر بھی موٹی ہو رہی ہوں۔

نوجوان لڑکیوں کو تلے ہوئے پکوان، اور چٹپٹے کھانے بہت مرغوب ہوتے ہیں۔ مثلاً سموسے، پکوڑے، چپس، پیٹیز، پیسٹریز وہ بہت سے شوق سے کھاتی ہیں یہ غذائیں ایک تو آسانی سے ہضم نہیں ہوتیں دوسرے

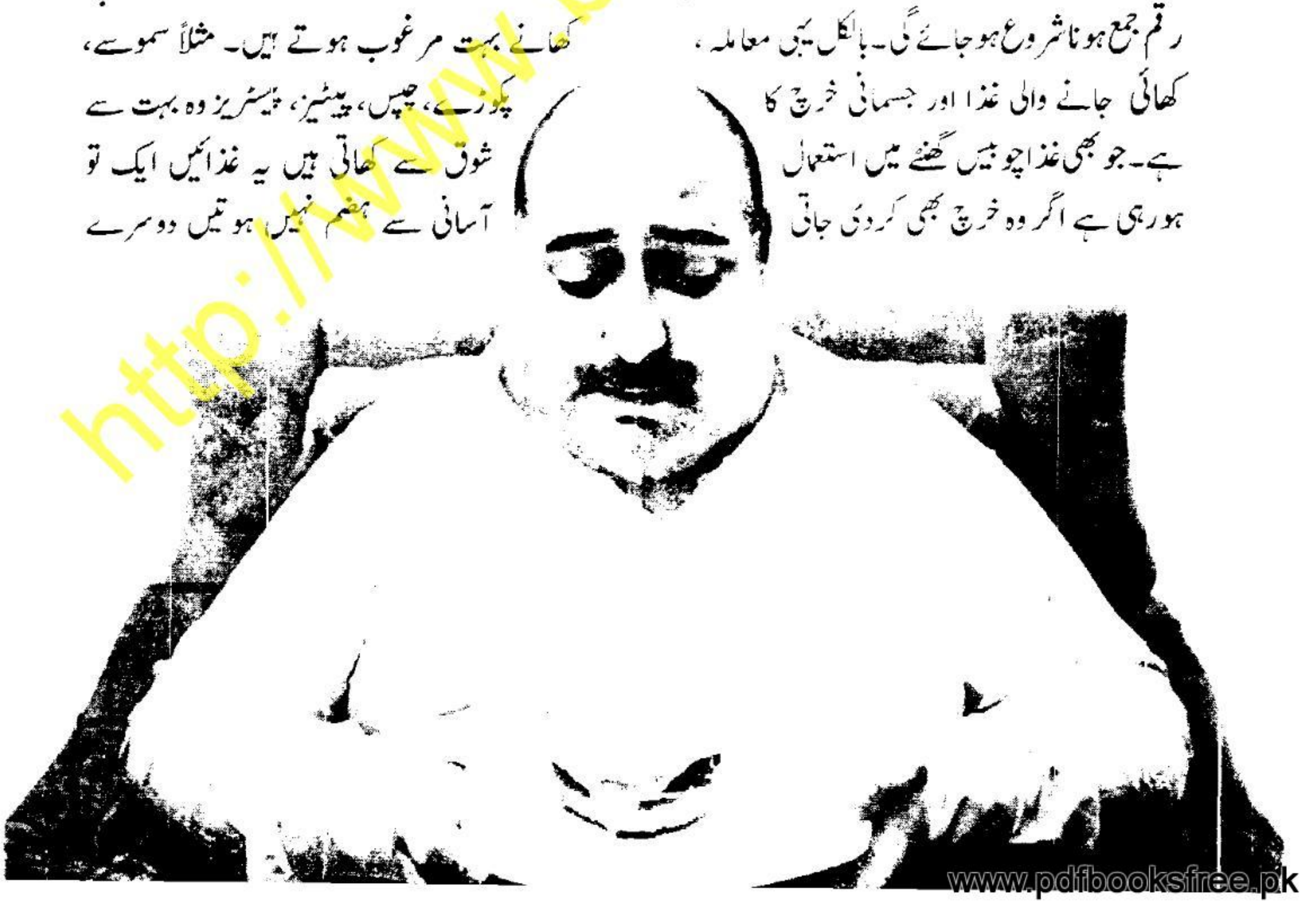

جسم میں چربی بڑھاتی اور موٹاپالاتی ہیں۔

چالیس پچاس سال کی خواتین پر بھی موٹاپا جلد حاوی ہوتا ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس عمر میں ان کے ہارمونز میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ اس عمر میں چکنی غذاؤں کے استعمال سے خون کی شریانوں کی اندرونی سطح پر چکنائی تہہ در تہہ جمع ہوتی رہتی ہے اور دوران خون میں رکاوٹ کا سبب بن جاتی ہے جس کی وجہ سے دل پر بوجھ بڑھ جاتا ہے، بلڈ پریشر، جوڑوں میں تکلیف، اٹھنے بیٹھنے میں دشواری پیش آتی ہے۔

موٹاپے کی ایک اور وجہ موروثی ہوتی ہے۔ یعنی گھر کے دوسرے اہل خانہ خاص طور پر والدین اگر موٹاپے میں مبتلا ہیں تو ہو سکتا ہے کہ ان کی اولاد بھی فربہ اندام ہو۔ جسم میں پائے جانے والے غدود (گلینڈز) کی خرابی بھی موٹاپے کا باعث ہوتی ہے۔

سائنس کی ترقی نے زندگی کو اتنا سہل اور آرام دہ بنا دیا ہے کہ مشینوں کے ذریعے خواتین گھریلو کام کاج سے گھنٹوں کے بجائے منٹوں میں فارغ ہو جاتی ہیں اور یہی سہل پسندی ان میں موٹاپے کے اثرات پیدا کرتی ہے۔ ماضی میں خواتین گھروں میں چکی پیستی تھیں، مسالا سل پر پیستی تھیں گھر میں جھاڑو پونچھا کرتی تھیں اور کپڑے دھوتی تھیں اس لیے اس جسمانی مشقت سے ان پر موٹاپا طاری نہیں ہوتا تھا۔ اب یہ کام مشینیں انجام دیتی ہیں۔ یہ سہل پسندی موٹاپے کو دعوت دیتی ہے۔

موٹاپے سے محفوظ رہنے کے کئی طریقے بتائے جاتے ہیں مگر اکثر ماہرین صحت کا کہنا ہے کہ موٹاپے سے بچنے کا سب سے اہم اور سنہری اصول یہ ہے کہ اپنی غذائی عادات درست کی جائیں اور متوازن غذا استعمال کی جائے۔ دبلا ہونے کے لیے فاقہ کشی کا سہارا ہرگز نہ لیا جائے کیونکہ فاقہ کشی آپ کو کمزور تو کر سکتی ہے، دبلا نہیں کر سکتی۔

غذا کے انتخاب کے وقت آپ ذہن میں غذا کے چار بنیادی گروہ میں دودھ، اور دودھ سے تیار ہونے والی غذائیں، دوسرے گروہ میں گوشت، مچھلی، مرغی اور انڈا، تیسرے گروہ میں ہر قسم کے تازہ پھل اور سبزیاں اور چوتھے گروہ میں اناج ور دالیں وغیرہ شامل ہوتی ہیں۔

اپنے کام کی نوعیت کے اعتبار سے ان غذائی

وزن کم کرنے کا ایک موثر طریقہ امریکی ماہر ہوریس فلیچر (Horace Fletcher) نے 1898ء میں دریافت کیا تھا جسے ''فلیچر ازم'' کہا جاتا ہے یہ چار اصولوں پر مبنی ہے۔

1۔ نوالے کو اتنا چبا چبا کر کھائیے کہ وہ آپ کے منہ کے اندر ہی گھل جائے۔

2۔ جب تک اچھی طرح بھوک محسوس نہ ہو، ہرگز نہ کھائیے۔

3۔ کھانے کے ہر نوالے کو بڑی نعمت اور بڑی ہی لذیذ چیز سمجھ کر کھائیے اور مزے لے لے کر چباتے رہیے تاوقتیکہ یہ حلق سے اتر جائے۔

4۔ تھکاوٹ غم اور غصے کی حالت میں ہرگز کھانا نہ کھائیے۔

گروہوں میں سے اپنے کھانے کا شیڈول مرتب کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ کا زیادہ وقت جسمانی مشقت میں گزرتا ہے تو آپ کو زیادہ قوت و حرارت والی غذائیں اپنے شیڈول میں شامل کرنی چاہئیں جن میں مچھلی، مرغی اور دودھ وغیرہ شامل ہیں اگر آپ زیادہ حرکت میں نہیں رہتیں اور جسمانی مشقت نہیں کرنی پڑتی یا ملازم پیشہ ہیں زیادہ کام بیٹھ کر کرنا ہوتا ہے ایسی صورت میں ان غذاؤں کو ترجیح دیں جن میں حراروں کی کم سے کم مقدار ہو۔ سبزیاں اور پھل اس مقصد کے لیے بہترین غذائیں ہیں۔ ہر کھانے میں سلاد، ککڑی، کھیرا، سبز پتوں والی ترکاریاں، ٹماٹر اور لیموں کا استعمال باقاعدگی سے کریں۔ خشک میوہ جات، کیک پیسٹری، شکر اور چکنائی سے پرہیز رکھیں۔ کھانے کے جو اوقات کار متعین ہیں کوشش کریں کہ ان کے علاوہ نہ کھائیں۔

کھانے کے بعد چہل قدمی اور ہلکی پھلکی ورزش کی عادت جسم کو تندرست اور چاق و چوبند رکھنے کا بہترین طریقہ ہے۔ اس طریقہ پر عمل کرنے سے جسم میں زیادہ چکنائی اور توانائی جمع نہیں ہوتی۔ نوجوان لڑکیوں کے لیے گھر میں رسی کودنا بہترین ورزش ہے۔ موٹاپے سے نجات پانے کے لیے کوشش کریں کہ گھر کے زیادہ سے زیادہ کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیں۔

درج ذیل چند مفید نسخے دیے جا رہے ہیں جو موٹاپے کو دور کرنے میں مفید پائے گئے ہیں۔

❖.... شہد وزن کم کرنے میں بڑی مدد دیتا ہے۔ روزانہ دس گرام شہد نیم گرم پانی کے ہمراہ لینا شروع کیجیے پھر اس مقدار میں بتدریج اضافہ کرتے جائیے۔

❖.... نیم گرم پانی میں ایک چمچ شہد اور نصف لیموں کا رس ملا کر تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد پیتے رہیے۔

❖.... ایک سائنسی تحقیق سے انکشاف ہوا ہے کہ بند گوبھی میں نہایت قیمتی ٹارٹریک ایسڈ پایا جاتا ہے جو شوگر اور کاربوہائیڈریٹس کو چربی میں تبدیل کرنے سے روکتا ہے، اس لیے اس سے وزن گھٹانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

اس کو کھانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ بند گوبھی کی سلاد بنا لیجیے۔ تھوڑا تھوڑا دن بھر کھاتے رہیے، موٹاپا دور ہوتا رہے گا۔

❖.... ایک سو گرام بند گوبھی میں ستائیس کیلوریز انرجی ہوتی ہے۔ جبکہ اسی مقدار کی گندم کی روٹی سے 240 کیلوریز انرجی بنتی ہے۔ اس طرح یہ کم سے کم کیلوریز والی غذا ہے جو زیادہ سے زیادہ بیالوجیکل اہمیت رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں اس سے، پیٹ بھرا بھرا بھی محسوس ہوتا ہے اور یہ آسانی سے ہضم بھی ہو جاتی ہے۔

❖.... موٹاپا دور کرنے کا ایک اور بہترین طریقہ سلاد ہے۔ سلاد اور گوبھی کے پتوں کو دھو کر پلیٹ میں پھیلا کر رکھیں۔ پھلوں کو کاٹ کر ان پتوں پر رکھیں۔ ٹماٹر کو گول گول کاٹ کر مولی گاجر اور ادرک کے باریک لچھے کاٹ کر ان پھلوں پر پھیلا دیں اور چنے ڈال دیں۔ اوپر سے مرچ اور سبز دھنیا کاٹ کر چھڑک دیں۔ لیموں نچوڑ کر سیاہ مرچ اور سوندھا نمک ڈال لیں۔ یہ سلاد بہت مزے دار اور غذائیت سے بھرپور ہے۔ اسے کھانے کے ساتھ کھائیں، یا دوپہر کے بعد چائے کے ساتھ کھائیں، یا پھر کھانا نہ کھا کر اس سلاد کو ہی کھانے کی جگہ بھوک کے برابر مقدار

میں خوب چبا چبا کر کھائیں۔

❖.... چائے میں پودینہ ڈال کر پینے سے موٹاپا کم ہوتا ہے۔

❖.... چنے کی بھیگی ہوئی دال اور شہد ملا کر روزانہ صبح کھانے سے موٹاپا کم ہوتا ہے۔

❖.... جن لوگوں کا وزن زیادہ ہو، وہ اناج کھانے پر کنٹرول رکھیں۔

ٹماٹر ان کے لیے مفید ہے۔ کیونکہ یہ جسم سے نقصان دہ رقیق چیزیں اور آنتوں میں رکے ہوئے اجزاء جسم سے باہر نکالنے میں پوری مدد کرتا ہے۔ روزانہ کچا ٹماٹر پیاز کے ساتھ کھانے سے موٹاپا آہستہ آہستہ کم ہونے لگے گا۔

❖.... دہی موٹاپا کم کرنے میں مفید ہے۔

❖.... چھاچھ میں سیاہ نمک اور اجوائن ملا کر پینے سے موٹاپا کم ہوتا ہے۔

❖.... تلسی کے پتوں کا رس، شہد اور ایک کپ پانی میں ملا کر پینے سے موٹاپا کم ہوتا ہے۔

❄

یاد کرنے کی صلاحیت کے مطابق پڑھنے میں مدد فراہم کرنے والی کتاب ایجاد

کیا آپ پرانی طرز کی درسی کتب پڑھ پڑھ کر تھک چکے ہیں....؟ کوئی بات نہیں۔

مستقبل قریب میں آپ کو ایک ایسی کتاب پڑھنے کا موقع مل سکے گا جو نہ صرف آپ کو سکھائے گی بلکہ آپ سے بہت کچھ سیکھے گی بھی۔ البتہ سب سے پہلے ہوسٹن اور ٹیکساس کے طلبہ اس نئی طرز کی ''ڈیجیٹل اسکول بکس'' سے مستفید ہوسکیں گے۔ یہ کتاب طلبہ کی یاد کرنے کی صلاحیت کو جانچ کر انہیں پڑھنے میں مدد فراہم کرے گی۔ دراصل یہ ایک نیا تعلیمی نظام ہے جس میں طلبہ محض کتاب نہیں پڑھیں گے بلکہ ہر موضوع پر تحقیق کرنے کے بھی قابل ہوجائیں گے۔ پروجیکٹ ڈائریکٹر کے مطابق عام درسی کتب کے ذریعے یہ پتہ کرنا ممکن ہے کہ بچے کون سے موضوع کو سمجھنے میں دشواری محسوس کررہے ہیں، البتہ ڈیجیٹل ٹیکسٹ بکس یہ سمجھنے کے قابل ہوگی اور اگر کوئی طالب علم کوئی خاص موضوع سمجھنے میں مشکل میں مبتلا ہوا تو اسے سمجھانے کے لیے مشق اور اضافی مضامین سے مدد بھی فراہم کی جاسکے گی۔ انہوں نے بتایا عام کتابوں میں سبق دہرانے اور بار بار یاد کرنے کا کوئی موثر نظام نہیں ہوتا، البتہ ڈیجیٹل ٹیکسٹ بکس میں وہ تمام اسباق اور مضامین جو طالب علم یاد کرچکے ہوں، مختلف مواقع پر خودکار نظام کے تحت اسکرین پر ٹیسٹ کی شکل میں نمودار ہوجائیں گے اور یوں طالب علموں کے لیے اسباق کو دہرانے کا کام آسان ثابت ہوگا۔

گاجر

صحت اور قوت کا بہترین ذریعہ

سارہ اسد

گاجر دنیا بھر میں ایک مقبول سبزی ہے۔ یہ مقوی اور مصفی غذا ہے۔ گاجر کے سبز پتے بھی غذائیت سے بھرپور ہوتے ہیں۔ ان میں پروٹین، معدنیات اور وٹامنز وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں۔

گاجر وٹامن اے کا بہت ہی اچھا ذریعہ ہے۔ اس میں وافر مقدار میں سوڈیم، سلفر، کلورین، اور کچھ مقدار میں آیوڈین ہوتی ہے۔ گاجر کو استعمال کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھیں کہ گاجر کو زیادہ چھیلنے سے اس کے معدنی اجزاء کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لیے اسے بغیر چھیلے ہی استعمال کرنا چاہیے۔

گاجر میں بے شمار فوائد موجود ہیں۔ یہ صحت کے ساتھ ساتھ آرائش حسن کے لیے بھی مفید ہے۔ درج ذیل میں اس کے فوائد دیے جا رہے ہیں۔

❖.... گاجر میں پائے جانے والے کھاری اجزاء انسانی جسم میں خون کو صاف رکھتے ہیں۔

❖.... یہ جسم کی نشوونما کرتی ہے۔

❖.... گاجر کے جوس کو "بہترین مشروب" کہا جاتا ہے جو بچوں اور بڑوں کے لیے یکساں مفید ہے۔

❖.... گاجر کا جوس آنکھوں کو توانا کرتا ہے۔

❖.... انسانی جلد کو تر و تازہ رکھنے میں گاجر بہت ہی معاون ثابت ہوئی ہے۔

❖.... کھانے کے بعد گاجر کو چبا کر کھانے سے منہ میں پائے جانے والے کئی جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔ مسوڑھوں سے خون بند ہو جاتا ہے اور دانتوں کا انحطاط رک جاتا ہے۔

❖.... معدے کے السر میں گاجر مفید ہے اور ہاضمہ کی دیگر بیماریوں میں بھی مفید ہے۔

❖.... چھوٹی اور بڑی آنت کی بہت سی بیماریوں میں موثر ہے۔

❖.... گاجر اور پالک کا جوس ملا کر پینے سے، قبض رفع ہو جاتی ہے اور انتڑیاں صاف ہو جاتی ہیں۔

❖.... دوران اسہال گاجر کا جوس پانی اور نمکیات کی کمی کو پورا کرتا ہے۔

❖.... پیٹ کے کیڑوں کے لیے بھی گاجر کا جوس مفید بتایا جاتا ہے۔

گاجر کو مختلف طریقوں سے استعمال کیا جا سکتا ہے مثلاً ابال کر، سلاد کے طور پر، پکا کر یا جوس بنا کر۔

اس میں حیاتین وافر مقدار میں ہوتے ہیں۔ یہ صحت کے علاوہ جلد کو خوش نما بنانے کے لیے بھی مفید ہیں۔ جلد کو تر و تازہ بنانے میں گاجر کا

فیس ماسک (Face Mask) بہترین ہے۔ یہ جلد کی خشکی اور حساسیت کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ گاجر کو اُبالیں، پھر ٹھنڈا کر کے اسے اچھی طرح پیس لیں اب اسے فیس ماسک کے طور پر چہرہ پر لگائیں۔ چند ہفتوں کے استعمال سے چہرہ کی شادابی کا اندازہ آپ کو خود ہی ہو جائے گا۔ گاجر کا رس پینا بہت مفید ہے اس میں اعلیٰ قسم کی غذائیت ہوتی ہے۔ اس سے صاف خون پیدا ہوتا ہے۔ گاجر سے بینائی تیز ہوتی ہے۔ روزانہ ایک گاجر صبح ایک شام کھانے سے طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ چشمہ کا نمبر کم ہونا شروع ہو جائے گا اور رخساروں پر سرخی پیدا ہوگی۔ بادی، بلغمی بیماریوں، خون کی خرابی، دل کی دھڑکن، پتھری اور یرقان کے لیے بہت مفید ہے، اس کے کھانے سے پیشاب کھل کر آتا ہے، گردہ اور مثانہ کی پتھری ٹوٹ کر نکل جاتی ہے۔ گاجر قبض کشا بھی ہے۔

گاجر کا حلوہ جسم کو موٹا کرتا ہے۔ درد کمر اور ضعف گردہ کے لیے مفید ہے۔ اس کے اجزاء میں نشاستہ، فولاد، پروٹین، گلوکوز اور وٹامن اے، پی، ایچ اور ای شامل ہیں۔ اس کا مزاج گرم تر ہوتا ہے۔ کچھ اطبا نے اسے معتدل قرار دیا ہے۔ دانتوں اور مسوڑھوں کی حفاظت کے لیے گاجر کا چبانا مفید ہے۔ گاجر ایک ایسی سبزی ہے جو پھلوں میں بھی شمار ہوتی ہے۔ گاجر پکانے، کچی کھانے اور اچار بنانے میں عام استعمال ہوتی ہے۔ اس کی حسب ذیل خصوصیات اور فوائد درج ذیل ہیں۔

1۔ مفرح اور مقوی اعضائے رئیسہ ہے۔

2۔ گاجر جگر کے لیے مفید ہے، اور جسم کو طاقت دینے میں بہترین سبزی ہے۔

3۔ گاجر سے پیشاب کھل کر آتا ہے۔

4۔ مثانہ و گردہ کی پتھری گاجر کے جوس سے ٹوٹ کر خارج ہو جاتی ہے۔

غذائی اعتبار سے گاجر وٹامن اے کا بہترین ذریعہ ہے، کیروٹین نامی مادہ جو وٹامن کی ابتدائی شکل ہوتا ہے، گاجر کے انگریزی نام کیرٹ سے ہی ماخوذ ہے، کیروٹین ہمارے جسم میں جا کر جگر کے ذریعے وٹامن اے بن جاتا ہے۔ ماہرین طب کا کہنا ہے کہ درج ذیل امراض میں گاجر مفید ہے۔

دانتوں کے امراض

کھانا کھانے کے بعد ایک گاجر چبا کر کھانے سے منہ میں خوراک کے ذریعے پہنچنے والے مضر جراثیم بلاک ہو جاتے ہیں۔ یہ دانتوں کو صاف کرتی ہے۔ دانتوں کے خلوں سے خوراک کے اجزاء نکال دیتی ہے۔ مسوڑھوں سے خون رسنا بند ہو جاتا ہے اور دانتوں کا انحطاط رک جاتا ہے۔

باضمہ کی خرابیاں

گاجر چبا کر کھانے سے لعاب دہن میں اضافہ ہوتا ہے اور باضمہ کا عمل تیز ہو جاتا ہے کیونکہ یہ

معدے کو ضروری اینزائمز، معدنی اجزاء اور وٹامنز مہیا کرتی ہے۔ گاجر کا باقاعدہ استعمال معدے کے السر کو روکتا ہے اور ہاضمہ کی دیگر بیماریاں لاحق نہیں ہونے دیتا۔ گاجر کا جوس انتڑیوں کے قولنج، بڑی آنت کی سوزش، اپنڈیسائٹس، السر اور بدہضمی میں موثر علاج ہے۔

اسہال

گاجر کا جوس اسہال کے مرض میں ایک عمدہ قدرتی علاج ثابت ہوتا ہے۔ یہ پانی کی کمی کو دور کرتا ہے، نمکیات (سوڈیم، پوٹاشیم، فاسفورس، کیلشیم، سلفر اور میگنیشیم) کا نقصان پورا کرتا ہے۔ گاجر کا جوس پیکٹین مہیا کرکے آنتوں کو سوزش سے تحفظ دیتا ہے۔ اس کے استعمال سے بیکٹیریائی نشوونما رک جاتی ہے اور قے بند ہوجاتی ہے۔ بچوں کے لیے تو یہ بطور خاص مفید ہے۔ آدھا کلو گاجروں کو 150 ملی لیٹر پانی میں ابالیں کہ یہ نرم ہوجائیں۔ پانی کو نتھار لیں اور آدھا کھانے کا چمچ نمک ڈال کر یہ مشروب ہر آدھے گھنٹے بعد مریض کو دیں۔

پیٹ کے کیڑے

گاجر ہر قسم کے طفیلیوں (جراثیم، بیکٹیریا وغیرہ) کی دشمن ہے۔ چنانچہ بچوں کے پیٹ سے کیڑے خارج کرنے کے لیے بہت مفید ہے۔ ایک چھوٹا کپ کدوکش کی ہوئی گاجر صبح کے وقت کھانا (اس کے ساتھ کسی اور چیز کو نہ شامل کیا جائے تو) پیٹ کے کیڑے تیزی سے خارج ہوجاتے ہیں۔

دیگر استعمال

گاجر کو مختلف طریقوں سے کھایا جاتا ہے۔ اسے سلاد کی صورت میں کچا استعمال کرتے ہیں۔ اسے ابال کر بھی کھایا جاتا ہے اور بھون کر سالن کے طور پر بھی استعمال میں لاتے ہیں۔ اس کا شوربہ اور جوس بھی دنیا بھر میں مقبول ہے لیکن یہ کچی حالت میں زیادہ مفید ہوتی ہے۔ پکانے سے معدنی اجزاء کی بڑی تعداد ضائع ہوجاتی ہے۔ سلاد میں گاجر ایک اہم اور قیمتی جزو ہے۔

⁂

شکریہ ادا کرنے کے فوائد

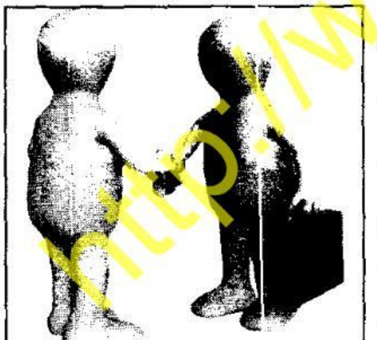

سالگرہ، کرسمس، عیدین اور دیگر اہم تہواروں اور مواقع پر لوگ ایک دوسرے، کو تحائف تو بھیجتے ہیں لیکن تحائف وصول کرنے والے اکثر شکریے کا خط لکھنا بھول جاتے ہیں، لیکن جو لکھتے ہیں ان کے لیے خوشخبری ہے کہ اس کا انہیں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ تحقیق کے مطابق اسی فیصد لوگ کہتے ہیں کہ اگر انہیں شکریے کا خط موصول ہوا تو وہ اگلی مرتبہ کہیں زیادہ بہتر اور مہنگا تحفہ دیں گے۔ اسی طرح پچاس فیصد سے زائد کا کہنا تھا کہ اگر انہیں تحفے کے بدلے شکریے کا خط نہ لکھا گیا تو وہ اگلی مرتبہ نسبتاً سستا تحفہ دیں گے، جبکہ بیس فیصد کا کہنا تھا کہ جو لوگ انہیں شکریے کا خط نہیں لکھتے وہ انہیں دوبارہ کبھی بھی تحفہ نہیں دیتے۔ اکثر نے بتایا کہ شکریے کے خط سے ان کی مراد یہ ہے کہ محض چند الفاظ میں شکریہ ادا کردیا جائے۔ یہی بہت کافی ہے۔

عظیمی

کے اعتماد کے ساتھ

عظیمی لیبارٹریز کا

عرقِ گلاب

AZEEMI
AZEEMI
ROSE WATER
RS. 50

کراچی میں اپنے قریبی اسٹور سے طلب فرمائیں

یا ہوم ڈیلیوری کے لیے رابطہ کریں:

021-36604127

زیتون

صحت اور زیبائش کے لیے موثر پھل

محمد زید بیگ

زیتون کا شمار غیر معمولی خواص کے پھل کے طور پر کیا جائے، تو غلط نہ ہو گا۔ بیشتر خشک اور میدانی علاقوں میں اس کا استعمال کسی نہ کسی انداز میں ضرور کیا جاتا ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کئی جسمانی بیماریوں اور مضر اثرات سے بچاؤ کا نسخہ ایک ہی پھل میں جمع کر دیا ہے۔

زیتون ناصرف صحت کے لیے انتہائی مفید شے ہے بلکہ جلد اور آرائش حسن کے لیے اس کا استعمال عرصہ دراز سے مختلف علاقوں اور خطوں میں مقبول ہے۔ ہزاروں سال سے جلد کی حفاظت کے لیے طبی نسخوں اور آرائش حسن کی اشیاء کی تیاری میں اسی کا استعمال جاری ہے۔ اس کا استعمال کھانوں میں بطور خاص کیا جاتا ہے۔ بالخصوص خشک علاقوں میں یہ بے حد مرغوب غذا ہے۔ تاہم ہر علاقے میں اس کے استعمالات بھی جداگانہ ہیں، جو آب وہوا اور ماحول کے تناسب سے بدلتے رہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ دل کے امراض پر قابو پانے کے لیے اس سے زیادہ فائدہ مند پھل کوئی اور نہیں ہے۔ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ یونان میں دل کے مریضوں کی تعداد میں حیرت انگیز کمی کی وجہ یہ زیتون ہی ہے، جس کا استعمال وہاں ہر گھر میں عام ہے۔

زیتون میں شامل وٹامن کے اور ای، ناصرف جسم میں مدافعتی نظام کو موثر بناتے ہیں بلکہ جگر کے افعال کی درستگی میں بھی انتہائی معاون رہتے ہیں۔ یہ معدے کے لیے بھی بے حد مفید ہے اور تیزابیت اور السر سے بچاؤ میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔۔ اس میں شامل اجزاء ہر عمر میں فائدہ مند ہیں۔ اس کے کھانے کے لیے عمر کی قید نہیں۔ بچے سے لے کر بوڑھے افراد تک سب ہی اسے اپنی غذا میں شامل کر سکتے ہیں۔

ہڈیوں کے کئی امراض کا علاج زیتون کے ذریعے ممکن ہے، جسم کے اعصاب اور دماغ کے لیے زیتون کو فائدہ مند قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جسم کی سوجن سے بچاؤ کے لیے حفاظت بھی کرتا ہے۔

زیتون کے تیل میں بھی بے شمار خصوصیات موجود ہیں۔ زیتون کے آئل میں شامل اومیگا 3 اور اومیگا 6 جیسے اجزاء ہمیں دل کی متعدد بیماریوں سے بچاتے ہیں علاوہ ازیں یہ

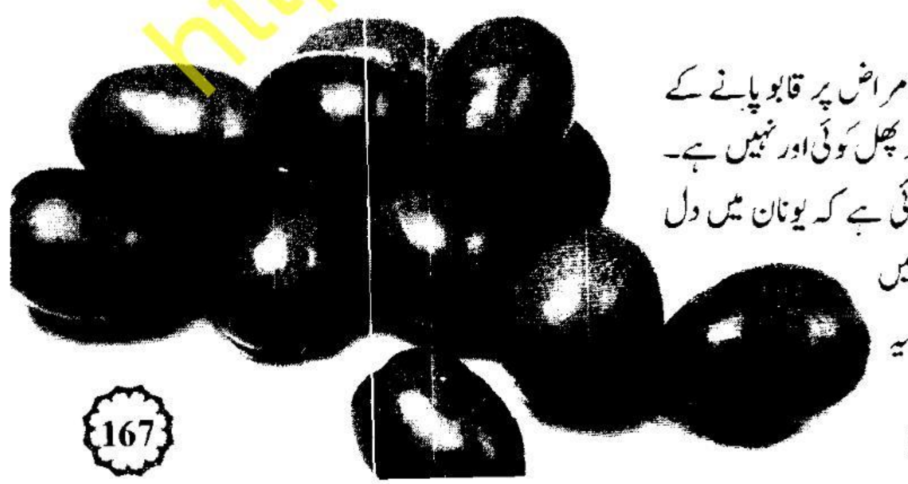

ہمارے جسم میں پائے جانے والے مضر کولیسٹرول سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ اگر زیتون مسلسل استعمال کرایا جائے تو HDL یعنی صحت مند کولیسٹرول کی مقدار بڑھتی رہتی ہے۔

زیتون کے آئل میں پایا جانے والا Anti-Oxidant مادہ بڑھتی ہوئی عمر کے منفی اثرات زائل کرنے کی نمایاں خصوصیت رکھتا ہے تاہم آئل خریدتے وقت خیال رہے کہ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے Virgin Oil لینا ضروری ہے۔ یہ واحد ایسا آئل ہے جو پھل سے کشید ہوتا ہے۔

زیتون کے تیل کی کئی اقسام بتائی جاتی ہیں۔

ایکسٹرا ورجن اولیو آئل

یہ زیتون کی سب سے اعلی شکل ہوتی ہے۔ اس تیل کی خوشبو اور ذائقہ بھی منفرد ہوتا ہے۔ یہ چونکہ غذائی اعتبار سے بھاری تاثیر رکھتا ہے، اس لیے صرف کھانے کو ذائقہ دینے یا سجانے کے لیے ہی اسے استعمال کیا جاتا ہے۔

خالص زیتون کا تیل

یہ ورجن اولیو آئل اور صاف شدہ زیتون کے تیل کی آمیزش سے تیار کیا جاتا ہے۔ اس کی خوشبو اور ذائقہ درمیانی نوعیت کا ہوتا ہے۔ اسے سجاوٹ کے لیے اوپر سے استعمال کرنے کے علاوہ تلنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

زیتون کے گودے کا تیل

اسے زیتون کے گودے کی مدد سے تیار کیا جاتا ہے۔ اسے زیادہ تر کھانوں میں اسے ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

130 ڈگری سینٹی گریڈ سے 190 ڈگری سینٹی گریڈ تک اگر غذا پکانے کے لیے اسے استعمال کیا جائے، تو یہ غذا کو مزید زود ہضم بنا دیتا ہے اور اس کے قدرتی اجزاء کو بھی نقصان نہیں پہنچاتا۔

زیتون کا تیل کبھی بھی غذا میں جذب نہیں ہوتا۔ اس طرح غذا ہلکی اور موثر رہتی ہے اور صحت کو متاثر کرنے کا باعث نہیں بنتی۔

زیتون کے تیل کو ایک سے زیادہ مرتبہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگر اسے، پکانے کے بعد کھانے میں سے نکال کر سوتی یا ململ کے کپڑے میں چھان لیا جائے، تو یہ دوبارہ بسہولت استعمال کیا جا سکتا ہے۔

یہ غذاؤں کے درجہ حرارت کو 190 ڈگری سینٹی گریڈ سے زیادہ بڑھنے نہیں دیتا۔

زیتون کئی امراض میں بھی مفید بتایا جاتا ہے۔

روغن زیتون سب سے زیادہ پیٹ کے امراض کے لیے مفید اور شافی ہوتا ہے۔ یہ جسم کو گرم کرتا ہے، پتھری کو توڑ کر نکالتا ہے اور قبض کشا بھی ہے۔

معدے کے افعال کو درست کرکے روغن زیتون بھوک کو بڑھاتا ہے اور آنتوں کو صاف کرتا ہے۔ پتے کی پتھری بھی روغن زیتون کے استعمال سے ٹوٹ کر خارج ہو جاتی ہے۔

زیتون کا تیل اگر تھوڑی مقدار میں دودھ کے ساتھ ملا کر پئیں تو اس سے بتدریج السر سے نجات مل جاتی ہے اور معدے کی تیزابیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

پیٹ کے اندر اگر فاسد مادے پیدا ہو چکے ہوں یا پیٹ میں کوئی زہریلی شے چلی جائے تو اس کا اثر زائل کرنے کی خاطر زیتون کا تیل بہت موثر اور مفید بتایا جاتا ہے۔

تپ دق جیسے موذی مرض کا علاج بھی بذریعہ روغن زیتون شافی انداز میں کیا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ہر روز تین اونس روغن زیتون براہ راست یا دودھ میں ملا کر پینا ہوتا ہے۔

روغن زیتون کو دمہ کے مرض سے بچنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے شہد اور زیتون کے تیل کو برابر وزن کے ساتھ گرم پانی میں ملا کر پینا چاہیے۔ کافی عرصے مستقل استعمال سے دمہ ختم ہو جاتا ہے۔ نزلہ و زکام اور کھانسی میں بھی آرام آ جاتا ہے۔

زیتون کا تیل پسینہ خارج کرنے کا موجب بنتا ہے۔ جسمانی اعضا کو قوت اور توانائی بخشتا ہے۔

زیتون کے تیل کو جلد کی متعدد بیماریوں کے علاج کے لیے مرہم میں شامل کر کے مفید بنایا جا سکتا ہے۔ یہ جلد کے بیرونی عوارض میں مفید پایا گیا ہے۔ آگ کے جلنے سے بنے ہوئے زخموں، پھوڑے، پھنسیوں، داد اور عام زخم کے علاج کے لیے بھی زیتون کا تیل لگانا فائدہ مند ہوتا ہے۔ زیتون کی مسلسل مالش سے چیچک اور زخم کے داغ دھبے بھی دور ہو جاتے ہیں۔

بالوں کو گرنے سے بچانے کے لیے اور سفید ہونے سے روکنے کی خاطر ہر روز بالوں میں زیتون کا تیل لگانا ایک مفید نسخہ ہے۔

زیتون کے تیل کی باقاعدہ مالش کرنے سے جوڑوں کا درد اور لنگڑی کا درد (عرق النسا) بھی بدستور ختم ہو جاتا ہے۔

بچھو، شہد کی مکھی یا بھڑ وغیرہ کے کاٹے پر روغن زیتون ملنے سے جلد ہی زہر کا اثر زائل ہو جاتا ہے اور درد سے نجات مل جاتی ہے۔

روغن زیتون کا موسم سرما میں استعمال کرنے سے بالوں سے خشکی سکری دور کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

جو لوگ زیتون کے تیل میں کھانا بناتے ہیں وہ لاتعداد عوارض اور بیماریوں سے بچے رہتے ہیں۔

کلونجی کو بھون کر زیتون میں پیس کر مرہم بنا کر اگر پرانی خارش یا فنگس پر لگائیں تو اس سے چند دنوں میں افاقہ محسوس ہوتا ہے۔

زیتون کھائیں یا کھانے پکانے کے لیے اس کا کچھ حصہ روزانہ استعمال کریں آپ حیرت انگیز تبدیلی محسوس کریں گے۔ خون کی شریانوں کا سکڑنا ہو یا دل کا حجم بڑھنا یا پھر والووں کے امراض ان سب میں زیتون کا آئل مددگار ہے۔

زیتون کے آئل کے مسلسل استعمال سے قدرتی طور پر بننے والی انسولین اور جسم میں شکر کی مقدار میں ایک توازن قائم رہتا ہے۔ موثر بہتر کولیسٹرول کو تقویت دیتا ہے۔

موٹاپے میں مبتلا خواتین اسے اپنے لیے موثر دوا ہی سمجھ لیں۔ آپ کم حرارے والی خوراک لے کر

اپنے زائد وزن سے نجات چاہتی ہیں تو صحیح ٹریک پر آیئے اپنی سلاد اور کھانوں وغیرہ میں زیتون کے آئل کی کچھ نہ کچھ مقدار شامل کریں فربہی پر قابو پانا آسان ہو جائے گا۔

خفقان یا بھولنے کی عادت ہو تو زیتون کے آئل کا استعمال مفید ہے۔ دماغ کی کمزوری اور دیگر نقاہتوں کے باعث عام صحت متاثر ہوتی ہے۔ زیتون کے آئل میں پایا جانے والا Oleic Acid آپ کی یادداشت کی کمزوری کو رفع کرتا ہے اور دماغ کے خلیات کو منظم اور مربوط رکھنے کے لیے بھی یہ آئل بہترین ہے۔

زیتون آرائش حسن کی اشیاء کا بھی لازمی جز مانا جاتا ہے۔

اسکالین (آرائش حسن کا جز)

اسکالین زیبائشی مصنوعات کا اہم جز ہے، جو زیتون سے حاصل شدہ ہائیڈرو کاربن کی مدد سے تیار کی جاتی ہے۔ آج زیتون کے ذریعے ہی اس کی تیاری ممکن ہو سکی ہے۔ اس سے پہلے یہ "ویل" اور شارک مچھلی کے جگر سے حاصل شدہ رطوبت سے تیار کی جاتی تھی تاہم اب زیتون بھی اس کی تیاری کا اہم اور بنیادی ذریعہ ہے۔ اسکالین جلد کی قدرتی حفاظت کرنے کے علاوہ اس میں آکسیجن کی آمدورفت کو ممکن بناتی ہیں۔ ساتھ ہی مختلف بیرونی اثرات سے محفوظ رکھنے کا فریضہ بھی سرانجام دیتی ہے۔ یہ مختلف آرائش حسن کی مصنوعات میں لازمی و بنیادی حیثیت رکھتی ہیں مثلاً کلینزنگ، کریم، کلینزنگ ملک، جیس، لپ اسٹکس، موئسچرائزر، اینٹی رنکل، کریم اور بالوں کی خوبصورتی کے لیے خصوصی مصنوعات اسی اسکالین سے تیار کیے جاتے ہیں۔ ایسے میں زیتون کی تجارتی اہمیت کا اندازہ لگانا قطعاً دشوار نہیں ہے۔

زیتون سے خوبصورتی کو اجاگر کرنے کے لیے ذیل میں چند تجاویز دی جارہی ہیں۔

دو پیالی براؤن شوگر میں ایک پیالی زیتون کا تیل ملا کر ایک بوتل میں رکھ لیجیے، اگر نہانے سے آدھے گھنٹے پہلے اسے جسم پر لگایا جائے، تو جلد کی رنگت مزید نکھر جاتی ہے۔

انگلیوں کے پوروں کو اگر زیتون کے تیل میں روزانہ ڈبویا جائے، تو ناخن ٹوٹنے سے محفوظ رہتے ہیں۔

چائے کے تین چمچ زیتون کا تیل اگر نہانے کے پانی میں شامل کر دیا جائے، تو جلد مزید خوبصورت نظر آتی ہے۔

خشکی کے خاتمے کے لیے اگر سر پر زیتون کے تیل کا مساج کیا جائے، تو افاقہ ہوتا ہے۔

بالوں کو چمکدار بنانے اور دو منہ ہونے سے محفوظ رکھنے کے لیے خشک بالوں پر تھوڑا سا زیتون کا تیل لگا کر گرم تولیے میں لپیٹ دیجیے۔ پندرہ منٹ بعد بالوں کو کسی معیاری شیمپو سے دھو لیجیے۔

چکنی جلد پر پچاس گرام بند گوبھی کے پتوں کو زیتون کے تیل میں پیس کر چہرے پر لگائیں۔ پندرہ منٹ بعد نیم گرم پانی سے دھو لیں۔ جلد کی رونق بحال ہو جائے گی۔

روزانہ سونے سے پہلے پیروں پر چائے کا ایک چمچ زیتون کا تیل چھ یا سات قطرے Levendor Oil کے ساتھ لگایئے۔ پیروں کی خشکی دور ہو جائے گی۔ تیل لگانے کے بعد جرابیں ضرور پہن لیں تاکہ

ہیڈ شیٹس خراب نہ ہوں۔

چہرے کی جھریوں کے خاتمے کے لیے چھوٹی گاجروں کو پیس کر پانچ قطرے ورجن اولیو آئل (ورجن زیتون کا تیل) کے ساتھ آنکھوں کے کنارے پر لگائیے۔ پندرہ منٹ بعد ٹھنڈے پانی سے دھو لیجیے۔ روزانہ یہ عمل کرنے سے جھریوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تاہم چہرے پر یہ آمیزہ پانچ منٹ بعد ہٹا دینا بہتر ہے۔

دعوتوں میں جانے سے پہلے اگر چائے کا ایک چمچ زیتون کا تیل پی لیا جائے، تو کھانا معدے پر بوجھ نہیں بنتا۔

اگر چائے کا ایک چمچ زیتون کا تیل روزانہ کافی میں ملا کر پیا جائے، تو دل صحت مند رہتا ہے۔

زیتون کے اتنے فوائد ہونے کے باوجود آج بھی اس کا استعمال ہمارے یہاں کم کیا جاتا ہے۔ یہ تیل ہمارے یہاں عمومی طور پر بہت کم دستیاب ہے اور اس کی وجہ اس کی بہت زیادہ قیمت ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے یہاں لوگوں میں زیتون کی افادیت و مروجہ فوائد سے متعلق آگہی بھی بہت کم ہے۔

⁂

عمارت کے اندر سے گزرنے والی ہائی وے

جاپانی شہر اوساکا جانے والے یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ مشہور ہائی وے ہان شین ایکسپریس وے اچانک ایک عمارت میں گھس جاتی ہے اور دور سے دیکھنے پر یہ نظارہ بہت ہی عجیب و غریب نظر آتا ہے۔ اس عجوبے کو دنیا (Gate Tower Building) کے نام سے جانتی ہے اور یہ اوساکا شہر کی پہچان بن چکا ہے۔ ہان شین ایکسپریس وے 16 منزلہ عمارت کے پانچویں، چھٹے اور ساتویں فلور میں سے گزرتی ہے جبکہ اس سے نیچے اور اوپر کے فلورز پر دفاتر اور دیگر سہولیات واقع ہیں۔ جاپانیوں نے شہر کی مشہور سڑک کو ایک عمارت میں سے کیوں گزارا، اس کی تاریخ بہت دلچسپ ہے۔ جاپان کی ایک مشہور کمپنی 1988ء میں اس جگہ نئی عمارت تعمیر کرنے کی منظوری حاصل کر چکی تھی لیکن بعد ازاں حکومت نے اسی جگہ سے ہان شین ایکسپریس وے کی رابطہ سڑک گزارنے کا منصوبہ بنا لیا لیکن کمپنی یہ جگہ چھوڑنے کو تیار نہ تھی۔ پانچ سال تک کمپنی اور حکومت کے درمیان جھگڑا چلتا رہا اور بالآخر یہ طے پایا کہ عمارت بھی بنے گی اور سڑک بھی گزرے گی اور اس کے لیے یہ حل نکالا گیا کہ عمارت کے تین فلورز میں سے رابطہ سڑک گزار دی جائے گی۔ اس سڑک کے لیے عمارت کے باہر خصوصی ستون بنائے گئے تاکہ اس کا بوجھ عمارت پر نہ آئے اور سڑک کے گرد ایک خول تعمیر کیا گیا ہے تاکہ عمارت گاڑیوں کے شور سے محفوظ رہے۔ اس عجیب و غریب منصوبے کا افتتاح فروری 1992ء میں کیا گیا اور اب اسے تاریخی اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔

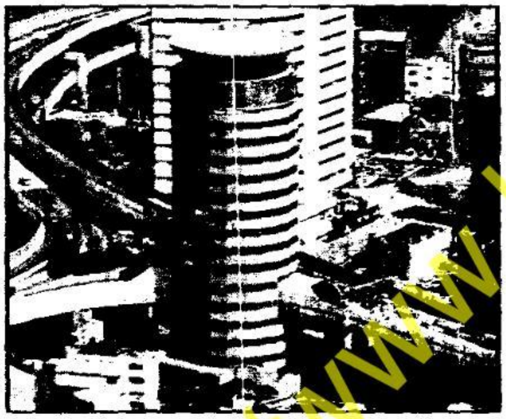

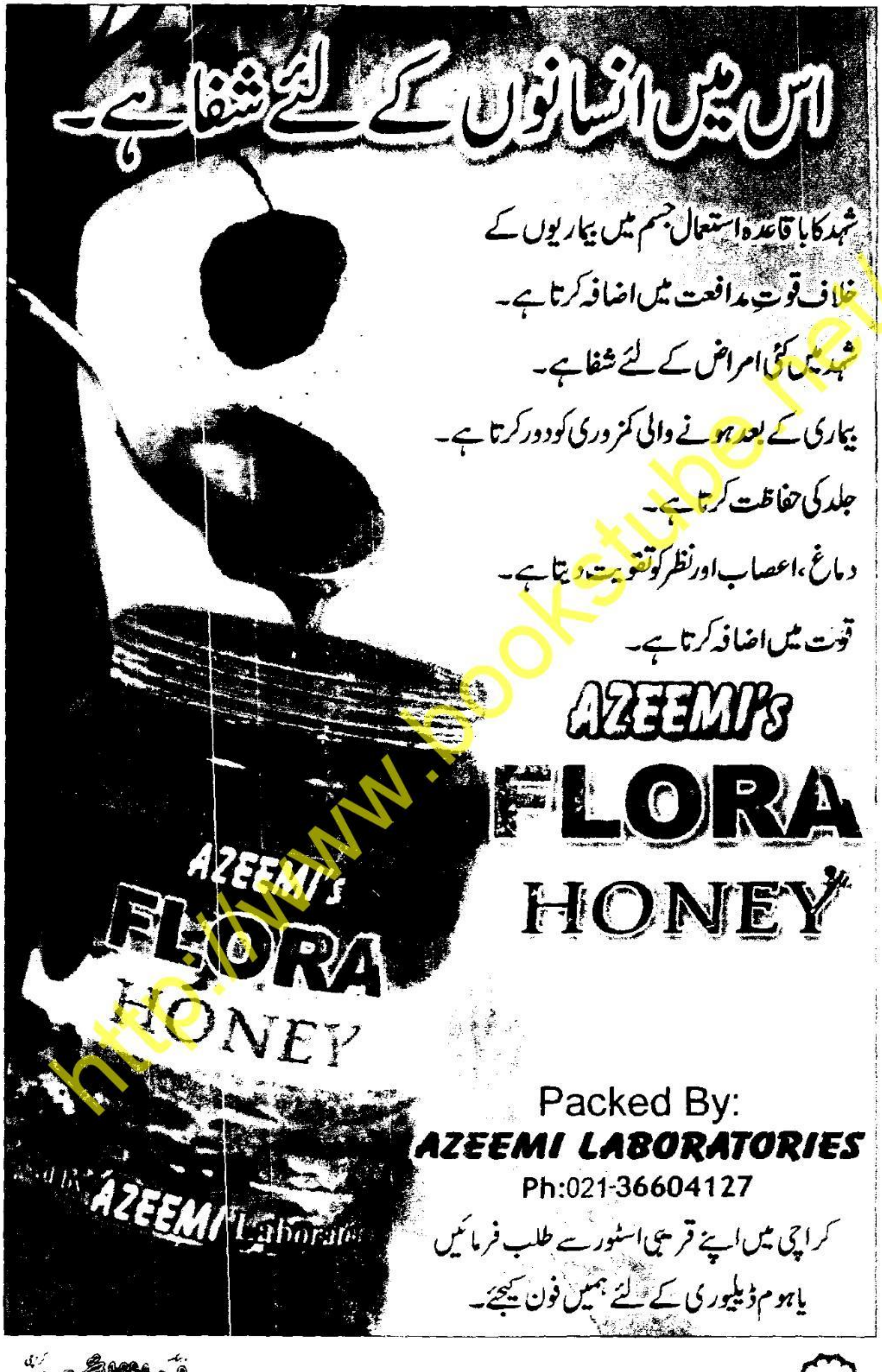

اس میں انسانوں کے لئے شفا ہے۔

شہد کا باقاعدہ استعمال جسم میں بیماریوں کے
خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔

شہد میں کئی امراض کے لئے شفا ہے۔

بیماری کے بعد ہونے والی کمزوری کو دور کرتا ہے۔

جلد کی حفاظت کرتا ہے۔

دماغ، اعصاب اور نظر کو تقویت دیتا ہے۔

قوت میں اضافہ کرتا ہے۔

AZEEMI'S
FLORA
HONEY

Packed By:
AZEEMI LABORATORIES
Ph:021-36604127

کراچی میں اپنے قریبی اسٹور سے طلب فرمائیں
یا ہوم ڈیلیوری کے لئے ہمیں فون کیجئے۔

دسترخوان

فلک ناز

لذیذ اور غذائیت سے بھرپور نئی ڈشوں کی یہ ترکیبیں آپ کے دسترخوان کی رونق میں اضافہ کردیں گی۔

سردیوں کی سوغات

گرما گرم سوپ

مکئی اور مٹر کا سوپ

اشیاء: کارن (مکئی دانے) ایک کپ، مٹر ایک کپ (چھلے ہوئے)، پانی تین گلاس، ادرک کا پیسٹ ایک چائے کا چمچ، دودھ آدھا کپ، نمک، کالی مرچ حسب ذائقہ، گارنشنگ کے لیے لیموں کے لچھے۔

ترکیب: مکئی کے دانوں (کارن) اور مٹر کو ملا کر ابالیں حتیٰ کہ وہ گل جائیں۔ اس میں دودھ، ادرک کا پیسٹ، نمک اور کالی مرچ ملا دیں۔ اس وقت تک ابالیں کہ گاڑھا ہوجائے۔ اگر سوپ مناسب حد تک گاڑھا نہیں ہوتا تو اس میں آپ کارن فلور ملا سکتی ہیں۔ کریم اور لیموں کے لچھوں سے گارنش کرکے گرما گرم سرو کریں۔

چکن ایگ سوپ ودھ کروٹونز

اشیاء: مرغی کا گوشت 250 گرام، انڈے دو عدد، نمک حسب ذائقہ، سفید مرچ پاؤڈر ایک چوتھائی چائے کا چمچ، چینی ایک چائے کا چمچ، چائنیز نمک آدھا چائے کا چمچ، کھانے کا پیلا رنگ ایک چٹکی، کارن فلور چار کھانے کے چمچ۔

گارنشنگ کے لیے بریڈ کروٹونز ایک کپ، انڈا (ابلا ہوا) ایک عدد۔

ترکیب: گوشت میں پانچ کپ پانی ڈال کر ابال لیں۔ اس کے بعد ابلے ہوئے گوشت کے چھوٹے ٹکڑے کرلیں، یخنی کو چھان کر سوس پین میں ڈالیں اور درمیانی آنچ پر پکائیں۔ اس میں نمک، کھانے کا پیلا رنگ، سفید مرچ پاؤڈر، چینی، چائنیز نمک اور گوشت ڈال دیں، ابال آنے پر کارن فلور پانی میں گھول کر ڈالیں۔ گاڑھا ہوجائے تو انڈے پھینٹ کر ڈالیں چولہا بند کردیں۔

بریڈ کروٹونز بنانے کے لیے بریڈ کے سلائس چھوٹے کاٹ کر فرائی کرلیں۔ اب سوپ بریڈ کروٹونز ابلے ہوئے انڈے کے ساتھ سرو کریں۔

ملی گٹانی سوپ

اشیاء: مرغی کی یخنی چار کپ، پیاز درمیانی ایک عدد (باریک کاٹ لیں)، تیل یا مکھن دو کھانے کے چمچ، بیسن چار کھانے کے چمچ، سرخ مرچ ایک چائے کا چمچ (پسی ہوئی)، ہلدی ایک چائے کا چمچ (پسی ہوئی)، کری پتہ تین یا چار عدد، تیز پات دو ٹکڑے، سرکہ ایک کھانے کا چمچ، لہسن، ادرک پسا ہوا آدھا کھانے کا چمچ، لیموں کا رس

ایک کھانے کا چمچ، ٹماٹر ایک عدد (کاٹ لیں)۔

ترکیب: تیل گرم کرکے پیاز کو ہلکا سا براؤن کرلیں، لہسن، ادرک فرائی کرکے اس میں سرکہ ملا دیں، اب سارے مسالوں کو ملا کر اس میں یخنی شامل کردیں۔ یخنی میں جب اچھی طرح جوش آجائے تو بیسن کو آدھی پیالی پانی میں گھول لیں اور اس بیسن کو یخنی میں ڈال کر یخنی میں چمچ چلاتی رہیں تاکہ بیسن جمنے نہ پائے۔ یخنی قدرے گاڑھی ہوجائے تواسے چولہے سے اتار کر چھان لیں اور اس میں لیموں کا رس شامل کردیں۔

سوپ کو پیالے میں نکال کر تھوڑی سی ابلی ہوئی مرغی اور ابلے ہوئے چاول ڈال کر پیش کریں۔

پراؤن سوپ

اشیاء: پراؤن 225 گرام (اچھی طرح صاف کرلیں)، مچھلی کی یخنی تین چوتھائی کپ، مکھن تین کھانے کے چمچ، پیاز (باریک چوپ کرلیں) ایک عدد، سرخ مرچ ایک عدد (بیج نکال کر باریک چوپ کرلیں)، لہسن کا جوا (پیس لیں) ایک عدد، سیلیری دو عدد (باریک چوپ کرلیں)، رائی ایک چٹکی، پیپریکا دو چائے کے چمچ، میدہ تین کھانے کے چمچ، تھائم ایک کھانے کا چمچ، تیزپات ایک عدد، نمک حسب ذائقہ، سفید مرچ پاؤڈر حسب ذائقہ، ہری پیاز دو عدد (ہرا حصہ چوپ کرلیں)۔

ترکیب: ایک پتیلی میں مکھن پگھلا کر اس میں پیاز، سرخ مرچ، سیلیری اور لہسن ڈال کر نرم ہونے تک تلیں۔ اب اس میں رائی، پیپریکا اور میدہ شامل کرکے درمیانی آنچ پر تین منٹ کے لیے پکائیں۔ چمچ چلاتی رہیں۔ اس کے بعد اس میں مچھلی کی یخنی شامل کرتی جائیں اور ساتھ ساتھ اچھی طرح مکس کرتی جائیں۔ تھائم اور تیزپات ڈال کر ابالیں۔ ابال آنے کے بعد آنچ کم کرکے پانچ منٹ تک پکائیں اور وقتاً فوقتاً چمچ چلائیں۔ پراؤن شامل کریں اور گولڈن ہونے تک پکائیں۔ اب حسب ذائقہ نمک اور سفید مرچ پاؤڈر شامل کریں۔ سرونگ ڈش میں نکال کر پراؤن اور ہری پیاز سے گارنش کرکے سرو کریں۔

فرنچ اونین سوپ

اشیاء: چکن کی یخنی تین سے چار پیالی، پیاز (چوپ کی ہوئی) ایک عدد درمیانی، سفید مرچ پسی ہوئی ایک چائے کا چمچ، میدہ دو کھانے کے چمچ، کیریمل سیرپ دو کھانے کے چمچ، چیز (کش کیا ہوا) آدھی پیالی، ڈبل روٹی کا سلائس ایک عدد، اولیو آئل دو سے تین کھانے کے چمچ۔

اشیاء: آدھا کلو مرغی کی ہڈیوں کو ایک پین میں چھ سے آٹھ پیالی ابلتے ہوئے پانی میں ڈالیں اور تیز آنچ پر پہلا ابال آنے پر اوپر سے جھاگ نکال دیں (تاکہ ہیک نہ آئے) پھر آنچ ہلکی کرکے اتنی دیر ڈھک کر پکائیں کہ یخنی تین سے چار پیالی رہ جائے۔ چھوٹے سائز کے فرائینگ پین میں دو کھانے کے چمچ چینی پھیلا کر ڈالیں۔ ہلکی آنچ پر بغیر چمچ لگاتے ہوئے اس کو براؤن کرلیں پھر اس میں دو کھانے کے چمچ پانی ڈال کر چینی گھلنے تک پکائیں تو کیریمل سیرپ بن جائے گا۔ ایک علیحدہ پین میں اولیو آئل ڈال کر پیاز کو براؤن کرلیں اور اس میں میدہ ڈال کر خوشبو آنے تک بھونیں، لکڑی کا چمچ چلاتے ہوئے تھوڑی تھوڑی کرکے یخنی شامل کردیں، پھر اس میں کیریمل سیرپ، نمک اور سفید مرچ ڈال دیں۔ درمیانی آنچ پر آٹھ سے دس منٹ پکا کر اوون پروف ڈش میں نکال لیں۔ ڈبل روٹی کے سلائس کو گول کاٹ کر ڈش کے اوپر رکھیں چیز چھڑک کر اوون کی گرل چلا کر اتنی دیر رکھیں کہ اوپر سے سنہرا ہوجائے۔ اوون سے نکال کر پارسلے چھڑک کر گرم سرو کریں۔

*

جسم کے عجائبات

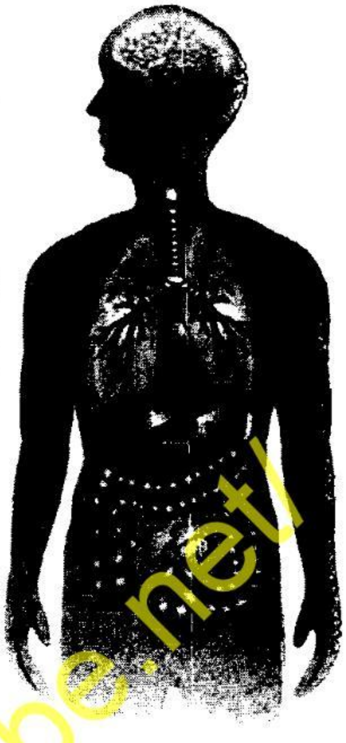

انسانی جسم بظاہر ایک سادہ سی چیز ہے مگر اس کے اندر ایک کائنات چھپی ہوئی ہے۔ یوں تو پورا جسم ایک قدرتی نظام کا پابند ہے مگر ہر عضو کا ایک اپنا باقاعدہ واضح نظام بھی ہے۔ ہر نظام ایک نہایت ہی حیرت انگیز طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔

"جسم کے عجائبات" کے عنوان سے محمد علی سید صاحب کی تحقیقی کتاب سے انسانی جسم کے اعضاء کی کہانی ان کی اپنی زبانی قارئین کی دلچسپی کے لیے ہر ماہ شائع کی جارہی ہے۔

محمد علی سید

سائنس کے زمانۂ جاہلیت میں مجھے ایک قطعی ناکارہ چیز سمجھا جاتا تھا۔ پھر وقت بدلا اور میں میڈیکل ریسرچ کا سب سے اہم موضوع بن گیا۔ اب سائنس دانوں کا خیال ہے کہ میں الرجی، کینسر، جوڑوں کی بیماری، بڑھتی ہوئی عمر کے اثرات اور کئی دوسرے امراض کے جانتے میں ممکنہ طور پر بڑا اہم کردار ادا کر سکتا ہوں۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

زخم کے گرد لڑی جانے والی کیمیائی جنگ میں ہلاک ہونے والے جراثیم اور جنگ میں کام آنے والے سفید خلیوں (میکروفے جز) کی لاشوں کو ٹھکانے لگانا، فیکوسائٹس نامی سفید خلیوں کا کام ہے۔ سفید خلیے یہاں پہنچتے ہی مردہ جراثیم اور خلیوں کو کھانا شروع کر دیتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے میدان جنگ ان لاشوں سے صاف ہو جاتا ہے۔

آپ کی انگلی پر آنے والا زخم چند دنوں میں ٹھیک ہو جاتا ہے اور آپ کو پتا بھی نہیں چلتا کہ اس زخم کے ذریعے کتنے لاکھ جراثیم اندر داخل ہوئے تھے اور جسم کے اندر کیسا معرکہ کارن پڑا تھا۔ آپ کو زندہ رکھنے کے لیے کتنے لاکھ سفید خلیوں نے اپنی جان کی قربانی پیش کی اور جسم کے متعلقہ نظام نے اس زخم کو کس خوبصورتی سے بھر دیا۔

جسم کا دفاعی نظام دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک دفاعی نظام کا "جی۔ ایچ کیو" غالباً آپ کی آنت کے اندر واقع ہے۔

یہ زیادہ تر بیکٹیریاز اور وائرس کے حملوں کے خلاف دفاعی جنگ لڑتا ہے۔ دوسرے دفاعی نظام کا ہیڈ کوارٹر آپ مجھے یعنی اپنے تھائی مس کو کہہ سکتے ہیں۔ میرے لڑاکا خلیے لمفوسائٹس بیکٹریاز اور وائرس کی بعض اقسام کے خلاف تو جنگ لڑتے ہی ہیں لیکن ان کی بنیادی ذمہ داری الرجی کے اجزاء فنگس (پھپھوندی) اور اجنبی بافتوں کے خلاف مزاحمت کرنا ہے۔

اعضا کی تبدیلی آج کل معمول کی بات ہے لیکن ایسے آپریشن کی صورت میں ڈاکٹر مریض کو بے ہوش کرنے سے بہت پہلے مجھے اور میرے نظام کے دوسرے حصوں کو بے ہوش کر دیتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر ہم جاگ رہے ہوں تو جسم کے اندر کسی اجنبی بافتے، کھال یا عضو کا زیادہ دیر زندہ رہنا ممکن نہیں۔

ہماری بے ہوشی کی حالت میں اعضا کی پیوند کاری تو ہو جاتی ہے لیکن ہمارے عارضی طور پر معطل ہو جانے کے سبب بیرونی حملہ آوروں کو جسم میں داخلے کی کھلی چھٹی مل جاتی ہے اور اکثر مریض نئے تبدیل شدہ اعضا سمیت جلد ہی قبر کے اندر پہنچ جاتے ہیں۔

بڑھتی عمر کے ساتھ جسم کا دفاعی نظام بھی کمزور پڑنے لگتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ کسی شخص کو اچانک ہی کینسر ہوا اور پھر اچانک ہی کسی سبب کے بغیر پراسرار طریقے پر ختم ہوگیا۔ ایسا دو وجوہات سے ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ ممکن ہے کہ مریض کے جسم کے اندر دفاعی نظام کسی بھی سبب سے کچھ عرصے کے لیے معطل ہوگیا۔ اس عرصے میں کینسر کے خلیوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا لیکن اس سے پہلے کہ کینسر مزید ہاتھ پاؤں پھیلاتا، جسم کا دفاعی نظام عارضی نیند سے بیدار ہو کر پوری شدت سے کینسر کے خلیوں پر حملہ آور ہوگیا اور اس نے کینسر کا خاتمہ کر ڈالا۔

ایسا بھی ہو سکتا ہے کینسر کے آپریشن کے بعد رسولی (ٹیومر) کو نکال دیا گیا۔ کچھ دن بعد کینسر کا دوبارہ حملہ ہوا لیکن کسی علاج کے بغیر خود ہی اس کا خاتمہ ہوگیا۔

یہ سوال بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ جسم کا یہ دفاعی نظام بغیر کسی سبب کے اچانک ہی کام کرنا کیوں چھوڑ دیتا ہے اور پھر بغیر کسی ظاہری وجہ کے دوبارہ کیوں کام کیوں شروع کر دیتا ہے!

اس کا سبب یقینی طور پر یہ ہے کہ ایک ان دیکھا ہاتھ اس نظام ہستی کو چلا رہا ہے۔ ایک مشہور قول ہے کہ زندگی اور موت، صحت اور بیماری اللہ کے ہاتھ میں ہے تو اس قول کی تفسیر جسم کے دفاعی نظام کے خود بہ خود معطل ہو جانے اور خود بہ خود دوبارہ متحرک ہو جانے میں پوشیدہ ہے۔

اسی طرح کا معاملہ ہڈیوں کے گودے کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ ہڈیوں کا گودا اکثر بلا کسی سبب کے سفید خلیے بنانے کی ترکیب بھول جاتا ہے۔ اس کا علاج گودے (Bone Marrow) کی تبدیلی کا آپریشن ہے۔

اس پیچیدہ اور مشکل آپریشن پر ان دنوں کم و بیش ستر اسی لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں۔

میرے لڑاکا خلیے لمفوسائٹس اکثر ضرورت سے

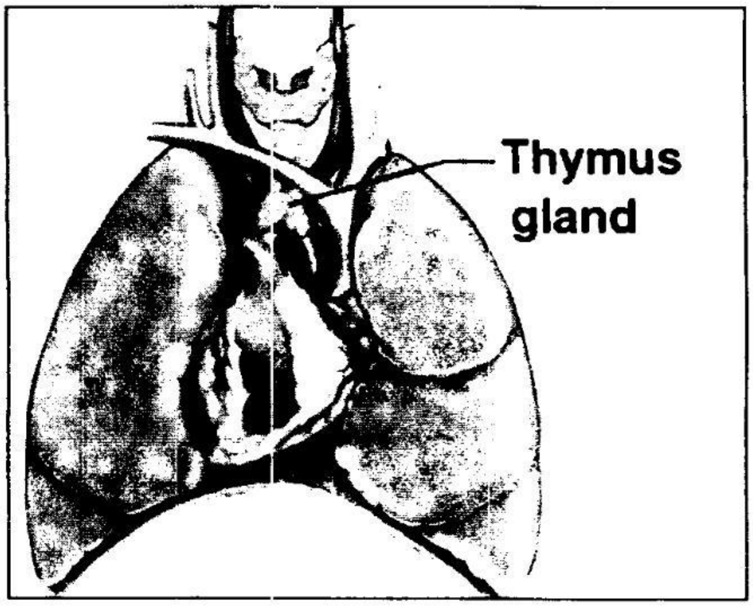

زیادہ رد عمل ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ یہ ذرا ذرا سی بات پر مشتعل ہو کر جسم میں داخل ہونے والے اجنبی اجزاء پر حملہ آور ہوتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی نامعلوم وجوہات کی بناء پر اپنے ہی جسم کے حصہ کو غیر سمجھ کر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ ان کا یہ جارحانہ حملہ جوڑوں کی بیرونی جھلی میں سوزش اور جوڑوں میں شدید درد کا سبب بنتا ہے۔ جوڑوں کے درد کی بیماری (Rheumatoid Arthritis) اسی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ مستقبل میں ماہرین حیاتیات میرے لمفوسائٹس کے اس ''اشتعال'' پر قابو پانے کا کوئی طریقہ ڈھونڈ سکے تو ممکن ہے جوڑوں کے درد کی بیماری کا خاتمہ ہی ہو جائے۔

لاکھوں کھربوں جراثیمی دشمنوں سے تو میں ساری زندگی مقابلہ کر سکتا ہوں لیکن میری سب سے بڑی کمزوری یا میرے لیے سب سے بڑا خطرہ ذہنی دباؤ ہے۔ ذہنی دباؤ جسم کے دوسرے اعضا کے ساتھ ساتھ مجھے خاص طور پر شدید نقصان پہنچاتا ہے جب کسی ملک کے ''جی۔ ایچ۔ کیو'' میں گڑبڑ ہونے لگے تو مستقبل کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔

ذہنی دباؤ جسم کے اندرونی اعضا کی کارکردگی کو اس قدر غیر محسوس طریقے پر متاثر کرتا ہے کہ جب اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں تو علاج مشکل اور اکثر ناممکن ہو جاتا ہے۔ یہ ذہنی دباؤ بلند آوازوں کے شور یا خوف سے بھی پیدا ہو سکتا ہے اور شدید ذہنی و جسمانی تھکن اور کسی بیماری کے سبب بھی۔ اس کے علاوہ احساس جرم، نفرت، حسد، جذبہ انتقام اگر طویل عرصے تک ذہن پر طاری رہے تو ذہنی دباؤ کی اس کیفیت کو پیدا کر سکتا ہے۔

یہ ذہنی دباؤ اگر ایک حد سے بڑھ جائے تو میں (یعنی آپ کا تھامس) چند ہی دنوں میں سکڑ کر رہ جاتا ہوں اور آپ کے جسم کو دفاع کے لیے ''بیرونی امداد'' پر تکیہ کرنا پڑتا ہے اور ''بیرونی امداد'' کن شرائط و مسائل سے مشروط ہوتی ہے ان کے بارے میں آپ جانتے ہی ہیں!

ویسے ایک دلچسپ بات بتاؤں کہ ذہنی دباؤ سے متاثر ہونے کے ساتھ ساتھ میں اسے کم کرنے میں بھی کچھ کردار ادا کرتا ہوں۔

لڑاکا کمانڈو خلیے فیگو مائٹس جنہیں پہلے صرف میں تیار کیا کرتا تھا ان کی تیاری اب جسم کے دوسرے حصوں (تلی وغیرہ) میں بھی ہو رہی ہے۔ شروع میں ان فوجی چھاؤنیوں نے میری ہی کوششوں سے کام کا آغاز کیا تھا لیکن یہ فیکٹریاں اب اپنے قدموں پر کھڑی ہو چکی ہیں۔

اس کے باوجود اگر میرے قریب رونما ہونے والی کوئی رسولی (ٹیومر) مجھے تباہ کردے تو بے شمار مہلک بیماریاں جسم پر بہ یک وقت حملہ آور ہو سکتی ہیں۔ مثلاً انگلیوں کے ناخنوں پر فنگس (پھپھوندی) کا حملہ ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ناخن کناروں پر سے گلنا شروع ہو جائیں گے۔ فنگس کا حملہ منہ پر ہو سکتا ہے۔ یہ فنگس انفیکشن انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جسم کے پٹھوں میں سوزش اور کمزوری کے علاوہ ایسے تکلیف دہ جسمانی امراض بھی رونما ہو سکتے ہیں کہ انسان اپنی زندگی سے عاجز آجائے۔

یہ ہے میری کہانی لیکن یہ کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی اس لیے کہ سائنس دان ابھی مجھے مکمل طور پر سمجھ ہی کہاں پائے ہیں۔ آنے والے زمانوں میں میرے اور بہت سے حیران کن کارنامے سامنے آئیں تو ممکن ہے میرے دریافت شدہ کارنامے ان کے سامنے ماند پڑ جائیں۔

ابھی حال ہی میں ماہرین حیاتیات نے میرے ایک ہارمون کا پتا چلایا ہے۔ تھائی موسن (Thymosin) نامی اس ہارمون کو میں ہی تیار کرتا ہوں۔ یہ ہارمون دوران خون میں شامل ہو کر جسم کے پورے دفاعی نظام (Immunity System) کو فعال و متحرک کرتا ہے۔ اس ہارمون کے موصول ہوتے ہی آپ کی تلّی (Spleen) اور لمفو سائٹس تیار کرنے والے دوسرے کارخانے اپنی پیداوار میں اضافہ کردیتے ہیں تاکہ خطرے کی صورت میں دشمن کے خلاف مناسب تعداد میں فوجی دستے روانہ کیے جا سکیں۔

تاب کاری (Radiation) کے ذریعے زیادہ عرصے تک کے علاج میں جسم کے دفاعی نظام کو شدید نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لمفو سائٹس نامی خلیوں کی پیداوار مکمل طور پر بند ہو جاتی ہے۔ تلی اور میرے نظام کے دوسرے اعضا کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسی خطرناک صورتحال میں میرا تیار کردہ یہ ہارمون (Thymosin) زندگی کی بقا کا ضامن بن جاتا ہے۔

اس ہارمون کے خون میں شامل ہوتے ہی بند کارخانے دوبارہ چلنے لگتے ہیں اور بہت جلد لمفو سائٹس کی اتنی تعداد جسم کو دستیاب ہو جاتی ہے جو اسے جراثیمی حملوں سے محفوظ رکھ سکے۔

بڑھتی عمر کے اثرات مجھے بھی متاثر کرتے ہیں۔ پچاس سال کی عمر کے بعد میری پیداوار تقریباً ختم ہو جاتی ہے لیکن میرا پیدا کردہ یہ ہارمون بڑھتی عمر کے اثرات کو کم کرنے میں بھی کوئی کردار ادا کرتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ میں انسانی جسم کا ایک ایسا عضو ہوں جو سائنس دانوں کے لیے ابھی تک ایک معمہ بنا ہوا ہے۔

سائنس دان اس معمے کو حل کرنے میں جٹے ہوئے ہیں۔ بہر حال میں، تو اپنی اہمیت اس وقت بھی جانتا تھا جب سائنس ابھی زمانہ جاہلیت سے گزر رہی تھی، اب دیکھنا یہ ہے کہ آج کی ترقی یافتہ سائنس کوزے میں بند اس سمندر کی تہہ تک پہنچنے میں مکمل کامیابی کب حاصل کرتی ہے۔

(جاری ہے)

* * *

قرآنی انسائیکلوپیڈیا

قرآن پاک رشد وہدایت کا ایسا سرچشمہ ہے جو ابد تک ہر دور اور ہر زمانے میں انسان کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ یہ ایک مکمل دستورِ حیات اور ضابطۂ زندگی ہے۔ قرآنی تعلیمات انسان کی انفرادی زندگی کو بھی صراطِ مستقیم دکھاتی ہیں اور معاشرے کو اجتماعی زندگی کے لیے رہنما اصول سے بھی واقف کراتی ہیں۔

بَیْنُ

عربی زبان میں بین کے معنی دو چیزوں کے درمیان اور وسط کے ہیں، دو زمینوں کے درمیانی فاصلے اور حد کو بھی بین کہا جاتا ہے، لغوی اعتبار سے کسی چیز کا جُدا یا الگ الگ ہونا، کسی چیز کا الگ سے ظاہر ہونا بھی اس کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی وجہ کسی بات کا کھُل کر سامنے آجانا، کھلی آنکھوں سے ظاہر ہو جانا، وضع اور نمدار ہو جانا بھی بیّن کے معنی میں آتا ہے، اسی طرح کسی مسئلہ کا اظہار اور وضاحت بیان کہلاتی ہے اور ایسی دلیل جو عقلی طور پر واضح ہو بیّنات کہا جاتا ہے۔ اردو زبان میں اس لفظ کے اخذ الفاظ مثلاً بین، (بین الاقوامی، بین الممالک)، مابین السطور، بیّنات، مبین، بیان، مبینہ وغیرہ مستعمل ہیں۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بَيَّنَّا. بَيَّنَّاهُ. بَيَّنُوا. لأُبَيِّنَ. لِتُبَيِّنَ. لَتُبَيِّنُنَّهُ . نُبَيِّنَ. لِنُبَيِّنَهُ. يُبَيِّن. يُبَيِّنَنَّ. يُبَيِّنُهَا. يُبِينُ. تَبَيَّنَ. تَبَيَّنَتْ. يَتَبَيَّنَ. تَبَيَّنُوا. تَسْتَبِينَ. بَيِّنٍ. بَيِّنَةٌ. بَيِّنَاتٌ. مُبَيِّنَةٍ. مُبَيِّنَاتٍ. مُبِين. مُبِينًا. الْمُسْتَبِينَ. بَيَان. بَيَانَهُ. تِبْيَانًا. بَيْنِ. بَيْنَكَ. بَيْنَكُمْ. بَيْنَنَا. بَيْنَهُ. بَيْنَهَا. بَيْنَهُمْ. بَيْنَهُمَا. بَيْنَهُنَّ اور بَيْنِي کی صورت میں کُل 523 مرتبہ آیا ہے۔

اس میں سب سے زیادہ الفاظ مُبین (106 مرتبہ). بین (88 مرتبہ). بینھم (64 مرتبہ). بیّنات 52 مرتبہ. بینکم (39 مرتبہ) اور بینھما (32 مرتبہ) استعمال ہوئے ہیں۔

ترجمہ: ”جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان (**بَيْنَهُمَا**) ہے چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا وہ (جس کا نام) رحمٰن (یعنی بڑا مہربان) ہے تو اس کا حال کسی باخبر سے دریافت کرلو۔ [سورۂ فرقان (25) آیت:59]

ترجمہ: ”یعنی آسمان اور زمین کا اور جو ان دونوں کے درمیان (**بَيْنَهُمَا**) ہے سب پروردگار کا ہے تو اسی کی عبادت کرو اور اسی کی عبادت پر ثابت قدم رہو۔ [سورۂ مریم (19) آیت:65]

ترجمہ: ”اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان (**بَيْنَ**) گھرے رہتے ہیں عقلمندوں کے لئے (خدا کی قدرت کی) نشانیاں ہیں“۔ [سورۂ بقرہ (2) آیت:164]

ترجمہ: ”کیا انہوں نے اپنے دل میں غور کیا کہ خدا نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان (**بَيْنَهُمَا**) ہے ان کو حکمت سے اور ایک وقت مقرر تک کے لئے پیدا کیا ہے“۔ [سورۂ روم (30) آیت:8]

ترجمہ: ”ان دونوں بہشتیوں اور دوزخیوں کے درمیان (**بَيْنَهُمَا**) ایک دیوار ہوگی اور اعراف پر کچھ آدمی ہونگے جو سب کو ان کی صورتوں سے پہچان لیں گے۔ [سورۂ اعراف (7) آیت:46]

بین کا لفظ وہاں استعمال ہوتا ہے جس میں فاصلہ اور مسافت پائی جاتی ہو، مثلاً! زمین و آسمان یا دو شہروں کے درمیان، اور دو لوگوں اور قوم کے درمیان بھی.... جیسا کے دو قوموں کے درمیان صلح یا فیصلہ کرنا ہو....

ترجمہ: ” تو خدا سے ڈرو اور آپس میں (**بَيْنَهُمْ**) صلح رکھو۔ اور اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلو“۔ [سورۂ انفال (8) آیت:1]

ترجمہ: ” خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں (**بَيْنَ**) فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو“۔ [سورۂ نساء (4) آیت:58]

ترجمہ: ”جس بات میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں خدا قیامت کے دن اس کا ان میں (**بَيْنَهُمْ**) فیصلہ کر دے گا“۔ [سورۂ بقرہ (2) آیت:113]

ترجمہ: ” (اے پیغمبر ﷺ) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ خدا کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے درمیان (**بَيْنَ**) فیصلہ کرو“۔ [سورۂ نساء (4) آیت:105]

ترجمہ: ” تاکہ جن امور میں لوگ اختلاف کرتے تھے ان کا ان میں (**بَيْنَ**) فیصلہ کر دے اور اس میں اختلاف بھی انہیں لوگوں نے کیا جن کو کتاب دی گئی تھی باوجودیکہ انکے پاس واضح (**الْبَيِّنَاتُ**) احکام آچکے تھے (اور یہ اختلاف انہوں نے صرف) آپس کی (**بَيْنَهُمْ**) ضد سے

کیا“۔[سورۂ بقرہ(2) آیت:213]

ترجمہ: ”اور اگر تم میں سے ایک جماعت میری رسالت پر ایمان لے آئی اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صبر کئے رہو یہاں تک کہ خدا ہمارے (بَیْنَنَا) اور تمہارے درمیان (بَیْنَنَا) فیصلہ کردے۔ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔[سورۂ اعراف(7) آیت:87]

ترجمہ: ”ہمارے درمیان (بَیْنَنَا) اور تمہارے درمیان (بَیْنَنَا) خدا ہی گواہ کافی ہے“۔ [سورۂ یونس(10) آیت:29]؛[سورۂ رعد(13) آیت:43]؛[سورۂ بنی اسرائیل(17) آیت:96]

بین سے ایک مراد میانہ روی اور اعتدال کا راستہ بھی ہے، اس دنیا میں انسان کے سامنے دسیوں راستے پائے جاتے ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ صراط مستقیم کے انتخاب اور اس پر باقی رہنے کے لیے خدا سے مدد مانگے۔ صراط مستقیم یعنی درمیانہ اور حد اعتدال کا راستہ، ہر طرح کے افراط و تفریط سے پرہیز کا راستہ ہے، چاہے عقیدتی اعتبار سے ہو یا عملی اعتبار سے۔ جیسا کہ ان آیات میں افراط و تفریط چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

ترجمہ: ”کہہ دو کہ تم خدا کو اللہ (کے نام سے) پکارو یا رحمان (کے نام سے) جس نام سے پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں۔ اور نماز نہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ آہستہ بلکہ اس کے بیچ (بَیْنَ) کا طریقہ اختیار کرو۔“ [سورۂ بنی اسرائیل(17) آیت:110]

ترجمہ: ”کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے درمیان (بَیْنَنَا) اور تمہارے درمیان (بَیْنَکُمْ) یکساں (تسلیم کی گئی ہے) اس کی طرف آؤ“۔[سورۂ آلِ عمران(3) آیت: 64]

ترجمہ: ” محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں (بَیْنَهُمْ) رحم دل ہیں“۔[سورۂ فتح(48) آیت: 29]

ترجمہ: ”اور خدا (کے نام) کو اس بات کا حیلہ نہ بنانا کہ (اس کی) قسمیں کھا کھا کر سلوک کرنے اور پرہیز گاری کرنے اور لوگوں میں (بَیْنَ) صلح و سازگاری کرانے سے رک جاؤ“۔ [سورۂ بقرہ 2 آیت:224]

ترجمہ: ”اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کے کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ (بَیْنَ) نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم“۔[سورۂ فرقان(25) آیت: 67]

اسی طرح بان، بیّن، استبان، اور تبیّن کے معنی ظاہر، عیاں، صاف واضح اور آشکار ہو جانے کے ہیں۔ مثلاً اللہ کے احکام، اس کی آیات، خالقیت کی نشانیاں، پیغمبروں کے معجزات، نے ڈھکے چھپے نہیں بلکہ واضح انداز میں بیان کر دئے ہیں۔ اللہ نے ہدایت اور گمراہی کی راستے کو الگ الگ ظاہر کر دیا ہے۔

ترجمہ: ”دین میں زبردستی نہیں ہے ہدایت (صاف) طور پر ظاہر (تَبَيَّنَ) اور گمراہی سے الگ ہو چکی ہے“۔ [سورۂ بقرہ (2) آیت:256]

ترجمہ: ”بہت سے اہل کتاب اپنے دل کی جلن سے یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لا چکنے کے بعد تم کو پھر کافر بنا دیں حالانکہ ان پر حق ظاہر (تَبَيَّنَ) ہو چکا ہے تو تم معاف کرو اور درگزر کرو“۔
[سورۂ بقرہ 2 آیت:109]

ترجمہ: ”رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں (بَيِّنَاتٍ) ہیں اور جو (حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے“۔
[سورۂ بقرہ (2) آیت:185]

ترجمہ: ”اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر (بَيَّنَّا) سنا دی ہیں“۔
[سورۂ آل عمران (3) آیت:18]

ترجمہ: ”ہم عنقریب ان کو اطراف (عالم) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر (يَتَبَيَّنَ) ہو جائے گا کہ (قرآن) حق ہے کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سے خبردار ہے؟“۔ [سورۂ فصلت (41) آیت:53]

ترجمہ: ”اور اسی طرح ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں (تاکہ تم لوگ ان پر عمل کرو) اور اس لئے کہ گناہ گاروں کا راستہ ظاہر ہو جائے“۔ [سورۂ انعام (6) آیت:55]

ترجمہ: ”(اور ان پیغمبروں کو) دلیلیں اور کتابیں دے کر (بھیجا تھا) اور ہم نے تم پر بھی یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دو تاکہ وہ غور کریں۔“۔ [سورۂ نحل (27) آیت:44]

ترجمہ: ”لوگو! اگر تم کو مرنے کے بعد جی اٹھنے میں کچھ شک ہو تو ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا تھا مٹی سے پھر اس سے نطفہ بنا کر پھر اس سے خون کا لوتھڑا بنا کر پھر اس سے بوٹی بنا کر جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تاکہ تم پر (اپنی خالقیت) ظاہر (نُبَيِّنَ) کر دیں“۔ [سورۂ حج (22) آیت:5]

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات و احادیثِ نبوی آپ کی روحانی
اور علمی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی
ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔

قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا:

شمع پہلے خود جلتی ہے اور جب وہ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ آگ کی نذر کرکے خود کو فنا کر دیتی ہے تو شمع کے اس ایثار پہ پروانے جان نثار ہو جاتے ہیں۔

مراقبہ ہال ٹنڈو جام (برائے خواتین)

نگران: نصرت فاطمہ

مکان نمبر 491، شاہی بازار، نوناری گلی
ٹنڈو جام، ضلع حیدر آباد
فون: 0345-3701665

حضور بابا صاحبؒ فرماتے ہیں:

"بندہ کو چاہیے کہ اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت کو خوش ہو کر استعمال کرے لیکن خود کو اس کا مالک نہ سمجھے۔ اللہ روکھی سوکھی دے تو اسے بھی خوش ہو کر کھائے اور اللہ مرغ پلاؤ دے تو اسے بھی خوش ہو کر کھائے۔ در و بست اللہ کو اپنا کفیل سمجھے اور ہر حال میں اللہ کا شکر گزار بندہ بنا رہے۔ اس سے بندہ راضی برضا ہو جاتا ہے"۔

مراقبہ ہال لاڑکانہ

نگراں: نظام الدین چنّہ
سچل سرمست ہاؤسنگ کالونی۔ اقرا اسکول روڈ،
لاڑکانہ۔ پوسٹ کوڈ 77150
فون: 0344-3862772

روحانی سوال و جواب

ان صفحات پر روحانی سائنس سے متعلق آپ کے سوالوں کے جوابات محقق نظریہ رنگ و نور الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی پیش کرتے ہیں۔ اپنے سوالات ایک سطر چھوڑ کر صفحے کے ایک جانب خوشخط تحریر کر کے درج ذیل پتے پر ارسال فرمائیں۔ برائے مہربانی جوابی لفافہ ارسال نہ کریں کیونکہ روحانی سوالات کے براہِ راست جوابات نہیں دیے جاتے۔ سوال کے ساتھ اپنا نام اور مکمل پتہ ضرور تحریر کریں۔

روحانی سوال و جواب-1/7, D-1، ناظم آباد۔ کراچی74600

سوال: مراقبہ کیا ہے....؟

(صمد انور۔ کراچی)

جواب: مراقبہ ایک ایسی حالت کا نام ہے جس میں انسانی شعور آہستہ آہستہ لاشعوری واردات و کیفیات سے مغلوب ہو جاتا ہے اور لاشعور (روح کا شعور) متحرک ہو جاتا ہے۔ روحانی سلسلوں میں کئی مشقوں کے ذریعہ اس حالت کو بیدار کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مراقبہ ایک ایسی کیفیت ہے جس میں زمان و مکان کی حد بندیاں نہیں ہیں۔ زمان و مکان کی حد بندیاں انسانی ارادے اور نیت میں خلل پیدا کرتی ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہماری زندگی میں حد بندیاں کن حالات میں زیادہ اور شدید ہوتی ہیں اور وہ کونسی صورت ہے جس میں ہم ان حد بندیوں سے آزاد ہوتے ہیں۔

انسانی زندگی دو حصوں پر منقسم ہے۔ ایک حصہ بیداری ہے اور دوسرا حصہ خواب۔ بیداری میں انسان زمان و مکاں کا پابند ہے لیکن خواب میں انسان ان سے آزاد ہو جاتا ہے۔ باالفاظ دیگر جاگتے انسان کی نسبت سوتے انسان میں صلاحیتیں زیادہ بیدار ہوتی ہیں۔ مراقبہ کے ذریعہ خواب میں زمان و مکان سے آزاد کام کرنے والی صلاحیتیں بیداری میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ سب سے پہلے مراقبہ میں اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ انسان کے اوپر بیدار رہنے کی حالت میں ایسی کیفیت طاری ہو جائے جو خواب سے قریب ترین ہے۔ اس کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ انسان اپنی نیت اور ارادے سے بیداری میں اپنے اوپر خواب کی زندگی طاری کر لے مثلاً یہ کہ

اندھیرا ہو۔ آنکھیں بند ہوں۔ جسم ڈھیلا ہو۔ شعور بیداری کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو اور لاشعوری کیفیات کو قبول کرتا ہو۔ ذہن کسی ایک نقطہ پر مرکوز کرلیا جائے جو بظاہر سامنے نہیں ہے۔ یہ مشق آہستہ آہستہ انسان کو اس مقام پر لے آتی ہے جہاں وہ خواب کی واردات کو بیداری کے حواس میں محسوس کرتا ہے۔ اس کا اعلیٰ درجہ یہ ہوتا ہے کہ لاشعوری تحریکات کو انسان اس طرح قبول کرنے لگتا ہے جس طرح وہ شعور کی تحریکات کو قبول کرتا ہے۔

اس ضمن میں یہ بتانا ضروری ہے کہ انسان کے اندر دو دماغ کام کرتے ہیں ایک دماغ وہ ہے جو اسفل سافلین میں پھینکے جانے سے پہلے کام کرتا تھا اور دوسرا دماغ وہ ہے جو اسفل میں کام کرتا ہے لیکن وہ دماغ جو جنت میں کام کرتا تھا وہ ختم نہیں ہوا۔ ہوتا یہ ہے کہ اسفل کا دماغ غالب رہتا ہے اور جنت کا دماغ مغلوب۔ لیکن اس کی حرکات و سکنات ہر لمحہ اور ہر آن برقرار رہتی ہیں اور یہ حرکات و سکنات خواب میں سفر کرتی رہتی ہیں۔ مراقبہ کے ذریعے خواب کے حواس جب بیداری میں منتقل ہو جاتے ہیں تو صورت حال الٹ جاتی ہے یعنی اسفل کا دماغ مغلوب ہو جاتا ہے اور جنت کا دماغ غالب آ جاتا ہے۔ لیکن اگر اسفل کا دماغ معطل ہو جائے تو انسان کے اوپر جذب طاری ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس راستہ میں سفر کرنے والے سالک کو استاد کی ضرورت پیش آتی ہے ایسا استاد جو اس راہ میں سفر کرکے منزل رسیدہ ہو اور وہ اس بات سے کماحقہ واقف ہو کہ سالک کی ذہنی استعداد کیا ہے۔ اور وہ جنت کے دماغ کی تحریکات کو کس حد تک قبول کر سکتا ہے۔ اسی مناسبت سے وہ استاد ایسے اسباق تجویز کرتا ہے جو سالک کی ذہنی استعداد کے مطابق ہوں اور اس کی سکت کو بتدریج بڑھاتے رہیں۔ تصوف کی زبان میں اس استاد کا نام شیخ ہے۔

مراقبہ کا آسان طریقہ تصور شیخ ہے۔ آنکھیں بند کرکے ذہن کی تمام صلاحیتوں کو اس بات میں استعمال کیا جائے کہ شیخ ہمارے سامنے ہے۔ اس سے پہلا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مرید چونکہ شیخ سے واقف ہے اور اس کے ذہن میں شیخ کی شکل و صورت اور سیرت کا ایک عکس بھی موجود ہے اس لئے تصور کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

* * *

ایسے تمام خواتین و حضرات اور خصوصاً بیرون ممالک کے قارئین کرام جنہیں ای میل کی سہولت حاصل ہے۔ روحانی سوال و جواب، روحانی ڈاک، محفل مراقبہ اور استفسارات کے لیے اپنے خطوط اور تجاویز، اُفق سے متعلق تحریریں، مضامین، رپورٹس، ڈوکیومنٹس، تصاویر اور دیگر فائلوں کی اٹیچمنٹ اپنی ای میل کے ساتھ درج ذیل ایڈریسز پر اٹیچ کرکے ارسال کرسکتے ہیں۔

roohanidigest@yahoo.com

اپنی ہر ای میل کے ساتھ اپنا نام، شہر اور ملک کا نام ضرور تحریر کریں۔
سرکولیشن سے متعلق استفسارات کے ساتھ اپنا رجسٹریشن نمبر لازماً تحریر کریں۔

شرح لوح و قلم

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ

شارح: خواجہ شمس الدین عظیمی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

میں نے تمہیں سماعت اور بصارت دی۔ مخلوق میری سماعت سے سنتی ہے اور بصارت سے دیکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

دیکھنے اور سننے کی اطلاع میں نے دی۔

اطلاعات کا تعلق اللہ کی ذات سے ہے۔ جب ہم عام حالات میں اطلاع کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہمیں بہت کم اطلاعات وصول ہوتی ہیں۔ اگر ہم کائنات میں پھیلی ہوئی تمام اطلاعات کے مقابلے میں اپنی مادی زندگی کی اطلاعات کا مقابلہ کریں تو صفر کے علاوہ کچھ نہیں بچتا۔

مادی زندگی میں جو اطلاعات جذبات بنتی ہیں وہ محدود ہیں لیکن روحانی زندگی میں اطلاعات کا پھیلاؤ اور وسعت بہت زیادہ ہے۔

روحانیت کیا ہے۔ روحانیت کہاں سے سیکھیں....؟ کیا ہمارے پاس اس سلسلے میں کوئی مکتبہ فکر ہے۔ جہاں سے ہم سند حاصل کریں۔ اگر انسان اپنی ذات سے واقف ہونا چاہتا ہے، اگر انسان دوسری مخلوقات پر اللہ کی بادشاہی پر حاکمیت چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ قرآن میں روحانی علوم تلاش کرے۔

(ختم شد)

⁂

کتاب لوح وقلم روحانی سائنس پر وہ منفرد کتاب ہے جس کے اندر کائناتی نظام اور تخلیق کے فارمولے بیان کیے گئے ہیں۔ ان فارمولوں کو سمجھانے کے لیے سلسلہ عظیمیہ کے سربراہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے روحانی طلباء اور طالبات کے لیے باقاعدہ لیکچرز کا سلسلہ شروع کیا جو تقریباً ساڑھے تین سال تک متواتر جاری رہا۔ یہ لیکچرز بعد میں کتابی صورت میں شائع کیے گئے۔ ان لیکچرز کو روحانی ڈائجسٹ کے صفحات پر پیش کیا جا رہا ہے تا کہ روحانی علوم سے دلچسپی رکھنے والے تمام قارئین حضرات و خواتین ان کے ذریعے آگاہی حاصل کر سکیں۔

قلندر بابا اولیاءؒ

فرماتے ہیں:

تمہیں کسی کی ذات سے تکلیف پہنچ جائے تو اسے بلا توقف معاف کردو، اس لیے کہ انتقام بجائے خود ایک صعوبت ہے۔ انتقام کا جذبہ اعصاب کو مضمحل کردیتا ہے۔

مراقبہ ہال ملتان
نگراں: کنور محمد طارق
مکان نمبر 947/A، نزد بی سی جی چوک،
ممتاز آباد ملتان پوسٹ کوڈ 60600
فون: 0345-5040991

یہ ہے پاکستان

بلوچستان کا دوسرا بڑا شہر....

خضدار

بلوچستان کی فراخ سرزمین کی طرح یہاں بسنے والوں کے دل بھی بڑے وسیع ہیں۔ غیرت، حمیت، سادگی اور جفاکشی کے پیکر بلوچ عوام، ہر طرح کی مشکلات جھیلتے ہوئے اپنے وطن کی تعمیر و ترقی کے لیے دن رات مصروف ہیں۔ ان کی مہمان نوازی بے نظیر ہے جس کا صحیح تجربہ اور حقیقی لطف خود ان کے درمیان رہ کر ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ایسے ہی مہمان نواز اور خوددار بلوچوں سے آباد ایک پرسکون شہر، کراچی سے کوئٹہ جانے والی آر سی ڈی شاہراہ کے کنارے یہاں سے گزرنے والوں کے لیے چشم براہ رہتا ہے۔

یہ شہر خضدار ہے جو رقبہ کے لحاظ سے پاکستان کے سب سے بڑے ڈویژن قلات اور ضلع خضدار کا صدر مقام ہے۔ آر سی ڈی ہائی وے پر واقع ہونے کی وجہ سے خضدار کو بلوچستان میں کوئٹہ کے بعد دوسرے اہم شہر کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔

اس کے علاوہ گریول روڈ، آواران کے راستے، خضدار کو مکران ڈویژن سے ملاتی ہے۔ ایک اور سڑک خضدار سے نکلے کرخ، مولہ، نال، زہری، ملخوز،

اساسول اور سارونہ سے ہوتی ہوئی لاڑکانہ جاتی ہے۔ یہی سڑک آگے جاکر شہداد کوٹ تک رہنمائی کرتی ہے۔

خضدار کی تاریخ بہت پرانی ہے ہزاروں سال پرانے نقوش اب مدھم پڑتے جارہے ہیں۔ تاہم مہر گڑھ اور نندودم تحصیل اورناچ میں پائے جانے والے آثار قدیمہ بتاتے ہیں کہ خضدار پتھر اور کانسی کے زمانے میں بھی آباد تھا۔ یہ آثار پانچ سے دس ہزار قبل مسیح کے بتائے جاتے ہیں۔ 331 قبل مسیح میں سکندر اعظم بلوچستان کے ساحلی علاقے سے گزرا تھا۔

تاریخ کے اوراق الٹنے سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ خضدار امیر معاویہؓ، ناصر الدین، شمس الدین، قباچہ، سبکتگین اور منصور کے زیر دست رہا ہے۔ فارسی ادب میں بھی خضدار کا تذکرہ ملتا ہے۔ فارسی زبان کی مشہور شاعرہ رابعہ خضداری کے اشعار بھی خضدار کے تذکرے سے خالی نہیں۔

رابعہ خضداری، امیر کاب کی بیٹی تھیں جو بلخ کے حکمرانوں کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ رابعہ خضداری کا مزار خضدار شہر کی ایک چھوٹی سی پہاڑی پر آج بھی گزرے زمانے کی عروج زوال کی داستان دہرا رہا ہے۔ شہر میں ایک قلعہ بھی موجود ہے جسے خضدار قلعہ کہا جاتا ہے۔

سولہویں صدی عیسوی کے وسط میں سردار ابراہیم مہرواڑی نے مغلوں کو یہاں سے بے دخل کرکے اپنے پوتے میر حسن خان کو قلات (جھالاوان) کا خان مقرر کیا۔ میر حسن خان کی کوئی اولاد نہ تھی اس لیے میر احمد خان کو خان دوئم بنایا گیا۔ 1849ء میں انگریزوں نے جھالاوان پر قبضہ کرلیا اور بالآخر 1947ء جھالاوان کے شاہی جرگہ نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا جس کے نتیجے میں یہ علاقہ پاکستان کا حصہ بن گیا۔

سنگلاخ زمینوں پر رہنے بسنے والے، خضدار کے باشندے نہایت محنتی اور جفاکش ہیں۔ ان کی اکثریت نے مویشی پالنے کھیتی باڑی اور چھوٹے پیمانے پر تجارت کو ذریعہ معاش کے طور پر اختیار کیا ہوا ہے۔ شہر کی تقریباً پچیس فیصد آبادی ملازمت پیشہ ہے، کھیتی باڑی کرنے والے لوگ ربیع کے موسم میں گندم، پیاز مٹر، جو اور لہسن کاشت کرتے ہیں اور خریف کا موسم آتا ہے تو چاول، کھجور، مونگ، جوار اور ماش کی کاشت کی جاتی ہے۔ خضدار اور اس کے اطراف، بے حد خوش ذائقہ انگور، بادام، سیب، تربوز، ناشپاتی، گرما اور انار پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں سے انار سیب، کھجور اور پیاز دوسرے علاقوں کو بھی فراہم کی جاتی ہے۔

خضدار وطن عزیز کے اس حصہ میں واقع ہے۔ جسے قدرت نے بیش قیمت معدنیات سے مالا مال کیا

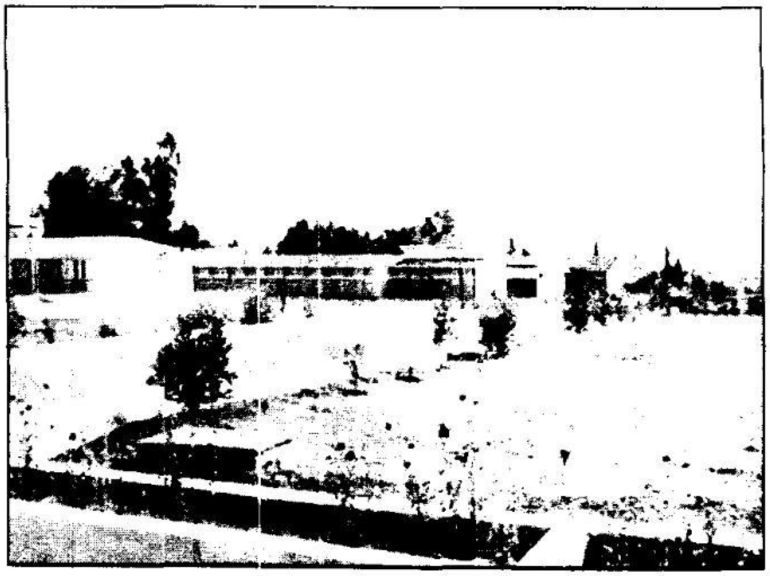

ہے۔ شہر کے نواحی علاقوں سے میگنا سائٹ، کرومائیٹ، ہیرائٹ اور مار بل نکالا جاتا ہے۔

خشک موسم کی وجہ سے آبپاشی کے لیے ٹیوب ویل اور کاریز (زمین دوز نالیوں) پر زیادہ انحصار کیا جاتا ہے۔ آبپاشی کے دیگر ذرائع کنوئیں، رہٹ اور چشمے قابل ذکر ہیں۔

شہر کا میونسپل ایریا تقریباً 200 مربع کلومیٹر ہے۔ شہر کا وہ علاقہ جہاں بیشتر سرکاری عمارتیں واقع ہیں۔ سول لائنز، کہلاتا ہے۔ یہیں ریڈیو پاکستان خضدار کی عمارت آپ کا خیر مقدم کرے گی۔ یہ ریڈیو اسٹیشن کئی زبانوں میں پروگرام تیار کر کے نشر کرتا ہے۔

تعلیم کے شعبہ کی اہمیت کو بھی خضدار نے پوری طرح محسوس کیا ہے۔ یہاں طلباء کے لیے ڈگری کالج اور طالبات کے لیے انٹرمیڈیٹ کالج ہے۔ طلباء اور طالبات کے لیے ہائی اسکول اور پبلک اسکول بھی موجود ہیں۔ ایک ماڈل پبلک اسکول بھی قائم کیا گیا ہے۔ خضدار انجینئرنگ کالج بھی اسی شہر میں قائم ہے۔

میونسپل کمیٹی کی ایک پبلک لائبریری بھی علم و آگہی کو عام کرنے میں اپنا کردار انجام دے رہی ہے۔ یہاں ایک سول اسپتال موجود ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ شفا خانے، بنیادی صحت کے مراکز اور دیہی مراکز ضلع بھر میں بیماروں کو علاج معالجہ کی سہولت فراہم کر رہے ہیں۔ دیگر شہروں کی طرح خضدار بھی تیزی سے پھیل رہا ہے۔

خضدار کے غیّور اور باہمت بلوچ باشندے اپنی روایات کی حفاظت کرنا خوب جانتے ہیں۔ عموماً شلوار قمیض کے ساتھ پگڑی کا استعمال کرتے ہیں۔ خواتین شلوار اور چولا زیب تن کرتی ہیں جس پر نفیس کشیدہ کاری کا اہتمام ہوتا ہے۔ یہاں کے ماہر دستکار قمیصوں اور دوپٹوں پر رنگین دھاگوں کے ساتھ شیشے کا نہایت خوبصورت کام تیار کرتے ہیں۔ بھیڑوں کی اون سے عمدہ قالین بھی بنائے جاتے ہیں۔ اون ہی سے شیکن بھی تیار کیا جاتا ہے، ! شیکن دراصل روئی کو رکھنے کے لیے بنایا گیا کپڑا ہے۔

شام ہوتی ہے تو شہر میں واقع فٹبال کا میدان آباد ہو جاتا ہے۔ جہاں چاق و چوبند کھلاڑی اپنی اپنی ٹیم کو فتح سے ہمکنار کرنے کی کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں۔ خضدار میں ایک اسٹیڈیم بھی ہے۔

خضدار میں کئی ریسٹ ہاؤس بھی تعمیر کیے گئے ہیں۔

خضدار کو استحکام بخشنے میں خان آف قلات کے ایک عزیز سلطان ابراہیم خان نے نمایاں کردار ادا کیا۔

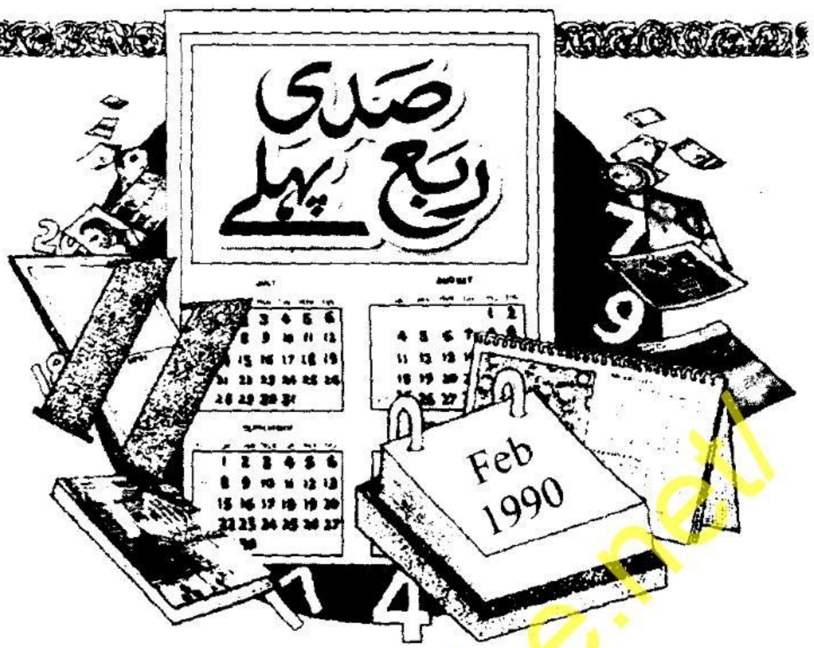

فروری 1990ء کے شمارے کا سرورق

اس ماہ کے مضامین میں حضرت موسیٰؑ، حیات بعد از موت، امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت اویس قرنیؒ، محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ، ملیریا کا علاج، لہریں اور روحانیت، بجلی کے جھٹکے، زمینی علوم، مبلغوں کی ہستی، سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراؓ، خوب کھایئے دبلی ہوجایئے، گھنے بال، لالو فقیر، کند ذہن بچہ، سائنس اور روح، ریشم، وہ کون تھا....؟، عذاب النار، خمیدہ کمر، آج کا نوجوان، نماز اور دیدار الٰہی جبکہ سلسلہ وار مضامین میں نور الٰہی نور نبوت، آواز دوست، تاثرات، پیراسائیکولوجی، گیارہ ہزار فریکوئنسی، محفل مراقبہ، پُراسرار آدمی، اللہ رکھی اور آپ کے مسائل شامل تھے۔ اس شمارے سے منتخب تحریر "محبت کی حقیقت" قارئین کے ذوق مطالعہ کے لیے دی جارہی ہے۔

محبت کی حقیقت

ڈاکٹر محمد حسن رضوی

محبت سے مراد طبیعت کا وہ جھکاؤ ہوتا ہے جس میں لذت ملے جب یہی شوق یا میلان طبیعتِ انسانی میں رچ بس جاتا ہے تو اس کو عشق کہتے ہیں اس کی ضد نفرت یا بغض ہے۔

محبت ادراک و معرفت کا نتیجہ ہوتی ہے یہی ادراک سبب لذت بھی ہوتا ہے اور اسی لذت کے سبب طبیعت کو اس چیز کی طرف میلان ہوتا ہے۔ جیسے آنکھ ملیح اور حسین صورتوں کی طرف میلان رکھتی ہے، کان دل آویز نغمات اور فرحت انگیز آواز کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ اس طرح ناک کا خوشبو کی طرف اور لمس کا میلان لذت کی طرف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ نماز کو سب سے محبوب بتایا جس کا تعلق قلب سے ہے۔ اس محبت الٰہی کا تعلق قلبی ادراک پر ہے کیونکہ گوشت پوست کی آنکھ خدا کو نہیں دیکھ سکتی نہ کان صوت سرمدی سن سکتے ہیں خدا کی معرفت وادراک کا تعلق "بصر سے نہیں بصیرت سے ہے اور وہ معانی جو عقل سے مدرک ہوتے ہیں ان کا جمال

آنکھوں سے دکھائی دینے والی چیزوں سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ ان کی لذت کامل ہوتی ہے اس لیے کہ قلب سلیم باری تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ محبت الٰہی سے وہی انکار کرتا ہے جو درجۂ بہائم سے آگے نہ بڑھ سکا ہو۔

محبت کے اسباب

محبت کے جس قدر بھی اسباب ہوسکتے ہیں ان سب کا حقیقی تقاضا یہ ہے کہ خدا سے محبت کی جائے۔ مثلاً

انسان کو سب سے زیادہ محبت اپنی ذات سے ہوتی ہے۔ اس کی بقاء اس کی اولین مطلوب و محبوب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان موت یا قتل سے نفرت کرتا ہے۔ اس لیے اپنے اعضاء کی سلامتی، مال و دولت اولاد اور کنبہ سے بھی محبت رکھتا ہے کہ یہ چیزیں اس کی ذات کی بقا میں مددگار ہیں۔ دوست واحباب اقرباء اور مال و اولاد کے سبب اپنی ذات ہی کو قوی سمجھتا ہے۔ یہ تمام اسباب کو اپنا دست و بازو گردانتا ہے۔ اگر یہ بات اور سمجھ لے کہ اس کی ذات کی بقائے دوام کا دارومدار اللہ کے تعلق پر مبنی ہے تو اپنی ذات سے زیاہ خدا سے محبت کرنے لگے قرآن میں فرمایا۔

ولآخرة خير وابقىٰ

”آخرت (دنیا کی زندگی کی بقا سے) کہیں بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔“ کیونکہ خدا کی ذات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ اس لیے اس سے محبت کرنے والا بھی، ہمیشہ قرب الٰہی کی لذت سے محظوظ ہوتا رہے گا۔

محبت کا دوسرا اسبب احسان ہے۔

عربی میں ضرب المثل ہے۔ الانسانی عبید الاحسان۔ انسان احسان کا غلام ہے۔ انسان فطرتاً بھلائی کرنے والوں کو دوست نقصان پہنچانے والوں کو دشمن رکھتا ہے۔ بھلائی کرنے والوں سے محبت فطری بلکہ اضطراری ہوتی ہے۔ اگر انسان عقلی طور پر اس حقیقت کو سمجھ لے کہ تمام احسانات اور فوائد کی اصل خدا کی ذات ہے تو وہ تہہ دل سے خدا کا بندہ اور چاہنے والا بن جاتا ہے۔ یہ فہم کا قصور ہے کہ وہ ان لوگوں سے تو محبت کرتا ہے جو خدا کے احسان کا واسطہ بنتے ہیں مگر حقیقی محسن سے محبت نہیں کرتا۔ عقل کا کمال اسے دعوت دیتا ہے کہ سب سے بڑے اور حقیقی محسن کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کی جائے۔

محبت کا تیسرا اباب یہ ہے کہ کسی چیز کو خود اس کی ذات کے سبب محبوب جانے نہ اس لیے کہ اس سے خود کو کوئی فائدہ ہو۔ اس محبت کو حقیقی محبت کہتے ہیں۔ جیسے حسن و جمال یا کمال سے محبت، کیونکہ حسن و جمال یا کمال کا ادراک ہی عین لذت ہے اور لذت خود بذاتہ مطلوب و محبوب ہوتی ہے مثلاً سبزہ اور آب رواں خود محبوب ہے نہ اس لیے کہ اس کھائے پیے۔

انسان پر جس قدر یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ جمال اور ہر کمال کی اصل خدا کی ذات ہے اسی قدر اس کو خدا سے محبت ہوگی جیسا کہ حدیث میں ہے اللہ جمیل ویحب الجمال۔ اللہ جمال واحد ہے اور جمال سے محبت رکھتا ہے۔

جو لوگ محسوسات کی قید میں گرفتار ہیں ان کے نزدیک حسن و جمال صرف تناسب شکل و صورت، نمکین رنگ، سرخ و سفید چہرہ، قد کشیدہ کا نام ہے۔ یہ لوگ صرف صورتوں کے غلام ہیں حسن صرف نگاہ پر منحصر نہیں۔ آواز بھی تو حسین ہوتی ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جن باتوں سے ہمیں گھوڑا اچھا لگتا ہے ان باتوں سے آدمی اچھا نہیں لگتا۔ جن باتوں سے ایک مُغنی اچھا

لگتا ہے ان باتوں سے ایک طبیب اچھا نہیں لگتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حسن جمال محسوسات میں ہوتا ہے۔ غیر محسوسات میں نہیں۔ مثلاً حسن خلق یا اخلاق جمیلہ۔ یہ اشیاء بصارت سے نہیں نور بصیرت سے یا باطنی عقل سے محسوس ہوتی ہیں۔ یہ صفات بھی محبوب ہیں اور جو ان صفات کا حامل ہو، وہ بھی محبوب ہے۔ یہ اس لیے کہ یہ صفتیں انسان کا کمال ہیں۔ اسی لیے انبیاء اولیاء اور علماء حق محبوب ہوتے ہیں اور ان تمام کمالات کا منبع اور سرچشمہ خدا کی ذات ہے۔ اس لیے اس سے محبت سب سے زیادہ قوی ہونی چاہیے۔

محبت کا چوتھا سبب مناسبت ہے جو حبیب اور محبوب میں ہوتی ہے۔ اکثر ہوتا ہے کہ دو حامیوں میں پختہ محبت ہوتی ہے۔ یہ محبت جمال یا کسی فائدے کے سبب میں ہوتی ہے صرف ذہنی مطابقت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کے محبت کے چار اسباب ہیں۔ اب جس قدر اسباب زیادہ جمع ہوگئے اسی قدر محبت زیادہ ہوگی مثلاً کسی شخص کی کوئی لڑکا خوبصورت، خوش اخلاق علم میں باکمال، لوگوں کے ساتھ خوش اخلاق، ماں باپ، کنبہ کا خدمتگار ہو تو وہ نہایت درجہ محبوب ہوگا کیونکہ محبت کے اسباب زیادہ جمع ہوگئے۔ اس لحاظ سے محبت کی حقیقی مستحق خدا کی ذات ہے یا اولیاء اللہ محبت کے مستحق ہیں۔ اب اگر کوئی خدا سے محبت نہ کرے تو یہ اس کی اپنی بے بسی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، محبت الٰہی ہے۔

خدا نے خود فرمایا ہے۔

”آپ فرما دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو، خود خدا تم سے محبت کرے گا۔“

معلوم ہوا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور پیروی حقیقت میں خدا سے محبت کا دوسرا نام ہے۔

اقبال نے خوب کہا:

مصطفیؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اوز سیدی تمام بولہبی است

یعنی (خود کو مصطفیؐ کی ذات تک پہنچاؤ کہ سارا دین بس یہی ہے، اگر ان تک نہ پہنچے تو پھر بولہبی کے سوا کچھ نہیں۔)

* * *

10,11,12,13,14

کبھی کبھار دنیا میں ایسے عجیب و غریب واقعات اتفاقاً پیش آتے ہیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے اور ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا امریکہ میں جہاں ایک بچی کی تاریخ پیدائش اور وقت اعداد کی اس ترتیب سے سامنے آیا کہ اس نے سب ہی کو حیران کرڈالا۔ امریکی میڈیا کے مطابق مونٹینا کے علاقے بلنگو میں ایک بچی کوئنسی کیلسر جب پیدا ہوئی تو اس وقت 10:11 منٹ ہو رہے تھے جبکہ تاریخ تھی 14 / 13 / 12 یعنی ان اعداد کو اگر اکٹھا پڑھا جائے تو یہ دلچسپ منظر آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ 14 / 13 / 10:11, 12 میڈیا کے مطابق دلچسپ بات یہ ہے بچی کا وزن 7.84 پونڈز تھا اور اگر یہ 7.89 ہوتا تو یہ تاریخ اور بھی منفرد اور یادگار بن جاتی۔ کوئنسی کے والدین کا کہنا تھا کہ وہ اس یادگار اعداد و شمار سے حیران بھی ہوئے اور خوش بھی ہیں۔

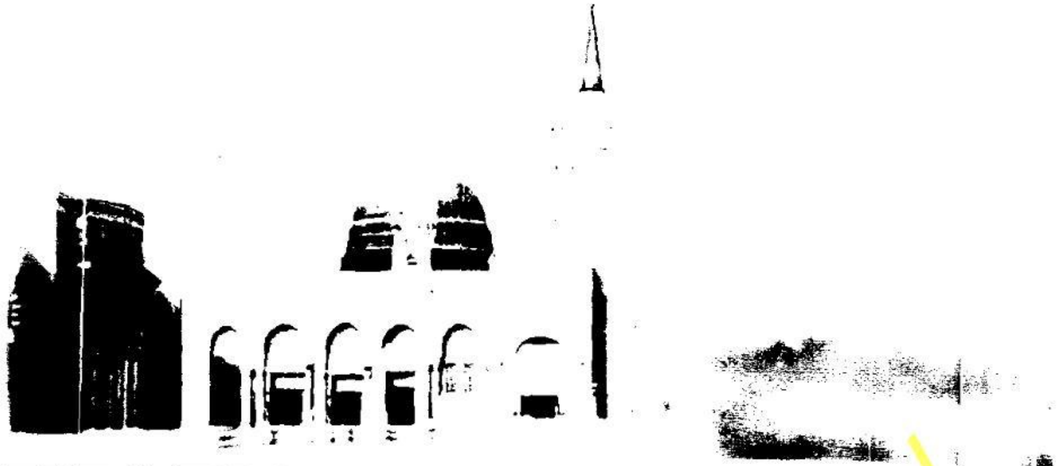

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی اور ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی حاضرین محفل سے مخاطب ہیں

کراچی سلسلہ عظیمیہ کے زیر اہتمام محفل میلاد النبی ﷺ کی مرکزی تقریب 11 جنوری 2015 بروز اتوار عید گاہ گراؤنڈ ناظم آباد کراچی میں منعقد ہوئی۔

اس موقع پر سلسلہ عظیمیہ کے مرشد حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کا ریکارڈڈ پیغام پیش کیا گیا، جس میں آپ نے قرآن کی تعلیمات کو سمجھنے ترجمہ یاد کرنے آیات حفظ کرنے پر زور دیا اور اللہ کی رسی مضبوطی سے پکڑنے کی تلقین کی۔ ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے اپنے خطاب میں ملت اسلامیہ کے متحد ہونے اور اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے پر زور دیا۔

پاکستان کے ممتاز و معروف نعت خواں صدیق اسماعیل، [illegible] علی خان، سید اسد ایوب، شفیق احمد، [illegible] نعت [illegible] پیش کی [illegible] محمد محمود حسین اور قاری [illegible] نے تلاوت کلام پاک [illegible]۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

راولپنڈی / اسلام آباد

قاضی مقصود احمد، حسیب بشیر اور ڈاکٹر ارم حاضرین محفل سے مخاطب ہیں، جبکہ عمارہ شفقت، [illegible] فریدی قصیدہ [illegible] پیش کر رہی ہیں۔ شرکاء محفل [illegible] ہیں

قاسم آباد، حیدر آباد

آپا [illegible] فاطمہ سعیدہ [illegible] اور شمس [illegible] حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے۔

سانگھڑ

شوکت علی خطاب کرتے ہوئے، ارشد علی اور ناصر شیر سیرت طیبہ بیان کرتے ہوئے، بہادر علی، اظہر حسین، کاشف علی، غلام حسین، مجتبے اور علی اصغر بارگاہ رسالت میں ہدیہ نعت پیش کرتے ہیں۔

بارگاہ رسالت میں درود و سلام پیش کیا جا رہا ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تقریبِ رونمائی

لندن — قلندر بابا اولیاءؒ

[illegible]

[illegible]

گلشن شہباز، حیدرآباد

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آپ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول، محبوب رب العالمین، رحمت اللعالمین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام عالمین کے لیے رحمت بتایا۔ حضرت محمد ﷺ کا لایا ہوا دین یعنی اسلام، امن و سلامتی کا دین ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے علم حاصل کرنے کا حکم دیا۔ اسلام تعلیم کے حصول کی تاکید کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے عورت کی عزت و تکریم کا درس دیا ہے۔ اسلام نے عورتوں کے ساتھ شفقت اور نرمی کے برتاؤ کا حکم دیا ہے۔

قبل ازیں محفل میلاد کا باقاعدہ آغاز قاری محمود احمد مدنی کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ سلسلہ عظیمیہ کراچی ٹاؤن کے منتظمین دلاور علی اور محترمہ غزالہ شریف نے استقبالیہ اور منیب الدین، محمد علی ضیاء، محترمہ حمیر اصدف اور محترمہ مدیحہ نے خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ پاک کے چند گوشے بیان کیے۔

دوران میلاد پاکستان کے معروف نعت خواں الحاج صدیق اسماعیل، معروف براڈ کاسٹر وسیم بادامی، مکرم علی خان، سیّد اسد ایوب، شفیق احمد، ناصر یامین، جویریہ سلیم، سارہ متین، نوار امختار، محمود عثمانی، فائزہ عظیمی اور دیگر نے بارگاہِ اقدس میں گلہائے عقیدت پیش کیے۔

سیرت پاک ﷺ کے بیان کے دوران قاری صاحبزادہ محمد محمود حسین نے قرأت اور کورس میں ہدیہ نعت محترمہ گل نسرین، جنید چشتی، معرال، سونیا خان، عائشہ، عمارہ اور وجیہہ کنول نے پیش کیا۔ نظامت کے فرائض شیر محمد نے ادا کیے۔

سلسلہ عظیمیہ کی اس مرکزی محفل میلاد میں ہزاروں افراد نے شرکت کی اور ہدیہ درود و سلام پیش کیا۔ آخر میں اُمت مسلمہ کی کامیابی، پاکستان کے استحکام اور ترقی و خوشحالی کے لیے خصوصی دعائیں کی گئیں۔

سلسلہ عظیمیہ کے زیرِ اہتمام دوسرے شہروں اور کراچی کے مختلف ٹاؤنز میں منعقد ہونے والی محافل میلاد میں مرشدِ کریم حضرت، خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب اور ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی کے ریکارڈڈ خطاب بھی پیش کیے گئے۔

چند محافل کی روداد اس ماہ شائع کی جارہی ہے۔

مسی ساگا، کینیڈا

(رپورٹ: سلمان سلطان)

محترمہ رشیدہ جیلانی، عامر جمال، شہزاد ملک، جان شیر، استاد نقی علی خان اور دیگر حاضرینِ محفل سے مخاطب ہیں۔ چھوٹی بچیاں نعت رسول ﷺ پیش کر رہی ہیں۔

مسی ساگا، کینیڈا میں محافلِ میلاد النبی ﷺ

میں تلاوت کلام پاک کامران عالم نے کی، استاد غلام علی کے پوتے جناب استاد نقی علی خان نے حمد باری تعالیٰ، عامر جمال، شہزاد ملک، جان شیر اور احتشام الحق نے سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر مقالے پیش کیے۔ آصف رسول، سمیع بیگ، سعدیہ ندیم، پروفیسر قاریہ پروین، نادیہ اور آفرین شیخ نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ نعت پیش کیا۔ آخر میں درود وسلام پیش کیا گیا، محترمہ رشیدہ جیلانی نے دعا کرائی۔

لاہور

(رپورٹ: عمران)

مراقبہ ہال لاہور کے زیرِ اہتمام منعقدہ محفل میلاد میں نگران مراقبہ ہال میاں مشتاق احمد عظیمی نے خطاب کیا۔ قبل ازیں تلاوت قرآن پاک عرفان مصطفیٰ نے کی اور ڈاکٹر عبدالرزاق، صائمہ اشرف، شکیلہ اشرف، خرم رفائی، عابد چشتی اور سید نوید قمر نے ہدیۂ نعت پیش کیا۔ ڈاکٹر غلام صفدر، نادیہ نثار اور ثروت نواز نے مقالے پیش کیے۔ محفل کے اختتام پر درود و سلام پیش کیا گیا اور اجتماعی دعا ہوئی۔ نظامت کے فرائض عمران ثناء اللہ نے ادا کیے۔

راولپنڈی اسلام آباد

(رپورٹ: آصف جاوید)

نگران مراقبہ ہال قاضی مقصود احمد عظیمی نے خطاب کیا۔ ڈاکٹر ارم گیلانی اور حسیب بشیر نے سیرت کے موضوع پر مقالات پیش کیے۔ قبل ازیں تلاوت قرآن پاک حسیب بشیر نے اور اختر محمود، عمارہ شفقت، سائرہ اویس، فریال قاسم اور قاری

لاہور: میاں مشتاق احمد، ڈاکٹر غلام صفدر، نادیہ نثار، ڈاکٹر عبدالرزاق، خرم رفائی، عابد چشتی، سید نوید قمر شکیلہ اشرف اور عمران ثناء اللہ حاضرین محفل سے مخاطب ہیں۔

جاوید نے ہدیۂ نعت پیش کیا۔ محفل کے اختتام پر درود و سلام پیش کیا گیا اور اجتماعی دعا ہوئی۔

قاسم آباد حیدرآباد

(رپورٹ: خضران سلیم)

مراقبہ ہال قاسم آباد حیدر آباد برائے خواتین میں محفلِ میلادالنبی ﷺ میں تلاوت کلام پاک آپا عابدہ نے کی، رخسانہ، ماہ نور، غلام مصطفیٰ، آپا رضیہ، اور عروج نے بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ نعت پیش کی۔ ثناء گل، ڈاکٹر سعیدہ میمن اور شمس النساء میمن، آپا عابدہ اور آپا منظور النساء نے خطاب کیا۔

آخر میں درود و سلام پیش کیا اور دعا ہوئی۔ نظامت کے فرائض خضران سلیم نے ادا کیے۔

گلشن شہباز حیدرآباد

(رپورٹ: خضران سلیم)

مراقبہ ہال گلشن شہباز حیدرآباد میں محفل میلاد میں تلاوت کلام پاک شہزاد خان نے کی، شاہدہ ناز نے حمد و ثنا اور رخسانہ، شائستہ ناز، غلام مصطفیٰ، ماہ نور اور عارفہ خان نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں گلہائے عقیدت پیش کیے۔ مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی اور ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی کا ریکارڈڈ پیغام پیش کیا گیا۔ حکیم سلام عارف، ڈاکٹر سعید و شفیق میمن، آپا منظور النساء نے حاضرین سے خطاب کیا۔ نظامت ممتاز علی نے کی۔ نیاز احمد نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا آخر میں درود و سلام پیش کیا گیا اور دعا ہوئی۔

سانگھڑ

(رپورٹ: وحید احمد)

مراقبہ ہال سانگھڑ میں محفلِ میلاد النبی ﷺ میں تلاوت کلام پاک نصرت علی نے کی، ارشد علی اور غلام شبیر نے سیرتِ پاک ﷺ کو بیان کیا۔ اظہر حسین، علی اصغر چشتی، کاشف علی، بہادر علی، مجتبےٰ، غلام حسین نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں ہدیہ نعت پیش کیا۔ نگراں مراقبہ ہال شوکت علی نے خطاب کیا۔ نظامت کے فرائض شبیر درانی نے ادا کیے۔

خواتین کی محفلِ میلاد میں تلاوت کلام پاک ماہین نے کی، ڈاکٹر تسلیم عزیز اور محترمہ مہتاب نے سیرت طیبہ ﷺ بیان کی، ڈاکٹر مہرین، سلمیٰ، آمنہ، شارمین، نوشین اور سعدیہ نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں ہدیہ نعت پیش کی۔ نظامت کے فرائض یاسمین شامہ نے ادا کیے۔ آخر میں دورود و سلام پیش کیا اور دعا ہوئی۔

[illegible]

(رپورٹ: صابر علی)

مراقبہ ہال ٹنڈو جام میں، محفل میلاد میں نقش، اشرف، یونس اور ربانی نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ نگراں مراقبہ ہال صابر علی اور علامہ حسنین نے خطاب کیا۔ آخر میں درود و سلام پیش کیا گیا اور دعا ہوئی۔

مراقبہ ہال برائے خواتین ٹنڈو جام میں تلاوت کلام پاک زرینہ جواد نے کی، نظمیٰ شاہد، صباء، زارا اور سیما نے بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ نعت پیش کی۔ نائب نگراں محترمہ صائمہ نے استقبالیہ پیش کیا۔

آخر میں دورود و سلام پیش کیا اور نگراں مراقبہ ہال نصرت فاطمہ نے دعا کرائی۔

پشاور

(رپورٹ: ★★★)

مراقبہ ہال پشاور میں محفل میلاد میں تلاوت کلام پاک ڈاکٹر محسن نے کی، حافظ فاروق، مدثر اور

سجاد نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں گلہائے عقیدت پیش کیے۔ آخر میں درود و سلام پیش کیا گیا اور نگراں مراقبہ ہال نیاز احمد نے دعا کرائی۔

لاڑکانہ

(رپورٹ: ★★★)

مراقبہ ہال لاڑکانہ میں حضرات اور سچل سرمست کالونی میں خواتین کی محفلِ میلاد منعقد ہوئی۔ جس میں ہدیہ نعت اور درود و سلام پیش کیا گیا۔ نگراں مراقبہ ہال نظام الدین چنہ نے خطاب کیا، آخر میں دعا ہوئی۔

سیالکوٹ

(رپورٹ: عابد محمود)

مراقبہ ہال سیالکوٹ میں محفلِ میلاد میں تلاوت کلام پاک محمد رفیق نے کی، محمد جمیل، محمد شہباز، مزمل خان اور انجم نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ آخر میں درود و سلام اور دعا ہوئی۔

ناظم آباد، کراچی

(رپورٹ: ★★★)

ناظم آباد ٹاؤن میں میلاد کا آغاز تلاوتِ کلامِ پاک سے محترمہ ناصرہ نے کیا۔ خواتین نے بارگاہ رسالت ﷺ میں ہدیہ نعت پیش کی۔ محمود احمد عثمانی اور محترمہ شہلا نے سیرت طیبہ ﷺ کے موضوع پر اظہارِ خیال پیش کیا۔ آخر میں دعا ہوئی۔

اورنگی ٹاؤن، کراچی

(رپورٹ: ابو ناصر)

اورنگی ٹاؤن میں میلاد کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے محمد انعام نے کیا۔ بارگاہ رسالت ﷺ میں ثناء، شفقت، حنا فاروق، طوبہ، حبیبہ شعیب، کرن، شعیب، عمر شریف اور محبوب عالم انصاری نے گلہائے عقیدت کا نذرانہ پیش کیا۔ محمد ارشد اور فرزانہ خان نے مقالہ پیش کیا۔ آخر صلوٰۃ و سلام پیش کیا گیا اور دعا ہوئی۔ نظامت کے فرائض عائشہ خاتون نے ادا کیے۔

گلبرگ ٹاؤن، کراچی

(رپورٹ: ★★★)

گلبرگ ٹاؤن میں میلاد کا آغاز تلاوتِ کلامِ پاک سے محترمہ ناصرہ نے کیا۔ خواتین نے بارگاہ رسالت ﷺ میں ہدیہ نعت پیش کی۔

محمود احمد عثمانی اور محترمہ شہلا بہن نے سیرت طیبہ ﷺ کے موضوع پر اظہارِ خیال پیش کیا۔ آخر میں دعا ہوئی۔

تقریبِ یومِ وصال
قلندر بابا اولیاءؒ

پاکستان اور بیرونِ ممالک میں
قلندر بابا اولیاءؒ کے
پینتیسویں یومِ وصال
کی تقریبات کا احوال

لندن

مراقبہ ہال لندن کے زیرِ اہتمام سلسلۂ عظیمیہ کے امام حضرت قلندر بابا اولیاءؒ کے یومِ وصال اور میلاد النبی ﷺ کی باوقار تقریب میں سلسلہ

عظیمیہ کے مرشد حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب اور ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی کے ریکارڈڈ خطاب پیش کیے گئے۔ مرشد کریم نے حاضرین محفل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ”اللہ نے یہ کائنات ایک نظام کے تحت بنائی اور یہ نظام معین مقداروں پر قائم ہے۔ حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے سب نے یہ ہی کہا ہمارے بعد ایک نجات دہندہ آئے گا۔ حضور اکرم ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی۔ دین کی تکمیل ہوگئی۔

تقریب کی صدارت نگراں مراقبہ ہال محمد علی شاہ اور عظیمیہ فاونڈیشن یوکے کے جنرل سیکریٹری عبدالرؤف نے کی۔ تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ نگران مراقبہ ہال لندن محمد علی شاہ، عظیمیہ فاونڈیشن یوکے کے جنرل سیکریٹری عبدالرؤف اور نگران مراقبہ ہال لیسٹر افتخار احمد نے شرکائے محفل سے خطاب کیا۔ فرحان علی شاہ اور مدبر حسین قریشی نے مقالے پیش کیے۔ ندا ملک نے عبادت اور عمل کے موضوع پر پریزینٹیشن کا اہتمام کیا۔ دورانِ تقریب شبیر خان نے حمد باری تعالی اور مدبر حسین قریشی، آسیہ رؤف، طارق شیخ، فیاض، مصباح قریشی، محسن قریشی اور حمزہ علی نے بارگاہِ رسالتمآب ﷺ میں گلہائے عقیدت پیش کیے۔

آخر میں درود و سلام اور دعا ہوئی۔

گلشن شہباز، حیدرآباد

(رپورٹ: خضراں سلیم)

اس تقریب میں شرکت کے لیے ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی کراچی سے تشریف لائے اور آپ نے اپنے خطاب میں سلسلہ عظیمیہ کا تعارف اور روحانی علوم کی اہمیت پر زور دیا۔ نگراں مراقبہ ہال قاسم آباد، حیدرآباد آپا منظور النساء، نگراں مراقبہ ہال گلشنِ شہباز، حیدرآباد ممتاز علی نے بھی شرکائے محفل سے خطاب کیا۔

قبل ازیں تلاوت کلام پاک شہداد خان نے کی، ورشہ شیخ نے حمد اور نازش نے منقبت پیش کی۔ صفیہ، سعادت زہرہ، نورالعجم، عامر شیخ، حمیرا، غلام مصطفٰے، شائستہ ناز، حمیرا انتخاب اور راشد شیخ نعت رسول ﷺ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ انیس احمد، پرویز اقبال، عارفہ خان اور ثاقب علی نے مقالات پیش کیے۔

آخر میں نگراں مراقبہ ہال قاسم آباد، حیدرآباد محترمہ آپا منظور النساء نے اجتماعی دعا کروائی اور صلوٰۃ و سلام پیش کیا گیا، نظامت کے فرائض خضراں سلیم نے ادا کیے۔

* * *

اُفق کے کالم میں اشاعت کے لیے رپورٹس ارسال کرنے والے خواتین و حضرات سے درخواست ہے کہ تقریب کے انعقاد کے فوراً بعد رپورٹ ارسال کردیا کریں، نیز روحانی ڈائجسٹ میں شائع شدہ رپورٹس کا مطالعہ کریں اور اسی انداز کو مدِ نظر رکھ کر خوشخط تحریر میں ایک سطر چھوڑ کر صفحہ کے ایک جانب لکھ کر ارسال کریں۔ مقررین کی تصاویر کی پشت پر بال پوائنٹ سے اُن کے نام ضرور تحریر کریں۔ رپورٹس کی اشاعت اُن کی اہمیت اور نوعیت کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔ دیر سے موصول ہونے والی، بے ترتیب اور غیر واضح رپورٹس شائع نہیں کی جاسکیں گی۔ (ادارہ)

امام سلسلہ عظیمیہ

حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں:

انسان کی سب سے بڑی بد قسمتی یہ ہے کہ وہ پیچھے
پلٹ پلٹ کر دیکھتا رہتا ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ
اللہ تعالیٰ نے آنکھیں اس کی پیشانی پر سامنے دی ہیں۔
اگر پیچھے ہی دیکھنا مقصود ہوتا تو اللہ کے لیے کیا مشکل
تھا کہ وہ آنکھیں سر کے پیچھے حصہ پر لگا دیتا۔

مراقبہ ہال پشاور

نگراں: نیاز احمد

مراقبہ ہال: چہل غازی بابا اسٹاپ، وارسک روڈ، پشاور۔
معرفت شاہ پنساری اسٹور، پل پختہ گھنٹہ گھر، پشاور پوسٹ کوڈ 25000
فون: 0300-9564933

بچوں کا روحانی ڈائجسٹ

محمد آزان خان

خزیمہ

دعا فاطمہ

کنول علی

ایماندار لکڑہارا

گلاب خان۔نوشہرو فیروز

کسی گاؤں میں ایک غریب لکڑہارا رہتا تھا، وہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر شہر میں انہیں بیچ کر اپنا اور اپنے گھر والوں کا گزارا کرتا تھا۔ ایک دن وہ لکڑیوں کی تلاش میں دور کسی گھنے جنگل میں جا پہنچا، لکڑہارے نے اس جنگل میں ایک عجیب بات دیکھی کہ ہر طرف سوکھی لکڑیاں موجود ہیں۔ اس نے سوچا کہ شاید برسوں سے یہاں پر کوئی بھی نہیں آیا، تب ہی تو اتنی ساری سوکھی لکڑیاں جنگل میں موجود ہیں، خیر اس نے ایک بڑے درخت کا انتخاب کیا اور لکڑیاں کاٹنے میں مصروف ہوگیا.... کچھ دیر گزر جانے کے بعد اچانک پورے جنگل میں شیر کے دھاڑنے کی آوازیں گونجنے لگیں، لکڑہارا بیچارہ مارے خوف کے وہیں پر سکڑ کر بیٹھ گیا، شیر کے دھاڑنے کی آواز اور بھی قریب سے محسوس ہونے لگی اور بالآخر ایک خطرناک شیر عین اسی درخت کے نیچے آکر کھڑا ہوگیا جہاں پر غریب لکڑہارا سوکھی لکڑیاں کاٹ رہا تھا۔ شیر نے جب ایک آدم زاد کو درخت پر دیکھا تو غصے سے اور بھی تیز دھاڑنے لگا اور اپنے شکار کو تکتا رہا۔ لکڑہارا جو پہلے سے ہی ڈرا ہوا تھا اس نے جب شیر کو درخت کے نیچے دیکھا تو اس کی تو جیسے جان ہی نکل گئی، اب اسے سمجھ میں آیا کہ لوگ کیوں اس طرف نہیں آتے، وہ بیچارہ مکمل طور پر پھنس چکا تھا اور وہ درخت پر دبک کر بیٹھ گیا اور شیر کے جانے کا انتظار کرنے لگا۔ شیر بھی صبح سے بھوکا تھا۔ اس لیے وہ وہیں پر بیٹھ گیا اور لکڑہارے کے نیچے اترنے کا انتظار کرنے لگا.... صبح سے دوپہر ہوگئی تھی اور جب لکڑہارے نے دیکھا کہ شیر تو جانے کا نام ہی نہیں لے رہا تو اس نے بڑی عاجزی اور انکساری سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ”یا باری تعالیٰ! میں تیرا عاجز بندہ اپنی محنت سے رزقِ حلال کی کوشش کرتا ہوں۔ یا رزاق! آپ ہی سارے جہانوں کو روزی دینے والے ہیں، آج مجھے اس شیر سے بچالیں۔“

بچو! اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی دعائیں رد نہیں کرتا سو دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر کالی گھٹائیں چھا

گئیں اور پھر زور کی بارش ہونے لگی، شیر تیز بارش سے پریشان پوری طرح بھیگ گیا اور جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا گیا۔

غریب لکڑہارے نے خدا کا شکر ادا کیا اور درخت سے نیچے اتر آیا.... وہ خالی ہاتھ واپس اپنے گاؤں جا رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر ایک چمکدار چیز پر پڑی، اس نے قریب سے دیکھا تو اسے ایک بڑی انگوٹھی زمین پر پڑی نظر آئی جو کہ بارش کی وجہ سے مٹی ہٹنے پر ظاہر ہو گئی تھی، لکڑہارے نے اسے اٹھا کر غور سے دیکھا تو وہ بڑا خوش ہوا، کیونکہ وہ ایک سونے کی انگوٹھی تھی جسے بیچ کر اسے اچھی خاصی رقم مل سکتی تھی، تھوڑی دیر تو لکڑہارا خوش ہوتا رہا لیکن اچانک اسے خیال آیا کہ تھوڑی دیر پہلے ہی اللہ پاک نے اسے شیر سے بچایا تھا اور اب میں کسی کی امانت میں خیانت کرنے کا سوچ رہا ہوں۔ اپنے دل میں وہ بڑا نادم ہوا اور اپنے دل میں ٹھان لیا کہ اس انگوٹھی کو اس کے اصل مالک تک ضرور پہنچائے گا۔ اس نے غور سے دیکھا تو انگوٹھی پر ایک شاہی نشان نظر آیا۔ لکڑہارا اب اپنے گاؤں جانے کے بجائے شاہی محل کی طرف جانے لگا.... جب وہ شاہی محل پہنچا تو صحن کے دربانوں نے اس سے آنے کا سبب پوچھا۔ لکڑہارے نے یہاں آنے کی تمام روداد انہیں سنائی تو دربانوں نے لکڑہارے کی بات بادشاہ تک پہنچا دی۔ بادشاہ سلامت نے فوراً لکڑہارے کو محل میں بلایا اور نہایت ہی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔ لکڑہارے نے انگوٹھی بادشاہ کو واپس کرتے ہوئے پورا قصہ سنا ڈالا، جسے سن کر بادشاہ سلامت بہت خوش ہوا اور غریب لکڑہارے کی ایمانداری دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور وہی انگوٹھی واپس لکڑہارے کو تحفے کے طور پر دے دی اور بھی بہت سارا انعام و اکرام دے کر شاندار طریقے سے لکڑہارے کو رخصت کیا گیا....

پیارے بچو! لکڑہارے کو اپنی ایمانداری کا صلہ مل گیا تھا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی معاشرے میں ایمانداری کے ساتھ اپنی زندگی بسر کریں....

❖

نئے سال کی پکار

سن لو لگا کے کان نئے سال کی پکار
بچے ہو یا جوان نئے سال کی پکار
دنیا میں اپنے ملک کا چمکاؤ ایسے نام
سارا جہاں وطن کو تمہارے کرے سلام
ماں باپ اور بزرگوں کا اتنا کرو ادب
مل کر کریں دعائیں تمہارے لیے وہ سب
محنت کرو جہاں میں کہ محنت ہے اچھی بات
ہوتی ہیں حل جہاں میں اس سے ہی مشکلات
کھیلوں کا وقت ایک مقرر ہو سارا سال
قائد کی سامنے ہے تمہارے لیے مثال

(مرسلہ: عائشہ رحمان۔ کراچی)

بھیڈو کا رومال

بھیڈو ایک بھیڑ کا بچہ تھا۔ وہ ہر وقت اپنی امی سے کوئی نہ کوئی فرمائش کرتا رہتا۔ ایک دن اس نے اپنی ماں سے کہا "امی جی! مجھے رومال چاہیے۔"

امی نے حیران ہو کر پوچھا "رومال....؟ مگر تمہیں اس کی کیا ضرورت پڑ گئی....؟ تمہیں کوئی نزلہ ہوا ہے جو مانگ رہے ہو۔"

امی کی بات سن کر بھیڈو نے دل ہی دل میں سوچا، "اس کا مطلب ہے پہلے مجھے نزلہ ہونا چاہیے پھر رومال ملے گا۔"

مگر نزلہ کیسے کروایا جائے....؟ یہ بھیڈو نہیں جانتا تھا۔ وہ ایک گھاس کے میدان میں جا بیٹھا اور سوچنے لگا کہ اسے نزلہ کیسے ہو سکتا ہے۔ سوچتے سوچتے اسے نیند آ گئی اور وہ گھاس پر سر رکھ کر وہیں سو گیا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو چند لوگ اس کے گرد جمع تھے۔ ایک بوڑھی اماں کہنے لگی "تمہیں گیلی گھاس پر نہیں سونا چاہیے۔ اس طرح نزلہ بھی ہو سکتا ہے۔"

بھیڈو نے یہ سنا تو کہنے لگا "واہ واہ پھر تو مزہ آ جائے۔"

چاچا خیرو بھی پاس کھڑا تھا، حیران ہو کر بولا "کمال ہے، اس میں مزے والی کون سی بات ہے۔"

بھیڈو بولا "مزے والی ہی تو بات ہے۔ اگر مجھے نزلہ ہو گیا تو میری امی مجھے ایک رومال لے کر دیں گی۔ ہے نا مزے کی بات۔"

بھیڈو کی بات سن کر پاس کھڑے بچے ہنسنے لگے۔

ایک بچہ کہنے لگا "رومال حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ تم نزلے میں مبتلا ہو۔"

بھیڈو بولا "مگر یہ نہ ہوا، تو میری امی مجھے رومال لے کر نہیں دیں گی۔"

ایک بچی کہنے لگی "نہیں پیارے بھیڈو! رومال کو تم اپنی چیزیں جمع کرنے کے لیے بھی استعمال کر سکتے ہو جیسے ربڑ، پنسل تراش یا پیسے وغیرہ۔"

اس بچی نے پھر اپنے رومال کے چاروں کونوں کو آپس میں گرہ دے کر ایک پوٹلی سی بنا کر دکھائی جس میں چیزیں جمع کی جا سکتی تھیں۔

چاچا خیرو کہنے لگا "رومال سر پر اوڑھ کر سر کو دھوپ سے بچایا جا سکتا ہے۔" چاچا خیرو نے پھر ایک رومال اپنے سر پر اوڑھ کر بھیڈو کو دکھایا کہ اس طرح۔

اسکول کے ماسٹر صاحب اسکول پڑھانے جا رہے تھے۔ انہوں نے بھیڈو کا مسئلہ سنا تو کہنے لگے "اچھے بھیڈو، کھانے کے بعد رومال سے منہ صاف کیا جاتا ہے اور ہاتھ پونچھے جاتے ہیں۔ اس طرح منہ پر سے کھانے کے ذرات صاف ہو جاتے ہیں۔"

رومال کے اتنے زیادہ فائدے سن کر بھیڈو کہنے لگا "اس کا مطلب ہے، نزلہ نہ ہو، تب بھی مجھے رومال اپنے پاس ضرور رکھنا چاہیے۔"

پھر سب لوگوں نے بھیڈو کو اپنے اپنے رومال تحفے کے طور پر دے دیے۔

بھیڈو گھر کو دوڑا دوڑا آیا "امی جی، امی جی، دیکھیں اتنے سارے رومال اور سب ہی میرے۔ آ آ چھو...."

ساتھ ہی بھیڈو نے چھینک مار دی۔

امی بولیں "او! میرے بیٹے کو نزلہ ہو گیا۔ اچھا ہوا میں بازار سے تمہارے لیے رومال خرید لائی۔ یہ لو رومال، اس سے اپنی ناک صاف کرنا۔"

بھیڈو امی کو بتانے لگا "امی جی ناک صاف کرنے کے علاوہ بھی رومال سے کئی کام لیے جا سکتے ہیں مگر اب تو مجھے اس سے ناک ہی صاف کرنی پڑے گی۔" یہ کہہ کر بھیڈو رومال سے ناک رگڑنے لگا۔

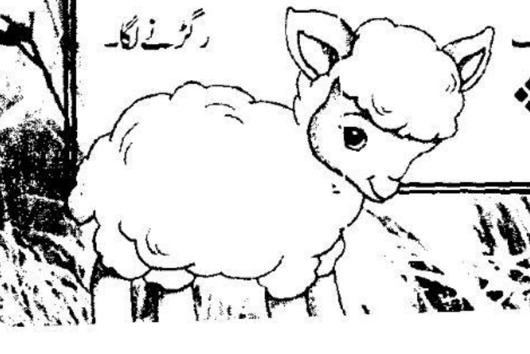

❖

مسکرائیے....

☺.... ایک سالگرہ کے موقع پر دوست نے جو بہت کنجوس تھا اپنے دوسرے دوست کو تحفے میں کارڈ بذریعہ ڈاک ارسال کر رہا تھا۔ ٹکٹیں نہیں لگائیں اور اوپر لکھ دیا۔ "میں ٹکٹیں لگانا بھول گیا ہوں۔"

جب دوسرے دوست کے پاس کارڈ پہنچا تو ڈاکیا نے بیس روپے مانگے دوست نے کارڈ لینے سے انکار کر دیا اور چٹھی لکھ دی کہ "میں ڈاکیا کو پیسے دینا بھول گیا تھا اس لیے وہ کارڈ واپس لے گیا۔"

(مرسلہ: سعدیہ مبین۔ کراچی)

☺....ایک شخص کافی دیر سے سنار کی دکان پر زیورات کو گھورے جا رہا تھا، سنار سے رہا نہ گیا اور اس نے پوچھا بھائی صاحب آخر آپ کو کیا چاہیے، اس شخص نے جواب دیا۔

"صرف ایک موقع۔"

(مرسلہ: مصباح شیخ۔ کراچی)

☺.... ایک پہلوان دوسرے پہلوان سے: میں تمہیں اتنی زور کا تھپڑ ماروں گا کہ تم امریکہ جا کر گرو گے۔

دوسرا پہلوان: اور میں تمہیں اتنی زور کا تھپڑ ماروں گا کہ تم جاپان جا کر گرو گے۔

پاس سے ایک راہ گیر گزر رہا تھا، بولا: بھائی ایک ہلکا سا تھپڑ مجھے بھی مار دو مجھے لاہور جانا ہے اور میرے پاس کرایہ نہیں ہے۔

(مرسلہ: محمد حیدر شاہد۔ راولپنڈی)

☺.... ایک لڑکا ہانپتا کانپتا ہوا ڈاکٹر کے پاس پہنچا اور بولا: ڈاکٹر صاحب! لگتا ہے میری آنکھیں خراب ہو گئی ہیں۔"

ڈاکٹر نے اس لڑکے کی آنکھوں کا معائنہ کرنے کے بعد کہا: آپ کی آنکھیں تو بالکل ٹھیک ہیں۔

لڑکے نے کہا: تب پھر مجھے اخبار میں اپنا رول نمبر کیوں نہیں دکھائی دے رہا....؟

(مرسلہ: نہا جاید۔ کراچی)

☺.... پولیس افسر (سپاہی سے): تم نے اب تک اس کو گرفتار نہیں کیا....؟

سپاہی: جناب وہ ہم سے بہت ڈرتا ہے، جب بھی ہم اسے پکڑنے جاتے ہیں وہ کہیں چھپ جاتا ہے۔

(مرسلہ: مہتاب خان۔ کوئٹہ)

☺.... عمیر: ابو! آپ اندھیرے میں لکھ سکتے ہیں....؟

ابو: ہاں کیوں نہیں۔

عمیر: اچھا تو پھر روشنی بند کر کے میری رپورٹ کارڈ پر دستخط کر دیجیے۔

(مرسلہ: طوبیٰ دانش۔ کراچی)

☺....ایک کنجوس کا سو روپے کا نوٹ کہیں کھو گیا۔ وہ بہت پریشان ہوا، اس نے کوٹ کی چھوٹی جیب کے سوا باقی سب جیبوں کو بار بار الٹ کر دیکھا، مگر چھوٹی جیب کو ہاتھ نہ لگایا۔

اس کی بیوی نے پوچھا "تم اس چھوٹی جیب کو ہاتھ کیوں نہیں لگاتے....؟ اس کو دیکھو، شاید اسی میں ہو۔

کنجوس بولا: میں ڈرتا ہوں کہ اگر اس میں بھی نہ ملا تو کہیں میرا ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔

(مرسلہ: طوبیٰ دانش۔ کراچی)

☺...ایک سائیکل سوار تیزی سے ایک شخص کے قریب سے گزرا اور پھر واپس آ کر بولا: آپ نے مجھے پہچانا....؟

شخص: نہیں۔ معاف کیجیے گا نہیں پہچانا۔

سائیکل سوار: میں وہی ہوں جو ابھی آپ کے پاس سے گزرا تھا۔

(مرسلہ: زینب رضا۔ کراچی)

http://www.booksube.net

امامِ سلسلہ عظیمیہ

حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں:

کسی بھی مذہب یا مسلک کے بڑوں، بزرگوں یا رہنماؤں کو کبھی برا مت کہو۔ یہی وہ اخلاقِ حسنہ ہے جس کی تعلیم سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دی ہے۔

خواجہ فرٹیلائزر

ایم۔ اے جناح روڈ،

سانگھڑ

محفلِ مراقبہ

مرکزی مراقبہ ہال

سرجانی ٹاؤن کراچی میں جذبۂ خدمتِ خلق کے تحت جمعے کے روز خواتین و حضرات کو بلا معاوضہ روحانی علاج کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ خواتین و حضرات کو جمعے کی صبح 7:45 بجے ملاقات کے لئے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات صبح 8 سے 12 بجے دوپہر تک ہوتی ہے اور ہفتے کی دوپہر 3:45 بجے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات 4 بجے سے شام 7 بجے تک ہوتی ہے۔ ہر ہفتے، بعد نمازِ جمعہ عظیمیہ جامع مسجد سرجانی ٹاؤن میں اجتماعی محفلِ مراقبہ منعقد ہوتی ہے جس میں درود شریف، آیت کریمہ کا ختم اور اجتماعی مراقبہ کے بعد دعا کی جاتی ہے۔ جمعے اور ہفتے کے علاوہ خواتین و حضرات ملاقات کے لئے زحمت نہ کریں۔ محفلِ مراقبہ میں دعا کے لئے اپنا نام، والدہ کا نام اور مقصدِ دعا تحریر کر کے ارسال کیجیے۔ جن خوش نصیبوں کے حق میں اللہ رحیم و کریم نے ہماری دعائیں قبول فرمائی ہیں وہ اپنے گھر میں محفلِ میلاد کا انعقاد کرائیں اور حسبِ استطاعت غریبوں میں کھانا تقسیم کریں۔

کراچی: ■ احسن وقار۔ احسن عمران۔ احمد حسن۔ احمد سعدیہ۔ ارسلان۔ اسماعیل۔ اعجاز۔ افضل۔ اکرم الحق۔ الطاف حسین۔ ام اجمل۔ ام رابعہ۔ ام سلمیٰ۔ امان الحق۔ امداد۔ انجم۔ انیس الحسن۔ ایس ایم چراغ الدین۔ ایمن۔ ایوب۔ آپا قمر۔ آمنہ انوار۔ بشریٰ مظہر۔ بشریٰ۔ بی بی کوثر۔ پروین کوثر۔ ثانیہ طارق۔ ثمینہ۔ ثناء فضل۔ ثوبیہ۔ جاوید۔ جاوید۔ جمال۔ جمیل احمد۔ جمیلہ لیاقت۔ جنید عثمان۔ جنید۔ جواد۔ جویریہ۔ حسن فضل۔ حسن۔ حسینہ۔ حنا انیس۔ حنا۔ خاتون۔ خالد اکبر۔ خدیجہ۔ خرم۔ خضر جمال۔ دانش شمیم۔ دلدار۔ دلشاد بی بی۔ رابعہ سندس۔ رابعہ۔ راجو۔ رخسار۔ رخسانہ انجم۔ رزاق احمد۔ رضوان علی۔ رضوان شاہد۔ رضیہ۔ رقیہ بی بی۔ روبینہ رائو۔ ریاض۔ ریحان۔ ریشم بی بی۔ زاہد سرفراز۔ زاہدہ نسرین۔ زاہدہ حنا۔ زبیدہ بی بی۔ زکیہ بی بی۔ زین وقار۔ ساجدہ پروین۔ ساجدہ۔ سحرش بینش۔ سرفراز احمد لودھی۔ سرفراز درانی۔ سعد مرزا۔ سعدیہ۔ سعیدہ شاہد۔ سلمیٰ محبوب۔ سمیرا بی بی۔ سویرا جنید۔ سیمی۔ شاہدہ پروین۔ شاہدہ۔ شاہین۔ شفقت پروین۔ شفیق۔ شکیلہ۔ شمائلہ۔ شمع پروین۔ شمیم حق۔ شمیم خالد۔ شہزاد پرویز۔ شہلا۔ شبنم۔ شیراز۔ صابرہ بی بی۔ صائمہ فیصل۔ صائمہ۔ صدف۔ طارق۔ طاہرہ۔ طیبہ۔ ظفر۔ عابد محمود۔ عابدہ پروین۔ عابدہ۔ عالیہ۔ عامر۔ عائشہ اکرام۔ عائشہ مظہر۔ عائشہ ندیم۔ عائشہ جاوید۔ عبدالرحمن۔ عبداللہ۔ عثمان۔ عدنان۔ عذرا۔ عرشیہ عطیہ نعمان۔ عرفان الحق۔ عروج۔ عریشہ جنید۔ عزیز۔ عشرت زاہد۔ علی حسن۔ عنیزہ فاطمہ۔ عنیزہ جنید۔ علی۔ علی احمد۔ عمارہ الطاف۔ عمران۔ عمر۔ عندلیب۔ عینی۔ غفران۔ غلام محمد۔ فاران۔ فارحہ۔ فاروق۔ فاریہ۔ فاطمہ۔ فائزہ انیس۔ فائزہ۔ فرحان الحق۔ فرحان۔ فرحت۔ فرحیہ۔ فردوس۔ فرزانہ کنول۔ فریان۔ فرید احمد۔ فریدہ۔ فیصل رفیق۔ قاسم۔ قرۃ العین۔ قمر رائو۔ قیصر محمود۔ کامران۔ کریمہ بی بی۔ کلثوم۔ کنول۔ کنیزہ۔ کوثر پرویز۔ کوثر۔ لاریب۔ ماریہ۔ ماہ رخ۔ مجتبیٰ۔ محسن طارق۔ محسن۔ محمد ارسلان۔ محمد حفیظ۔ محمد علی۔ محمد فاروق۔ محمد یعقوب۔ مرتضیٰ کاشف۔ مریم منظور۔ مزمل بی بی۔ مزمل رسول۔ مسرت شاہد۔ مسرت جہاں۔ مسرت منظور۔ مسز کوثر خالد۔ مصباح قمر۔ مصباح علی۔ مظہر علی۔ مقبول بی بی۔ ممتاز احمد۔ ممتاز بیگم۔ منزہ۔ منور طارق۔ منیبہ بی بی۔ منیر احمد۔ اختر سلطان۔ اصفیہ۔ الماس۔ امبر سلمان۔ امتیاز۔ انیسہ کریم۔ انعم طاہر۔ اورنگزیب۔ اویس احمد۔ آسیہ پروین۔ آصف عارفین۔ آفتاب غلام محمد۔ آفتاب قاضی۔ آمنہ۔ بابر امین خان۔ بسما اختری بیگم۔ بشریٰ ریحان۔ بشیر غازی۔ بلال رضا۔ بلال احمد۔ تابندہ ناز۔ تبسم آصف۔ تبسم۔ تحسین شوکت۔ تسنیم بانو۔ تہمینہ شہزاد۔ ثمینہ اکرم۔ ثوبیہ یٰسین۔ جاوید۔ جمیلہ۔ جواد احمد۔ جواد علی۔ جویریہ۔ حسن علی۔ حسیب النسائی۔ حسین۔ حفصہ۔ حلیمہ۔ حمیدہ بیگم۔ حمیرا ناز عظمیٰ۔ حمیرا وسیم۔ حمیرا ناز۔ حنا نور۔ حنیفہ۔ خالد رشید۔

خرم جمیل۔ خضریٰ۔ ضعت فاطمہ۔ خورشید اختر۔ خورشید بیگم۔ ڈاکٹر سلمیٰ محمود۔ ذکیہ سلطانہ۔ ذکیہ محمود۔ ذیشان۔ راشد علی۔ راشدہ شعیب۔ ربعیہ۔ رشیدہ بیگم۔ رضوانہ سلام۔ رفعت ناز۔ رفعت یاسمین۔ رقیہ بیگم۔ روبینہ ساجد۔ رئوف ادریس۔ رئیسہ اقبال۔ ریاض فاطمہ۔ زاہدہ اللہ نور۔ زاہدہ پروین۔ زہرا اقبال۔ ساجد۔ سائرہ عامر۔ سائرہ۔ سحر اقبال۔ سرفراز خان۔ سعیدہ باجی۔ سلمان۔ سمیعہ اللہ۔ سمیرا اسمٰعیل۔ سمیع۔ سمیعہ خان۔ منیزہ انیس۔ سید بدیع الحسن۔ سید راشد احمد۔ سید ضیاء الحسن۔ سید ظاہر علی۔ سید عامر علی۔ سید محسن احمد۔ سیدہ توقیر فاطمہ۔ سیدہ ناہید۔ سیما مسعود۔ شازیہ اسمٰعیل۔ شائستہ ارم۔ شائستہ جبین۔ شائستہ ہاشمی۔ شاہدہ شاہینہ۔ شبانہ۔ صائمہ انصاری۔ صوبیہ ارم۔ طاہرہ بی بی۔ عائشہ خان۔ عائشہ مسرت۔ عائشہ۔ عبداللہ۔ عذرا۔ عزم عامر۔ عزم۔ عرفان۔ ارشاد خلیل۔ عظمیٰ غازی۔ عفت پروین۔ علی احمد۔ علی رضا۔ علی۔ عمران احمد۔ عمیر متین۔ عمیر۔ عنبرین عالم۔ عنبرین۔ غوث معین۔ فجر علی۔ فرح صادق۔ فرحان احمد۔ فرحین رسول۔ فرخ شاہد۔ فوزیہ بیگم۔ فوزیہ عبدالواحید۔ فوزیہ مرتضیٰ۔ فوزیہ۔ فہمیدہ خالق۔ فاروق۔ قاسم ضیاء۔ قاسم عزیز۔ قاسم متین۔ قرسم۔ قرۃ العین۔ کامران محی الدین۔ کرن تحریم۔ کلثوم۔ گل نور۔ ماریہ فراز۔ ماہ نور۔ مبین۔ محمد احمد۔ محمد اسد خان۔ محمد اظہر۔ محمد انور۔ محمد ایاز۔ محمد اسامہ۔ محمد بن نصیر۔ محمد خالد بٹ۔ محمد ذکی۔ محمد سلمان۔ محمد سلیم احمد۔ محمد سلیم خان۔ محمد عامر۔ محمد عبدالعزیز۔ محمد عبدالخالق۔ محمد عبدالرافع علی۔ محمد عبدالعزیز۔ محمد عثمان۔ محمد عمیر۔ محمد عمیر۔ محمد فاروق۔ محمد فرحان رسول۔ محمد فہیم خان۔ محمد معاذ۔ محمد مصعب۔ محمد وقار۔ محمد ہاشم۔ محمد یوسف۔ محمود اختر۔ محمود محی الدین۔ مدثر۔ مرتضیٰ حسن۔ مریم وقار۔ مسز متین۔ مسعود احمد۔ مسعود احمد۔ مسعودہ بیگم۔ مشرف الرحمان۔ معراج حسن۔ معرفت فاطمہ۔ معصومہ۔ ملکہ۔ منیر عادل۔ نادیہ آصف۔ نازش پروین۔ نازیہ عمران۔ ناصر جمال۔ ناہید۔ نور جہاں۔ نور جہاں۔ نوشین کنول۔ وجیہہ بتول۔ وقار۔

حیدرآباد: ▪احمد خالد۔ احمد سلمان۔ احمد شیخ۔ احمد نسیم۔ احمد رضا۔ اختر علی۔ اریبہ۔ ارباب۔ ارسلان۔ ارشاد رفیق علی۔ ارشاد رفیق۔ ارشاد۔ ارم۔ اسد۔ اشفاق احمد۔ اصغری بیگم۔ اظہر احمد شیخ۔ اعجاز احمد۔ اعجاز۔ افشاں برکت۔ افشین خلیل۔ افضال۔ اقبال احمد۔ اکبر۔ اکرم۔ امبر۔ انس۔ انعم۔ انوری۔ ایاز۔ اسامہ۔ آسیہ۔ آمنہ بیگم۔ بدر جہاں۔ بشریٰ۔ بشیر۔ پروین اختر۔ تاج بیگم۔ تجمل۔ تسلیم جہاں۔ تنویر۔ ثریا بیگم۔ ثمینہ۔ ثناء گل۔ جان محمد۔ جاوید احمد شیخ۔ جاوید۔ جمیلہ بیگم۔ جمیلہ شاہین۔ جنید۔ جوریہ۔ جہانزیب۔ جہاں خان۔ چوہدری محمد فاضل۔ حارث۔ حامد۔ حرا صدیقی۔ حرا مغل۔ حسن بانو۔ حسنین احمد۔ حسینہ۔ حکیم پرویز اقبال۔ حمیدہ۔ حمیرہ حنا۔ حیات خاتون۔ خادم حسین۔ محمد۔ خالد۔ خرم۔ خطیب۔ خوشنود۔ خیر النساء۔ دانش۔ درخشاں۔ دلشاد۔ ڈاکٹر شبانہ حسین۔ ذرفشاں۔ ذیشان۔ روشن۔ راحیلہ اسد اللہ۔ راشدہ۔ راشد۔ رائب۔ رخسانہ۔ رشیدن۔ رضوان۔ رضیہ۔ رفیعہ۔ رفیق۔ رقیہ بیگم۔ رونی۔ روحانہ۔ روزی۔ روشن دین۔ ریحانہ۔ زاہدہ حمید۔ زاہد شاہد۔ زبیدہ۔ زرینہ۔ زمین کنول۔ زہراں۔ زہرہ فاطمہ۔ زیب النساء۔ زین العابدین۔ زینب۔ ساجدہ احسان الحق۔ سائرہ احمد خان۔ ستار جہاں۔ سجاد علی۔ سجاد۔ سحر۔ سرداراں بی بی۔ سعدیہ۔ سکینہ۔ سلمان خان۔ سلمان ضیاء۔ سلمیٰ بیگم۔ ثمینہ۔ سونل۔ سومیہ۔ سونیا بلوچ۔ سونیا۔ سیدہ بے شفقہ۔ سیمہ۔ شازیہ شیخ۔ شازیہ گوہر۔ شائستہ۔ شاہ زیب قریشی۔ شاہ عالم۔ شاہ نواز۔ شاہجہاں۔ شاہد۔ شبینہ۔ شرمیقاں بی بی۔ شرمین کنول۔ شریفہ فاطمہ۔ شکیل احمد قریشی۔ شکیلہ الیاس۔ شگفتہ۔ شمس الدین۔ شمع انجم۔ شبمہ بنت صغریٰ۔ شمیم جہاں۔ شمیم رضا یاسمین۔ ثمینہ۔ شہاب شہزادی۔ شہناز۔ شینا فریال۔ شیبا۔ صابرہ بیگم۔ صفیہ بیگم۔ صفیہ ریاض۔ ظفر اللہ جان۔ عامر۔ عائشہ۔ عبدالخالق۔ عبدالجبار۔ عبدالحق۔ عبدالغفور۔ عبداللہ۔ عبدالوحد۔ عتیق۔ عدیل۔ عدیلہ۔ عدیل۔ عرفان احمد۔ عطیہ۔ عظمیٰ۔ علاؤ الدین۔ علی حسن۔ علی حمید۔ علیم۔ علی۔ عمر۔ عمران۔ عنبرین۔ غلام سرور۔ غلام فاطمہ۔ غوثیہ۔ فاخرہ فاطمہ۔ فرح ناز۔ فرحان۔ فرحین۔ فرحین ناز۔ فرخ۔ فرزانہ سلطانہ۔ فرقان۔ فریدہ۔ فضل فقیر محمد۔ فوزیہ۔ فہمیدہ۔ فہیم۔ فیصل۔ فیض محمد۔ قادر۔ قرۃ العین۔ قمر النساء۔ قمر زمان۔ کاشف۔ کائنات۔ کائنات۔ کنول۔ کنیز فاطمہ۔ کوثر پروین۔ کوثر کہکشاں۔ گل فشاں۔ گل منیر۔ گل ناز۔ لاریب۔ لالہ جان۔ لائبہ۔ لطیف۔ لیاقت۔ ماریہ ابراہیم۔ محمد احمد۔ محمد جاوید الٰہی بخش۔ محمد جمیل۔ محمد حماد۔ محمد حنیف۔ محمد سلیم۔ محمد صالح۔ محمد عاقب۔ محمد علی۔ محمد کریم۔ محمد لطیف۔ محمد محی الدین۔ مراد معروف۔ محمودہ بیگم۔ ممتاز۔ مہر جہاں۔ مہر النساء۔ مہک۔ مہوش۔ مکھیا بیگم۔ نادیہ۔ نازش۔ ناز علی۔ نازنین۔ نازیہ۔ ناصر۔ نائلہ۔ نایاب۔ نبی بیگم۔ نجاہ۔ نجیب اللہ۔ نجیب احمد۔ ندا کنول۔ نرگس۔ نزہت۔ نسائی۔ نسرین۔ نسیم آرائی۔ نسیم جہاں۔ نسیم فاطمہ۔ نسیم فاطمہ۔ نسیم۔ نظر محمد۔ نعمان۔ نغمہ سحر۔ نواب خاتون۔ نور النساء۔ نور جہاں۔ نور محمد۔ نورین۔ نوشابہ۔ نیاز۔ وسیم احمد شیخ۔ وقار احمد۔ وقار حسن۔ وہاب۔ ہادیہ۔ ہدایت خاتون۔ یاسر۔ یاسمین بشیر۔ یاسمین۔

لاہور: حنا واجد۔ ہما اسمٰعیل۔ عمران شوکت۔ عائشہ امتیاز۔ محمد عارف۔ ظہیر الدین۔ یاسمین۔ محمد ندیم۔ سعد الرحمن۔ ساجدہ ندیم۔ عالم شاہ۔ انور۔ محمد عثمان۔ رضوانہ۔ نعیم احمد۔ سلطانہ۔ ہاشم۔ ملک

رضا۔ فاطمہ۔ ظفر۔ ناہید۔ اسلم۔ صادق۔ واجد علی۔ ابو بکر۔ رضوانہ۔ زین۔ نایاب۔ محمد ثاقب۔ عرفان۔ شاہ زاہد۔ خالد۔ عظیم بٹ۔ انور خان۔ شاہد فاروق۔ محمد بلال۔ محمد عباس۔ خرم جمیل۔ عمارہ۔ عیسیٰ خان۔ شبانہ۔ ارسلان۔ تاج محمد۔ شاہدہ۔ عظیم خان۔ حمیرا۔ وحید۔ علی۔ شازیہ۔ شہزاد۔ شازیہ۔ فراز۔ خلیل۔ فاطمہ۔ خالدہ۔ علی رضوان۔ شاہ زیب۔ کنول۔ بلال۔ ناہید اختر۔ سجاد احمد۔ زوبیہ۔ طفیل۔ محمد ارشد۔ محمد امجد۔ ثاقب۔ طاہر محمود۔ حمیرا اویس مہوش۔ محمد انور۔ محمد فیصل۔ محمد جاوید۔ کوثر۔ انجم سعید۔ حیدر علی۔ امجد۔ ثاقب۔ طاہر محمود۔ محمد انور۔ محمد فیصل۔ محمد جاوید۔ کوثر۔ انجم سعید۔ حیدر علی۔ سعدیہ۔ عامر رضا۔ گل رخ۔ ناصر نعمان۔ اسماء۔ ریحانہ۔ عامر۔ محمد طارق۔ محمد جواد۔ طارق۔ خالد۔ غوثیہ۔ کلام فاطمہ۔ بشریٰ۔ ثریا بانو۔ رابعہ۔ فلک محمد۔ حمید۔ رومی۔ منصور۔ فیصل طارق۔ اقراء۔ روبینہ۔ ثمینہ۔ مشتاق احمد۔ حارث۔ عبدالواحد۔ جنت۔ یشفاء۔ فاخرہ۔ عائشہ۔ زاہد۔ ملک۔ محمد عدیل۔ ارم خرم۔ کومل۔ شکیل۔ عائشہ۔ رشیدہ بی بی۔ طاہر فضل۔ مرزا اسد۔ ناصر علی احمد۔ شازیہ۔ آمنہ۔ زاہدہ۔ فضل خان۔ حماد علی۔ رشیدہ بیگم۔ ظہور احمد۔ کرن۔ شاہد محمد۔ حماد مدیحہ۔ فہد۔ محمد خان۔ ناصر۔ عائشہ۔ نعمان۔ محمد شفیق۔ نسرین۔ تحریم کوثر۔ الیاس۔ شیخ خورشید۔ عاشی۔ عباس۔ محمد علی خان۔ شبانہ۔ کامران۔ صداقت۔ عمران۔ حرا۔ شازیہ۔ ذیشان۔ عبدالرحیم۔ طاہرہ۔ عثمان۔ محمد موسیٰ۔ گلزار۔ محمد خان۔ عمار۔ مدثر۔ عامر۔ یونس۔ شازیہ۔ فرقان۔ راحیل۔ ناصرہ۔ ناصر الرحمن۔ ثمر حفیظ۔ شہزاد۔ ہارون اعجاز۔ لاریب۔ شجاعت۔ شازیہ اکرام۔ رابعہ۔ فرحت۔ زبیدہ کرامت۔ قیصر منظور۔ عبدالغنی۔ عمر۔ تبسم شاہین۔ زاہدہ۔ فاطمہ۔ ناہید۔ عامر۔ محمد اعجاز۔ خاور۔ محمد احمد۔ وقار انجم۔ رضوانہ سحر۔ رخسانہ۔ شگفتہ۔ صائمہ پروین۔ فاروق۔ سعدیہ نسرین۔ عمر فاروق۔ سید عثمان۔ ارم۔ عاصم۔ کامران۔ ذیشان۔ زرینہ۔ محمد یونس۔ عامر عمران۔ جاوید۔ نذرانہ۔ ریحانہ۔ محمد عظیم۔ فرید۔ زینت۔ عالیہ۔ جمشید۔ ارشد۔ خالدہ۔ ظہور احمد۔ امجد۔ عثمان۔ ارباب۔ راشدہ۔ رشید۔ رحمن فریدالدین۔ یاسر۔ وقاص ریحانہ۔ عامر اقبال۔ آفتاب۔ عامر حنیف۔ غضنفر۔ حنا۔ شگفتہ۔ عفت یاسمین۔ اورنگزیب۔ روبینہ شاہین۔ رضیہ۔ سدرہ۔ معمر۔ حنا۔ ارشد باسط مقبول۔ ارشد۔ شمیم۔ شاہد دین۔ عرفان۔ عاصم۔ اعجاز۔ محمد الیاس۔ زرقا عائشہ۔ سہیل اختر۔ ثمینہ نوشین۔ عبدالرحمن۔ فرحت۔ جاوید۔ رفعت۔ سارہ آصف۔ دلشاد۔ اسامہ۔ شہباز حسین۔ شازیہ۔ محمد زبیر۔ تابندہ۔ بتول۔ ثمینہ۔ خلیل افضل۔ نور محمد۔ راشدہ۔ بشارت علی۔ تبسم۔ محمد رفیع۔ محمد حافظ شکیل۔ سلمیٰ آرا۔ نورین۔ محمد اقبال۔ شبیر حسین۔ صائمہ۔ عمران۔ اختر۔ یاسمین۔ نصیر۔ محمد اسلام۔ ثریا۔ یاسمین۔ فاطمہ۔ نعیم۔ گلشن آرا۔ محمد اختر۔ راحیلہ۔ زینت۔ نعمان۔ عبداللہ۔ محمود اختر۔ راحیلہ۔ نعمان۔ عبداللہ۔ فاطمہ۔ فاریحہ۔ شاہین۔ طلعت۔ فائزہ۔ حذیفہ۔ امن۔ شوکت علی۔ نوید۔ عاصمہ۔ ثمینہ۔ عامر۔ کاشف۔ زمرد جبیں۔ فرزانہ۔ نسیم۔ حبیب۔ سلمان۔ نجمہ۔ رضیہ۔ راحت۔ رخسانہ۔ آفتاب۔ محمد احمد۔ طیبہ۔ محمد اعجاز۔ محمد ارشد۔ سمیرا۔ زاہد۔ ناصرہ اقبال۔ واحد۔ حارث۔ احمد۔ نعیم۔ طاہر۔ جنت۔ راحیلہ۔ ماریہ۔ طاہر۔ زاہدہ۔ قیوم۔ مرزا اکرم اللہ بیگ۔ عرشین۔ فیض۔ عائشہ۔ زبیدہ۔ قاری محمد بابر۔ محمد افضال۔ محسن کامران۔ احتشام۔ محمد زاہد۔ آصف۔ آصف علی۔ عمیر اجمل۔ احمد عدیل۔ سہیل۔ سلمان۔ عظیم۔ شوکت۔ عبدالخالق۔ محمد عمر۔ سلمان۔ عادل۔ امجد پرویز۔ سلطانہ۔ عمران۔ تبسم۔ عرفان۔ صدیقی۔ ذکریا۔ فصیح النساء۔ فرح ناز۔ نازیہ۔

فیصل آباد: ابو بکر۔ احتشام۔ ارحم کشف۔ ارم کوثر۔ اسامہ ندیم۔ اسد رحمان۔ اشتیاق۔ اشرف سعید۔ انعم راشد۔ انیلا سلیم ارشد۔ آصف رحمان۔ باجی زرین۔ برہان علی۔ بشریٰ جیلانی۔ تسنیم فاطمہ۔ تغیرہ تجمل۔ تنزیل زہرہ۔ ثمر عباس۔ ثمینہ شہزادی۔ ثمینہ مقصود۔ جاوید احمد۔ جمیل احمد۔ جنید احمد۔ جواد شفیع۔ جویریہ جیلانی۔ جویریہ صغراں۔ جویریہ۔ حاجی منصور حسین۔ حامد رشید۔ حرا مقصود۔ حسان طاہر۔ حمزہ۔ حمید زائد۔ حنا۔ خاور رشید۔ دانش فیصل۔ دلبر عدنان۔ ذکیہ بیگم۔ راحیلہ عندلیب۔ راشد محمود۔ راشدہ پروین۔ رانا تجمل حسین۔ رانا عثمان۔ رانیہ فاطمہ۔ رباب۔ رشید احمد۔ رفعت فیصل۔ رفعت مختار۔ رفیق کمبوہ۔ رفیق۔ رقیہ انوار۔ رقیہ۔ روبی رفیق۔ روبینہ۔ روبی۔ رئیسہ شوکت۔ زاہدہ۔ زاہد۔ زبیدہ بی بی۔ زبیدہ ندیم۔ زرقا ارشاد۔ زیبا۔ زین العابدین۔ ساجدہ۔ سعدیہ بانو۔ سعدیہ عدیل۔ سعیدہ مختار۔ سعید۔ سہیل احمد۔ سیف الدین۔ سیمابی بی۔ شازیہ۔ شاہدہ بی بی۔ شاہدہ جاوید۔ شاہین محمود۔ شمسہ۔ شہناز طاہر۔ شہناز کوثر۔ صابر علی۔ صائمہ جاوید۔ صبا نورین۔ صغرہ بی بی۔ طاہر لطیف۔ طاہرہ۔ طاہری جیلانی۔ طیب طاہر۔

راولپنڈی/اسلام آباد: آرزو سلیم۔ آصف شاہد۔ آمنہ سلیم۔ احسن آفتاب۔ احمد۔ اصغری بیگم۔ افشا آفتاب۔ افشاں۔ افشین۔ لائمہ آفتاب۔ انوری بیگم۔ انیلہ۔ بانو۔ بینش عامر۔ بے نظیر۔ پرنس عبدالماجد۔ پروین۔ تہمینہ سہیل۔ ثمینہ محمد علی۔ جمال۔ جمیلہ۔ حارث حسین۔ حسینی بیگم۔ حمیرہ۔ خالد محمود۔ خدیجہ بی بی۔ خورشید بیگم۔ خوشنود مجید۔ راشدہ۔ رافع معاذ۔ رافع۔ رحمت۔ روبینہ منیر۔ ریحانہ افضل۔ زاہدہ پروین۔ زرقہ بی بی۔ زہرہ بیگم۔ سارہ آصف۔ سبط الحسن۔ سبین۔ سجاد حیدر۔ سحرش شہزاد۔ سعدیہ سمیرا۔ سعدیہ فیروز۔ سعید اختر۔ سعیدہ بیگم۔ سلمان حیدر۔ سلمان فیض۔ سید طارق۔ سید عمران۔ سید عمیر۔ شازیہ۔ شاہد خالد۔ شاہین۔ شفیق

الرحان۔ صالحہ مریم۔ صائبہ سلیم۔ صائمہ افضل۔ صائمہ بی بی۔ صائمہ سلیم۔ ضیغم علی خان۔ طاہرہ کفیل۔ عابدہ ریاض۔ عائشہ آفتاب۔ عائشہ مسعود۔ عائشہ۔ عبد الغفور۔ عبدازاق۔ عبدالرؤف۔ عرفان علی۔ عرفان۔ عزیز النساء۔ عمران جاوید۔ غلام رسول۔ غلام صغریٰ۔ غلام۔ فاروق۔ فارینہ امجد۔ فرحت امجد۔ فریحہ۔ فیاض احمد۔ قیصرہ بانو۔ کاشف جاوید۔ کامران جاوید۔ کشور بی بی۔ محمد ارسلان وقاص۔ محمد افضل۔ محمد سلیم۔ محمد وقار۔ مختار احمد۔ مسرت ارشد۔ مسرت مشتاق۔ مظہر سلطانہ۔ مہوش شاہد۔ نادیہ شہزادہ۔ ناہید عباسی۔ نبیلہ خیر النساء۔ نبیلہ خالد۔ نرگس۔ نزرت آفتاب۔ نزہت شہزاد۔ نسیم افضل۔ نفیس بیگم۔ نور خانم۔ نوشین عدنان۔ واصف علی شاہ۔ وجیہہ ظفر۔ وقار صنوبر بیگم۔ وقار نور۔ ہاجرہ۔ ہارون۔ ہشام احمد۔ ہمیرا خالد۔

سیالکوٹ: ۔ امینہ بیگم۔ آمنہ خان۔ بلال خان۔ بلقیس بی بی۔ بلقیس بیگم۔ تحسین۔ توفیق خان۔ ثریا۔ ثمرین۔ ثمینہ امجد۔ ثناء۔ جمیلہ بی بی۔ جنید خان۔ حرا امجد۔ حرا۔ حسن علی۔ حسین۔ حفصہ شاہد۔ حفصہ دلاور۔ حلیمہ بی بی۔ حنا خان۔ حنا عقیل۔ حناء یاسین۔ حنائی۔ خالدہ۔ خورشیدہ۔ رمشہ خان۔ راحیلہ۔ رخسانہ۔ رخشندہ یوسف۔ رخشندہ بیگم۔ رضیہ بی بی۔ رفعت بی بی۔ رفیق خان۔ رقیہ بیگم۔ رقیہ پروین۔ شاہد۔ زاہدہ بی بی۔ زاہدہ کامران۔ زبیدہ یاسمین۔ زبیر اشرف۔ رینہ بیگم۔ زعیم۔ زینب راحیلہ۔ زینب۔ ساجدہ۔ سارہ امجد۔ ستارہ جبین۔ سرفراز۔ سلمان حنیف۔ سلمٰی کوثر۔ سلمٰی۔ سمیرا۔ سید شاہد۔ شازیہ احسن خان۔ شازیہ۔ شاہ منیر۔ شاہد حماد۔ شاہد رسول۔ شاہد انور۔ شاہین۔ شبانہ شاہد۔ شکیل۔ شگفتہ منظور۔ شمسہ۔ شمع بشیر۔ شمع شہزادی۔ شمع۔ شمیم کوثر۔ صائمہ بی بی۔ صائمہ خان۔ صائمہ منظور۔ صائمہ۔ صدف شاہ۔ صدف۔ طاہرہ شمیم۔ طاہرہ۔ طیب۔ عابدہ مسرت۔ عارفہ۔ عاصمہ غلام رسول۔ عامر۔ عائشہ بی بی۔ عائشہ عمران۔ عائشہ۔ عبدالرحمن۔ عبدالغنی۔ عبداللہ۔ عثمان۔ عشرت زاہد۔ عشرت زاہد۔ عشرت۔ علی امین۔ علی شاہد۔ غلام رسول۔

ملتان: ۔ اقبال احمد۔ امینہ بی بی۔ امینہ گل۔ پروین۔ ثناء گل۔ ثناء نور۔ جاوید مختار۔ جعفر۔ جلیل الدین۔ حاجی اللہ دین۔ حاجی غلام رسول۔ حارث۔ حسن۔ حمیدہ۔ حمیرا۔ حنا عفت۔ حنا۔ خضرائی۔ خورشید بیگم۔ ڈاکٹر بیلی۔ رابعہ حیدر عمر۔ رابعہ۔ راحیلہ۔ رخسانہ پروین۔ رضیہ مظہر علی۔ رفعت۔ روبینہ ناز۔ زبیدہ۔ زرینہ۔ زہرہ۔ زیتون۔ ساجدہ۔ سدرہ۔ سمیعہ۔ سونیا گل۔ شاہینہ۔ شبیر۔ شریفہ سلمٰی۔ شکیل الدین۔ شمس الدین۔ شہناز۔ شبنم گل۔ صائمہ۔ صبا۔ مہ نشان۔ ضیاء الدین۔ طلعت۔ عبدالحمید۔ عبدالغفور۔ عثمان پرویز۔ عتیقہ۔ عمران شیروانی۔ عنبرین۔ فاطمہ۔ فہد پرویز۔ فہیم الدین۔ فیضان۔ قیوم۔ کہکشاں۔ گلشن آپا۔ گلناز عبداللہ۔ لیلیٰ۔ ماریہ۔ محمد پرویز یونس۔ محمد پرویز۔ محمد دانش۔ محمد شاہد۔ محمد شعیب۔ محمد طاہرہ میمن۔ محمد علی۔ محمد عمران۔ محمد فیصل۔ محمد نسیم۔ مدیحہ۔ معین احمد۔ منظور النساء۔ منور۔ منیر۔ نیلوفر۔ واثق فیصل۔

پشاور: ۔ انصار علی۔ انیبہ۔ بشریٰ خان۔ بلال قریشی۔ بلال۔ بیگم فاطمہ۔ بینش نصر بھٹی۔ ثمینہ۔ جنت حسن۔ حبیب احمد۔ حبیب انور۔ حسین میر۔ حمزہ۔ حمیدہ۔ حمیرا۔ دیبہ فیاض۔ رابعہ عارف۔ راشدہ۔ رقیہ حسن۔ ریاض بیگم۔ زاہدہ اسحٰق۔ زاہدہ۔ سجاد احمد۔ سجاد انور۔ سردار بی بی۔ سرفراز احمد۔ سعدیہ اماس۔ شازیہ۔ شبنم مجید۔ شعیب احمد۔ شکیلہ پروین۔ شمیم ریاض۔ شمیم میر۔ شہر یار علی۔ شہزادی۔ شہناز اختر۔ شہناز۔ صغریٰ عابدہ احمد۔ صفیہ میر۔ طارق رشید بٹ۔ طلعت رانا۔ طیبہ تنویر۔ عاشقہ۔ عاصم سعید۔ عامر انتظار۔ عائشہ ریاض۔ عائشہ۔ عبدالرشید بٹ۔ عدیل۔ عظمت محمود۔ عمر۔ غلام فاطمہ۔ فاریحہ نصر بھٹی۔ فراست۔ فرحانہ۔ فرحان۔ فرح۔ فواد احمد۔ فوزیہ اقبال۔ فوزیہ حسن۔ قاسم سعید۔ قیوم فاطمہ۔ کلثوم اختر۔ کلیم۔ گل نفیس۔ محمد سلمان حسن۔ محمد عنیف۔ محمد عارف۔ محمد عثمان۔ محمد علی۔ محمد عمر۔ محمد وسیم اقبال۔ مختاراں۔ مسز بشارت۔ مسز جمیل راؤ۔ مسز حامد۔ مسز ریاض۔ مسز شاہد۔ مسز علی۔ مسز قریشی۔ مسز میر۔ مسز ناہید۔ احمد حسین۔ ارشد محمود۔ اشفاق محبوب۔ افتخار اصغر۔ امام علی۔ انجم ریاض۔ آمنہ جمال۔ آمنہ بی بی۔ تبسم۔ جمال حق۔ جویریہ ثمرین۔ حسنین علی۔ دردانہ خدیجہ۔ راشدہ۔ رضوان علی۔ رضیہ بی بی۔ روبینہ احمد۔ روشن دل۔ زردہ بی بی۔ سعدیہ کوثر۔ سہیل احمد۔

دریاخان: ۔ ابوبکر۔ احتشام۔ احسان اللہ۔ احمد کبیر۔ ادیبہ دلاور۔ اسد رحمن۔ اسماء منظور۔ اسماء نسیم۔ اسماء۔ اشرف بیگم۔ اشرف بیگم۔ اصغر بی بی۔ اصغر علی۔ اعظم حسین۔ اقراء طارق۔ اقرائی۔ اللہ رکھی۔ انیس۔ انیس۔ آرزو یوسف۔ آسیہ عاطف۔ آصف رحمان۔ آصف رحمان۔ آمنہ بانو۔ برہان علی۔ برہان علی۔ بشریٰ ریاض۔ بشریٰ شفیق۔ بشریٰ۔ بشیراں۔ سرور۔ پرویز اختر۔ پرویز اختر۔ پروین اختر۔ ثانیہ۔ تبسم علی۔ تحسیرہ تجمل۔ تنزیلہ۔ تنویر عباس۔ توصیف ناصر۔ توصیف ناہید۔ ثاقب اقبال۔ ثریا بی بی۔ ثریا۔ ثمینہ احمد۔ ثمینہ کوثر۔ ثمینہ مقصود۔ ثمینہ ثناء۔ جاوید اقبال۔ جاوید۔ جمشید ریاض۔ جمیل احمد۔ جویریہ حسن۔ جویریہ یاسمین۔ چوہدری خالد۔ چوہدری امین۔ حاجی شوکت۔ ہاشم۔ حافظ عدنان۔ حامد رشید۔ حامد رشید۔ حامد زاہد۔ حبیب۔ حرا۔ حسان طاہر۔ حسان طاہر۔ حسن بی بی۔ حسنین رضا۔ حفصہ۔ حفیظ بی بی۔ حمزہ مراد۔ حمید زاہد۔ حمیرا بی بی۔ حنا حسنہ۔ خلیل احمد۔ خورشید احمد۔ خورشید بی بی۔ دبیر عدنان۔ راشدہ بانو۔ راشد بیر۔ راشدہ۔ رانا تجمل حسین۔ رانی بی بی۔ رخسانہ۔ رزاق۔ رسول نعیم۔ نعیم۔ رمیض یونس۔ روبینہ ثاقب۔ روبینہ عبدالحمید۔ روبینہ

یاسمین۔ روشن نگاہ۔ رئیس پرویز۔ زبیدہ۔ زویا۔ زہرہ۔ ساجدہ۔ ساجد۔ سارہ مجید۔ سائرہ۔ سدرہ کرن۔ سدرہ۔ سروری بیگم۔ سعدیہ کنول۔ سعدیہ۔ سعد۔ سکینہ بیگم۔ سکینہ۔ سلیم اختر۔ سلیم بانو۔ سمیعہ گل۔ سمیعہ۔ سونیا۔ سہیل احمد۔ شازیہ عاطف۔ شازیہ فرخ۔ شاہدہ پروین۔ شاہدہ پروین۔ شاہدہ عثمان۔ شفقت طاہرہ۔ شگفتہ پروین۔ شمائلہ قاسم۔ شمسہ عروج۔ شمسہ۔ شمع نعمان۔ شمیم اختر۔ شہناز چوہدری۔ شہناز طاہر۔ شہناز کوثر۔ شہناز آپا۔ صائمہ ناہید۔ صائمہ۔ صدف۔ صفورا تبسم۔ طارق حفیظ۔ طاہر اکرام۔ طاہر محمد۔ طاہرہ مختار۔ طیب طاہر۔ طیب طاہر۔ عابد۔ عادل رحمن۔ عادل سلیم۔ عاصم رشید۔ عاصم رشید۔ عاصمہ نسیم۔ عاطف حسین۔ عاطف نواز۔ عامر شہزاد۔ عامر اقبال۔ عائشہ رحمان۔ عائشہ رحمان۔ عائشہ کرن۔ عائشہ محمد لطیف۔ عائشہ خان۔ عبدالحفیظ۔ عبدالرحیم۔ عبدالرشید۔ عبدالرزاق۔ عبدالغفار۔ عبداللہ۔ عبدالمجید صابری۔ عبید اللہ۔ عثمان رابعہ۔ عثمان طاہر۔ عثمان۔ عدیل ارشاد۔ عظمیٰ آصف۔ عظمیٰ آصف۔ عظمیٰ ناہید۔ عظمیٰ نسیم۔ عفت حنیف۔ عفت وسیم۔ عفت یاسمن۔ علی وقاص۔ علی۔ عمر ادریس۔ عمر اسماعیل۔ عمر فاروق۔ عمران سرور۔ عمران سید۔ عمران۔ غلام احمد۔ غلام جیلانی۔ غلام قادر۔ غلام مصطفیٰ۔ غلام مصطفیٰ۔ غلام نبی۔ فاخرہ یٰسین۔ فاخرہ یٰسین۔ فاطمہ نواز۔ فائزہ۔ فائزہ ارسلان۔ فائزہ کامران۔ فخر سلطان۔ فراز۔ فرحان۔ فرحت کوثر۔ فرح۔ فقیر حسین۔ فوزیہ یعقوب۔ فیاض۔ فیصل رشید۔ فیصل۔ قدیر احمد۔ قمر انصاری۔ کاشف جبار۔ کاشف نواز۔ کامران۔ کرم بی بی۔ کرن پطرس۔ کرن۔ کشور سلطانہ۔ کلثوم یٰسین۔ کلیم خان۔ کنول عطا محمد۔ کنول۔ کوثر انسائی۔ کوثر ظہیر۔ کومل۔ لاذی ملک۔ لائبہ آصف۔ یٰسین۔ ماجد۔ ماہ جبین۔ مبشر اقبال۔ محبوب علی۔ محمد احمد۔ محمد ادریس۔ محمد اسماعیل۔ محمد امجد۔ محمد امجد۔ محمد امین عابد۔ محمد اویس۔ محمد آصف۔ محمد تبسم۔ محمد اوید۔ محمد حارث۔ محمد حنیف۔ محمد رمضان۔ محمد زاہد۔ محمد سعید عباس۔ محمد شاہد۔ محمد شاہد۔ محمد شفیق گجر۔ محمد طلہٰ۔ محمد عظیم شاد۔ محمد عظیم۔ محمد علی صدیقی۔ محمد علی۔ محمد علی۔ محمد غلام مدیحہ ارم۔ مزمل حسین۔ مسرت۔ مشتاق احمد۔ مصباح راحت۔ مصباح۔ معراج دین۔ معز یونس۔ مقصود صادق۔ مکرمہ آطف۔ ملک جبار۔ ملک سراج۔ منور فاطمہ۔ مہرین ارشاد۔ مہوش یونس۔ میمونہ مجید۔ نازش عبدالرشید۔ نائلہ بی بی۔ نائلہ ندیم۔ نائلہ ندیم۔ نجمہ ارشاد۔ نجمہ ارشاد۔ نجمہ اقبال۔ نجمہ ہارون۔ ندیم احمد۔ صائمہ طاہرہ۔ نسرین اختر۔ نسرین بی بی۔ نسرین۔ نسرین۔ دوست محمد۔ ذکیہ ارم۔ ذکیہ ارم۔ ذکیہ۔ ذیشان الحسن۔ ذیشان۔ رابعہ رضا محمد۔ رمضان۔ نعیم۔ رضوان۔ رفعت۔ رمشاء جعفری۔

❖

امام سلسلہ عظیمیہ
حضور قلندر بابا اولیاءؒ
فرماتے ہیں:

اتحاد و یگانگت ماضی کو پروقار، حال کو مسرور اور مستقبل کو روشن اور تابناک بناتی ہے۔

مراقبہ ہال نواب شاہ

نگراں: سید منصور احمد عظیمی
مکان نمبر 216 سیکٹر C، لیاقت آباد۔
نواب شاہ۔ پوسٹ کوڈ: 67450
فون: 0300-2954178

مغل کول اینڈ ریفریجریشن

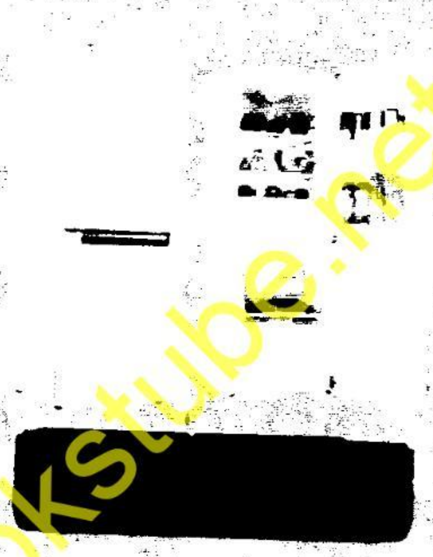

فریج، اے سی اور واٹر
کولر کی ریپئرنگ تسلی
بخش کی جاتی ہے۔

پروپرائٹر
شوکت علی عظمی

سندھ کالونی، پڈعیدن روڈ
نوشہرو فیروز سندھ

0302-2575109

ماشاء اللہ
پکوان سینٹر

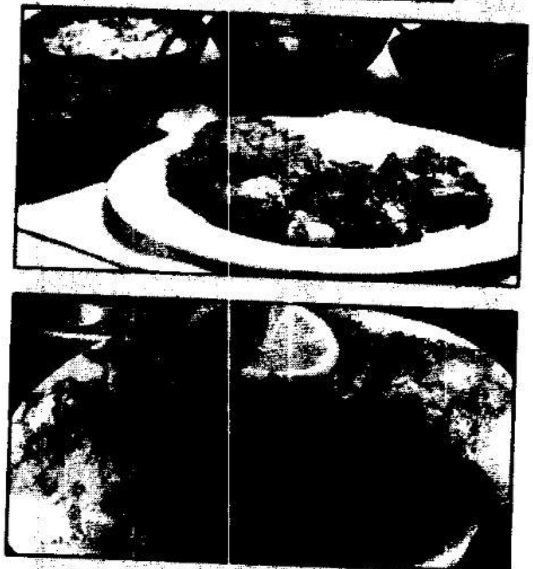

ہر قسم کے کھانے آرڈر پر
تیار کیے جاتے ہیں۔

نزد الریاض کالونی مین روڈ
نوشہرو فیروز سندھ

پروپرائٹر
اُستاد غلام نبی

0300-2108147

امام سلسلہ عظیمیہ

حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں:

آدمی حالات کے ہاتھ میں کھلونا ہے۔ حالات جس طرح چابی بھر دیتے ہیں آدمی اسی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ بے شک اللہ قادر مطلق اور ہر چیز پر محیط ہے۔ حالات پر اس کی گرفت ہے۔ وہ جب چاہے اور جس طرح چاہے حالات میں تغیر واقع ہو جاتا ہے۔

مراقبہ ہال ٹنڈو الہیار
نگراں: ڈاکٹر نور محمد کاکیپوٹہ
ایمرجنسی میڈیکل سینٹر، مارکیٹ چوک
ٹنڈو الہیار پوسٹ کوڈ 70010
فون: 0331-3801479

صوفی بزرگ **خواجہ شمس الدین عظیمی** کی زیر ادارت

ماہنامہ

قلندر شعور

کراچی

روحانی علوم سے دلچسپی اور اعلیٰ علمی ذوق رکھنے والے اساتذہ، دانشوروں
اور خواتین و حضرات کے لیے ہماری ایک اور علمی پیش کش

ایڈیٹر: حکیم غلام عارف عظیمی

ماہنامہ قلندر شعور میں آپ کے خواب، ان کی تعبیر، تجزیہ
اور مشورہ، سائنسی، علمی، ادبی، سماجی، آسمانی علوم
اور Ph.D کے مقالہ جات شائع ہو رہے ہیں۔

تازہ شمارہ منگوانے کے لیے بذریعہ فون یا خط رابطہ کریں۔

فون نمبر: 021-36912020

پتہ: B-54 سیکٹر 4-C سرجانی ٹاؤن، کراچی۔

روحانی ڈاک
ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی

کام رک گیا....

☆☆☆

سوال: میری شادی کو پانچ سال ہوگئے۔ میرے شوہر کی درزی کی دکان تھی۔ میں نے اپنے ڈیزائن کیے ہوئے کچھ سوٹ سی کر ان کی دکان پر رکھ دیئے۔ یہ سوٹ اچھی قیمت پر فروخت ہوگئے تو شوہر کی ہمت بندھی اور انہوں نے مجھ سے مشورے کے بعد دکان کرائے پر لے کر بوتیک کھولی۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ دو تین سال میں ہمارا کام اچھا ہو گیا۔ اب میرے شوہر نے تین کاریگر بھی رکھ لیے۔

گھر میں خوش حالی آئی تو شوہر نے خاندان والے کی گھر میں دعوت رکھی۔ جس میں سب کو بلوایا گیا تھا۔ چند ایک کے علاوہ سب ہی بہت خوش تھے۔

اس دعوت کے ایک مہینہ بعد میں نے تین سوٹ تیار کرکے بوتیک بھجوائے۔ شوہر نے انہیں کھولا تو تینوں میں کپڑا اکٹا ہوا تھا جب کہ میں نے بالکل صحیح بھیجے تھے۔

اس کے بعد بوتیک میں لٹکے ہوئے کئی سوٹ میں دائروں کی صورت میں کٹے ہوئے ملنے لگے۔ سوٹ کٹنے سے وقت اور رقم کا بہت زیاں ہو رہا ہے اس کے ساتھ ساتھ دکان کی سیل بھی کم ہونے لگی ہے۔

میرے شوہر نے دو تین جاننے والوں سے ذکر کیا تو انہوں نے بتایا کہ ایسا لگتا ہے کہ کسی نے تمہارے کاروبار پر بندش کروادی ہے۔

جواب: صبح اور شام اکتالیس اکتالیس مرتبہ سورہ الاعراف (7) 54 آیت میں سے

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا
لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ O

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلیں اور شوہر پر بھی دم کردیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔

A-4 سائز کے سفید کاغذ پر سورہ فلق سیاہ روشنائی میں قلم سے خوش خط لکھوا کر یا کمپوز کروا کر اس کا پرنٹ نکلوا کر فریم کرکے دکان میں نمایاں جگہ پر آویزاں کردیں۔

شوہر سے کہیں کہ وہ وضو بے وضو کثرت سے **یَاحَفِیْظُ یَاسَلَامُ** کا ورد کرتے رہیں۔

حسب استطاعت صدقہ بھی کر دیں۔

لڑانے جھگڑنے کی عادت

☆☆☆

سوال: گھریلو حالات اچھے نہ ہونے کے سبب میں آٹھویں جماعت تک ہی پڑھ پایا ہوں۔ میں نے والدین اور خاندان کے بزرگوں کی خدمت کی اور خوب دعائیں لیں۔ پکوان کی ایک چھوٹی سی دکان سے شروع ہونے والا میرا کام اب مختلف علاقوں میں پھیل چکا ہے یہ سب والدین کی دعاؤں کا ہی اثر ہے۔

شادی کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے چار بچوں سے نوازا۔ دو بیٹے اور دو بیٹیاں۔ میں زیادہ تعلیم حاصل نہ کر سکا تھا لیکن اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانا میری خواہش تھی اور اللہ کے کرم سے میں اس میں کامیاب رہا۔

چاروں ماشاءاللہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں لیکن چاروں بچے زبان دراز اور بدتمیز ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود ان میں صبر بالکل نہیں ہے۔ گھر میں ذرا ذرا سی بات پر آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بات کو رائی کا پہاڑ بنا لیتے ہیں اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے بحث کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اکثر بات بے بات آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ بڑا بیٹا بہت زیادہ غصہ والی طبیعت رکھتا ہے۔

میں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں تو کہتا ہے کہ آپ کو کیا پتا دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ آپ کوئی پڑھے لکھے ہیں کیا.... آپ خاموش رہیں تو بہتر ہے۔

ڈاکٹر صاحب ! میں نے بڑی محنت کر کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی ہے لیکن آج بچوں کے رویوں سے میں بہت پریشان ہو گیا ہوں۔ میں سمجھتا تھا کہ اعلیٰ تعلیم انسان کی شخصیت کو نکھارتی ہے لیکن اب سوچتا ہوں کہ کہیں میں نے غلطی تو نہیں کی...؟

میں چاہتا ہوں کہ میرے بچوں کے اخلاق اچھے ہو جائیں اور یہ آپس میں پیار محبت سے رہیں ،،والدین اور بڑوں کا احترام کریں۔

جواب: محترم بھائی .... یہ آپ کی سعادت مندی ہے کہ اپنی ترقی کو اپنے والدین اور بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ بزرگوں کی خدمت کا اللہ تعالیٰ آپ کو مزید اور مسلسل اجر عطا فرمائے۔ آمین

نئی نسل کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا والدین کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ آپ نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوا کر ایک فرض کو اچھی طرح ادا کر دیا ہے لیکن ایک فرض کی طرف شاید پوری توجہ نہ دے سکے وہ فرض تھا اولاد کی اچھی تربیت۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک ارشاد گرامی کا مفہوم یہ ہے کہ اولاد کی اچھی تربیت والدین کی جانب سے اولاد کے لیے سب سے اچھا عطیہ یا تحفہ ہے۔

اپنے ارد گرد کا جائزہ لیجیے۔ والدین کے طرز عمل کا مشاہدہ کیجیے۔ کیا اکثر والدین اپنے بچوں کو بڑے نام والے مہنگے اسکولوں میں داخلہ دلوا کر اطمینان سے نہیں بیٹھ جاتے۔ اکثر والدین اسکول میں انگلش سکھا دینے اور دیگر نصاب کو بروقت تکمیل کو کامیابی کا معیار قرار دیتے ہیں۔ اکثر اسکولوں میں طالب علموں کی اچھی تربیت کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔ نئی نسل کو اچھی تربیت والدین اور گھر کے دیگر افراد کی ذمہ داری ہے۔

تربیت کی کمی یا تربیت کے لیے برتی جانے والی

عظیمی ریکی سینٹر..............تاثرات

(کاف۔ شین.... کراچی)

والد صاحب کی ایک حادثے میں اچانک وفات کے صدمے نے مجھے انتہائی رنجیدہ اور نڈھال کر دیا تھا۔ ہر وقت مایوس، اداس اور گم سم رہنے لگی تھی۔ بھوک کی کمی اور بے خوابی کے مرض میں مبتلا ہو گئی۔ ذہنی یکسوئی نہ ہونے کی وجہ سے ڈپریشن رہنے لگا تھا۔

ڈپریشن کی وجہ سے طبیعت میں غصہ اور چڑچڑاپن آگیا۔ سر بھی ہر وقت بھاری بھاری رہنے لگا۔ شام کے وقت سے سوتے وقت تک سر میں شدید درد رہنے لگا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونا آجاتا۔ چند ماہ قبل میرے ماموں نے میرا عظیمی ریکی سینٹر سے رابطہ کروایا۔ ریکی کے چند سیشن لینے سے ہی میں نے اپنے اندر سکون محسوس کیا۔ ذہنی یکسوئی بہتر ہوئی۔ اب اللہ کے کرم سے میں نارمل زندگی بسر کر رہی ہوں۔

لاپرواہی کے نتائج اولاد کے باغیانہ رویوں، نافرمان طرز عمل، اپنی غلط روش پر اصرار اور دیگر منفی باتوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔

بہر حال وقت ہاتھ سے نکلا نہیں ہے۔ آپ اب اچھی تربیت کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

اپنے گھر میں اپنی اولاد کے سامنے نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کے ذکر کا اہتمام کیجئے۔ اپنے بچوں کے ساتھ سیرت طیبہ کا مطالعہ کا پروگرام بنایئے اور انہیں حیات النبیؐ کے مختلف گوشوں پر تحقیق کا کام سونپیئے۔

اس طریقہ پر عمل کرنے سے انشاء اللہ دو تین ماہ میں ہی آپ کے گھر کے ماحول میں مثبت تبدیلیاں نظر آنے لگیں گی۔

بطور روحانی علاج رات سونے سے پہلے اکتالیس مرتبہ سورہ آل عمران کی آیت نمبر 134 میں سے

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ
وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ○

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنے بچوں کا تصور کرکے دم کردیں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

نند تنگ کرتی ہے

☆☆☆

سوال: میری شادی کو دو سال ہو گئے ہیں۔ اس گھر میں میرے اور شوہر کے علاوہ تین نندیں ایک دیور اور ساس ہیں۔ سسر کا انتقال ہو چکا ہے۔ میری بڑی نند کی ایک سال پہلے شادی ہوئی تھی۔ ان کی اپنے شوہر سے نہیں بنتی تھی۔ اکثر ناراض ہو کر ماں کے گھر آجاتی تھی۔ اس مرتبہ آئی تو جانے کا نام ہی نہیں لیا۔ کہتی ہے کہ میں نے اس گھر میں نہیں رہنا۔

ایک دن میری کسی بات پر ناراض ہو گئی۔ بس اس کے بعد سے میری دشمن بن گئی ہے۔ بات بے بات مجھ سے لڑتی رہتی ہے۔

کھانوں میں عیب نکالتی ہے کہ تمہیں کھانا پکانا نہیں آتا۔ میں خاموش طبیعت کی مالک ہوں، لڑائی جھگڑے سے ڈرتی ہوں۔ ایک مرتبہ مجبور ہو کر میں نے شوہر سے نند کی شکایت کر دی تو شوہر اس وقت تو خاموش ہو گئے۔ بعد میں انہوں نے اپنی بہن سے بات

کی تو وہ غصے میں آپے سے باہر ہو گئیں اور اپنے آپ کو مارنے لگی اس پر میرے شوہر ڈر کر چپ ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد سے نند نے میرا جینا حرام کیا ہوا ہے۔ آپ کوئی وظیفہ بتائیں کہ یہ نند مجھے تنگ کرنا چھوڑ دے۔

جواب: رات سونے سے پہلے 101 مرتبہ سورہ الملک (67) کی پہلی دو آیات

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ O الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ
لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ O

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنی نند کے رویہ میں مثبت تبدیلی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل چالیس روز یا نوے روز تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اسمائے الٰہیہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْم کا ورد کرتی رہا کریں۔

انجانا خوف

☆☆☆

سوال: میری عمر پینتیس سال ہے۔ میں شادی شدہ ہوں میرے تین بچے ہیں۔ میری جیولری کی دکان ہے۔

میرے اندر ہر وقت ایک انجانا سا خوف رہتا ہے۔ اس خوف کی وجہ سے طبیعت میں بے چینی اور گھبراہٹ رہتی ہے۔

کبھی مستقبل کے بارے میں سوچ کر خوفزدہ ہو جاتا ہوں کہ نجانے میرے ساتھ آنے والے وقت میں کیا ہونے والا ہے۔ کبھی دکان میں آنے والا کسٹمر میرے ذہن پر حاوی ہو جاتا ہے اور میں کسٹمر کو مطمئن نہیں کر پاتا جس کی وجہ سے میرے کاروبار پر بھی برے اثرات پڑ رہے ہیں۔

آپ سے التماس ہے کہ ایسا عمل بتائیں کہ میری گھبراہٹ، بے چینی اور انجانا خوف ختم ہو جائے۔

جواب: صبح شام اکیس اکیس مرتبہ سورہ اعراف 7 کی آیت نمبر 200

وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ
بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ O

سات سات مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور خوف سے نجات کے لیے، دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز یا دو ماہ تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اللہ تعالیٰ کے اسماء یَا حَیُّ یَا قَیُّوْم یَا شَافِیُ یَا سَلَام کا ورد کرتے رہیں۔

پڑھائی نہیں ہوتی ....

☆☆☆

سوال: میری بیٹی ایک اچھے پرائیویٹ اسکول میں زیر تعلیم ہے۔ آٹھویں جماعت تک کلاس میں فرسٹ پوزیشن لیتی رہی ہے۔ او لیول بھی A گریڈ سے پاس کیا ہے۔

بارہویں جماعت میں نہ جانے کیا ہو گیا ہے کہ مسلسل پڑھائی کرنے اور ٹیوشن لینے کے باوجود اچھے نمبر نہ لا سکی۔

اس کا نتیجہ دیکھ کر ہر کوئی حیران رہ گیا۔ مستقل پڑھنے کے باوجود اس کا کہنا ہے، کہ وہ جب لکھنے بیٹھتی ہے تو لکھ نہیں پاتی، یاد نہیں کر پاتی۔ اس کا دماغ خالی ہو جاتا ہے۔

جواب: صبح اور شام اکیس اکیس مرتبہ سورہ ہود (11)

کی پہلی آیت

الر ۚ كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ
مِنْ لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ ○

تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر ایک ٹیبل اسپون شہد پر دم کر کے پئیں اور اپنے اوپر دم بھی کریں۔

شام کے وقت پانچ مرتبہ سورہ فلق، پانچ مرتبہ سورہ الناس پانی پر پڑھ کر بیٹی کو پلائیں اور اس پر دم کر دیں۔ حسب استطاعت صدقہ کرتی رہا کریں۔

بری صحبت اور نشے کی عادت

☆☆☆

سوال: ہم دو بہن بھائی ہیں۔ میرے بڑے بھائی گارمنٹس فیکٹری میں کام کرتے ہیں۔ وہاں برے دوستوں کی صحبت نے انہیں نشہ کی بری عادت میں مبتلا کر دیا ہے۔

ایک سال تک تو ہمیں پتا ہی نہیں چلا کہ وہ نشہ کرنے لگے ہیں۔ جب میرے بوڑھے والدین کو پتا چلا تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ بھائی کو ایک ہسپتال میں داخل کر کے علاج کرایا گیا تو بھائی ٹھیک ہو گئے لیکن چھ ماہ بعد انہوں نے دوبارہ نشہ شروع کر دیا۔

ہر مرتبہ علاج کے بعد دو تین ماہ آرام سے گزرتے پھر نشہ شروع کر دیتے۔ والدین نے تنگ آ کر ان کی شادی کر دی کہ ذمے داری پڑے گی تو ٹھیک ہو جائے گا لیکن شادی کے بعد بھی بھائی کے نشے کی عادت ختم نہ ہوئی۔ ہماری بھابھی بہت اچھی ہیں۔ وہ بھائی کو بہت سمجھاتی ہیں۔ اب بھائی بھی نشہ چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔

جواب: مناسب نفسیاتی علاج کے ساتھ ساتھ بطور روحانی علاج آپ اپنی بھابھی سے کہیں کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 168-169 میں سے

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ
مُّبِينٌ ○ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ
وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر شوہر کا تصور کر کے دم کر دیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ اس عمل کو چالیس روز تک جاری رکھیں۔ ناغہ کے دن شمار کر کے بعد میں پورے کر لیں۔

روشن مستقبل....

☆☆☆

سوال: میرے شوہر کا پندرہ سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ میں نے بڑی محنت کر کے اپنے بیٹے کو پڑھایا ہے۔ دو سال ہو گئے ہیں نوکری کے لیے بیٹے نے کئی جگہ اپلائی کیا۔ چند ایک جگہوں پر انٹرویو بھی دیے لیکن اس کے بعد خاموشی چھا جاتی ہے۔

بیٹا مسلسل ناکامی سے مایوس ہو گیا ہے۔ گم سم رہنے لگا ہے۔ اپنے آپ سے باتیں کرنے لگا ہے اور اکثر کہتا ہے کہ میں بہت بد نصیب ہوں۔ گھر یا باہر کا کوئی کام کہوں تو پہلے ہی کہہ دیتا ہے کہ میں یہ کام کروں گا تو خراب ہو جائے گا، کسی اور سے کہہ دیں۔

اس کے ساتھ کے سب دوستوں کو ملازمت مل چکی ہیں۔ وہ بھی بیٹے کے لیے ملازمت کے لیے کوشش کر رہے ہیں لیکن امید کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

ایک غریب ماں آپ سے فریاد کرتی ہے۔ مجھے کوئی دعا بتائیں کہ میرے بیٹے کا مستقبل روشن ہو جائے۔

جواب: عشاء کی نماز کے بعد 101 مرتبہ سورہ

آل عمران کی آیت 37

إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ O

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔

بیٹے سے کہیں کہ وہ وضو بے وضو کثرت سے اللہ تعالیٰ کے اسماء یَا فَتَّاحُ یَا رَزَّاق کا ورد کرتا رہے۔

حسب استطاعت صدقہ کر دیں۔

تعلقات میں رکاوٹ

☆☆☆

سوال: میری شادی چھ ماہ پہلے ہوئی ہے۔ ماشاءاللہ ساس سسر اور شوہر سب ہی مجھ سے محبت کرتے ہیں۔

شادی کے چار ماہ بعد ہی میری طبعیت خراب رہنے لگی ہے۔ ہر وقت دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ابھی دل بند ہو جائے گا۔ گردن اور کندھوں پر بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ شوہر میرے قریب آتے ہیں تو مجھے غصہ آجاتا ہے۔ جسم میں سستی اور کمزوری محسوس ہوتی ہے۔

ڈاکٹر سے چیک اپ بھی کروایا۔ تمام رپورٹس کلیئر ہیں لیکن کیفیات میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ازدواجی تعلق قائم نہیں ہو پا رہا۔ میرے شوہر میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں کہ تم پریشان نہ ہو انشاءاللہ جلد ٹھیک ہو جاؤ گی۔

میرے اس گھرانے میں شادی پر ہمارے کچھ عزیز سخت ناراض تھے۔ والدہ صاحبہ کہتی ہیں کہ انہیں شک ہے کہ کسی نے حسد میں آکر کچھ کروادیا ہے۔

مجھے والدہ کی بات کا زیادہ یقین نہیں ہے لیکن پھر بھی ذہن اس طرف متوجہ ہوتا ہے۔

جواب: صبح اور شام کے وقت 101 مرتبہ سورہ حجر (15) کی آیت نمبر 16

وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ O

سورہ بروج (85) کی آیت نمبر 20

وَاللّٰهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ O

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پئیں اور اپنے اوپر بھی دم کر لیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اللہ تعالیٰ کے اسماء یَا حَفِيظُ یَا سَلَامُ کا ورد کرتی رہیں۔

صبح اور شام ایک ایک ٹیبل اسپون شہد پئیں۔

حسب استطاعت صدقہ کروادیں۔

چھوٹا قد

☆☆☆

سوال: میری عمر سولہ سال ہے۔ میں میٹرک کی طالبہ ہوں۔ میں اپنی کلاس میں قد میں سب سے چھوٹی ہوں۔ چھوٹا قد ہونے کی وجہ سے میرے کلاس فیلو مجھے مختلف ناموں سے پکارتی ہیں۔

جواب: ساگودانہ 50 گرام، منقیٰ 50 گرام، دودھ آدھا لیٹر لے کر ہلکی آنچ پر پکا کر کھیر بنالیں۔ روزانہ صبح ناشتہ میں کھلائیں۔

یہ عمل کم از کم چار ماہ تک جاری رکھیں۔

دان میں دو مرتبہ پانچ سات منٹ تک رسی کودیں۔

لڑکے میں نسوانیت

☆☆☆

سوال: میرا اکلوتا بیٹا جس کی عمر پندرہ سال ہے۔ کچھ عرصے سے اس میں زنانہ حرکات نمایاں ہونے لگی ہے۔ کبھی وہ ڈوپٹہ اوڑھے آئینہ کے سامنے

کھڑا ہو کر اپنا روپ دیکھ رہا ہوتا ہے تو کبھی اپنے کپڑوں کے حساب سے لب اسٹک کا رنگ سلیکٹ کر رہا ہوتا ہے تو کبھی لڑکیوں کے سے انداز میں ڈانس کرتا ہے۔ اس کی چال ڈھال لڑکیوں جیسی لگتی ہے۔

اس کے انداز میں مردانہ پن کم اور نسوانیت کا غلبہ ہوتا جارہا ہے۔ میں اپنے بیٹے کی ان کیفیات سے بہت پریشان ہوں۔ کوئی عمل بتائیں کہ وہ نسوانیت کا روپ اپنانے سے باز آجائے۔

جواب: آپ کراچی میں مقیم ہیں۔ مناسب سمجھیں تو اپنے بیٹے کو مطلب میں لاکر دکھادیں۔

مردوں میں نسوانیت کا غلبہ ہونے لگے تو اصلاح کے ساتھ ساتھ کلر تھراپی کے اصولوں کے مطابق سرخ شعاعوں کا استعمال مفید ہے۔ ایسی صورت میں سرخ شعاعوں میں تیار کردہ پانی صبح نہار منہ اور شام کے وقت ایک ایک پیالی پلانا چاہیے۔

رات سونے سے پہلے اکتالیس مرتبہ سورہ نساء آیت 34 کا ابتدائی حصہ

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اس پر دم کردیں۔

بیٹے سے کہیں کہ وہ وضو بے وضو کثرت سے اسم الٰہی **یَا قَوِیُّ** کا ورد کرتا رہے۔

ایام کی بندش

☆☆☆

سوال: میری عمر پینتالیس سال ہے۔ میں جس ادارے میں کام کرتا ہوں وہاں تین سال بعد پرموشن ہوتی ہے۔ شروع میں ایک بار میری پرموشن بروقت ہوئی تھی۔ اس کے بعد میرے نئے انچارج نے جاتے ہوئے میرے بارے میں نجانے کیا ریمارکس لکھے کہ دوسری بار میری پرموشن رک گئی۔ تیسری اور چوتھی بار بھی میرے انچارج نے مجھ سے جونیئر افراد کی پرموشن کروادی۔

میں بہت ڈسٹرب ہوں لیکن چونکہ مجبوری ہے اس لیے خاموش ہوں۔ تین ماہ بعد پھر پرموشن ہونی ہے۔ کوئی وظیفہ بتائیں کہ میرا پرموشن ہوجائے۔

جواب: عشاء کی نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ آیت الکرسی گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اسم الٰہی **یَا عَزِیْزُ** کا ورد کرتے رہا کریں۔

حسب استطاعت ہر جمعرات کے دن گیارہ یا اکیس روپے خیرات کردیا کریں۔

والد کا صدمہ

☆☆☆

سوال: ہم تین بہنیں اور ایک بھائی ہے۔ ایک سال پہلے والد صاحب کا ہارٹ اٹیک کے سبب اچانک انتقال ہوگیا تھا۔ ہماری چھوٹی بہن والد صاحب سے بہت قریب تھی۔ اس نے والد صاحب کی موت کو ذہنی طور پر قبول نہیں کیا۔ اب وہ زیادہ تر خاموش رہتی ہے۔ اسے اپنے کھانے پینے کا بھی کوئی ہوش نہیں ہے۔ کئی کئی دنوں تک کپڑے نہیں بدلتی۔ پڑھائی بھی چھوڑدی ہے۔

تنہائی میں والد صاحب سے باتیں کرتی ہے اور پھر رونا شروع کردیتی ہے۔

اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئے اور کیفیات بتاکر

دوائیاں لیں مگر اس نے دوائیاں کھانے سے انکار کر دیا ہے۔ گھر کے کسی فرد کے ہاتھ سے کوئی چیز نہیں کھاتی۔ کہتی ہے کہ تم لوگ مجھے مارنا چاہتے ہو۔

جواب: صبح شام اکتالیس مرتبہ سورہ آل عمران کی آیت 2

اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ○

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر تصور کر کے دم کر دیں اور دعا کریں۔

عشاء کی نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ سورہ بقرہ کی آیت 153

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر بہن کو اس صدمہ سے نکلنے کی ہمت و عزم ملنے کی دعا کریں۔

الٹراساؤنڈ.....!!!

☆☆☆

سوال: ڈاکٹر صاحب! ہم چند دوستوں میں یہ بحث چل رہی ہے کہ دوران حمل الٹرا ساؤنڈ کروانا چاہیئے یا نہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ بچے کی صحت کے بارے میں آگہی میں کوئی حرج نہیں ہے، بعض کہتے ہیں کہ اولاد کی جنس کا تعین معلوم ہو جائے تو کچھ حرج نہیں، کچھ حضرات کہتے ہیں کہ دوران حمل الٹرا ساؤنڈ کروانا ہی نہیں چاہیئے کیونکہ یہ قدرت کے کاموں میں مداخلت اور ماں اور بچے کی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ ہم سب دوست آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ برائے مہربانی آپ اس سلسلے میں ہماری رہنمائی فرما دیجئے۔

جواب: انسانوں میں اپنی ہونے والی اولاد کے بارے میں تجسس ہمیشہ سے رہا ہے۔ ماں باپ چاہتے ہیں کہ ان کا ہونے والا بچہ خوبصورت، صحتمند ہو۔ ہمارے ہاں بچے کے گورے چٹے ہونے کی خواہش بھی عام ہے مگر سب سے زیادہ تجسس یہ ہوتا ہے کہ پیدا ہونے والا بچہ لڑکا ہے یا لڑکی۔

قدیم زمانے سے ہی حکماء نے اور تجربے کار لوگوں نے خصوصاً بڑی بوڑھیوں نے قبل از پیدائش جنس کی شناخت کے لیے کئی نشانیاں بھی مقرر کی ہوئی ہیں۔ جہاندیدہ عورتیں حمل کے تھوڑے عرصے بعد ہی بتا دیتی ہیں کہ لڑکا ہو گا یا لڑکی اور ان خواتین کی پیشن گوئی زیادہ تر صحیح نکلتی ہے۔ یہ پیش گوئی دراصل کسی انسانی صلاحیت کا اظہار تو ہے۔ انسانوں کی جانب سے قدرت کو سمجھنے کی کوششیں اور اس جدوجہد میں مختلف مشینیں اور آلات تیار کرتے چلے جانا بھی قدرت کی جانب سے انسان کو عطا کردہ مختلف صلاحیتوں کا ہی اظہار ہے۔

اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ کسی شخص (یا قوم) کی جانب سے اس صلاحیت کو کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ کسی صلاحیت یا مشین کا استعمال منفی ارادے سے ہو تو غلط ہے۔ مثبت ارادے سے ہو تو صحیح ہے۔

دوران حمل الٹرا ساؤنڈ ماں اور بچے کی طبعی حالت کے بارے میں بروقت آگہی دینے والا ایک تشخیصی عمل ہے۔ اس لحاظ سے اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، اس دوران بچے کی جنس کا پتہ چل جانے میں بھی کیا حرج ہے.....؟

خرابی وہاں سے شروع ہوتی ہے جب لوگ اس آگہی کو قدرت کے کاموں میں مداخلت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس مداخلت کے منفی نتائج کی واضح مثالیں بھارت اور چین میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ بھارت

میں الٹرساؤنڈ کے ذریعہ بچے کی جنس معلوم کروانا اور لڑکی ہونے کی صورت میں اسقاط حمل کروالینا، اب اربوں ڈالر کے کاروبار کی شکل اختیار کرچکا ہے۔ ایک ٹیکنالوجی کے اس منفی استعمال کی وجہ سے اب بھارت کے کئی علاقوں میں لڑکوں کی بہ نسبت لڑکیوں کی شرح پیدائش تیزی سے کم ہورہی ہے۔ چین میں جہاں حکومت زیادہ بچے پیدا کرنے کی حوصلہ شکنی کرتی ہے وہاں کئی والدین اپنے ہاں لڑکوں کی پیدائش کو ترجیح دے رہے ہیں اور اس کام کے لیے الٹرا ساونڈ سے مدد لی جارہی ہے۔ اس عمل کے نتیجے میں چین میں بھی کئی علاقوں میں لڑکے زیادہ ہوگئے ہیں اور لڑکیاں بہت کم ہیں۔

لڑکوں اور لڑکیوں کی شرح پیدائش میں تیزی سے بڑھتا ہوا یہ عدم توازن دراصل انسانوں کی جانب سے قدرت کے کاموں میں دخل دینے کا نتیجہ ہے۔

ہمارے معاشرے میں بھی لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دینا عام ہے۔ بہت سے جوڑے اپنی شادی کے فوراً بعد یہ دعائیں شروع کردیتے ہیں کہ ان کے ہاں پہلی اولاد بیٹا ہو۔ پہلا بیٹا ہونے پر کئی والدین کی خوشی دیدنی ہوتی ہے جبکہ پہلی اولاد بیٹی ہونے کی صورت میں کئی گھرانوں میں منائی جانے والی خوشی میں زیادہ جوش و خروش نظر نہیں آتا۔ بہت سے والدین بیٹی کی پیدائش کے دن سے خود کو پابند اور مجبور محسوس کرنا شروع کردیتے ہیں۔

کیا اس طرز فکر کے حامل لوگ الٹرا ساؤنڈ کی سہولت کا غلط استعمال نہیں کرسکتے.....؟ مجھے خدشہ ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے اور اس وجہ سے ہمارے معاشرے میں بھارت اور چین کے کئی علاقوں کی طرح لڑکیوں کی شرح پیدائش گر سکتی ہے۔

ایک بات اور غور طلب ہے

عورت کے لیے ماں بننا بے انتہا خوشی، اہمیت اور فخر کا باعث ہوتا ہے۔ دوران حمل عورت اور بچے کی صحت کے لیے متوازن غذا لینا اور ٹینشن سے بچنا ضروری ہے۔ اُسے ذہنی و جذباتی آسودگی بھی چاہیے۔ اگر کوئی عورت حمل میں لڑکی کی اطلاع ملنے پر شدید اداس اور خوف زدہ ہوجائے تو حمل کے باقی مہینوں میں اس کی ہونے والی لڑکی کی نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی صحت بھی متاثر ہوسکتی ہے۔ اس طرح وہ لڑکی دنیا میں آنے سے پہلے ماں کے پیٹ میں ہی امتیازی سلوک کا شکار ہوجائے گی۔

دوران حمل الٹرا ساؤنڈ کے استعمال کے منفی اثرات کو تعلیم و آگہی میں اضافے کے ذریعے روکا جا سکتا ہے۔ ہمارے ملک میں تعلیم خصوصاً عورتوں کی تعلیم، خاص طور پر دیہی علاقوں میں عورتوں کو تعلیم و آگہی کی جو صورتحال ہے وہ ہم سب سامنے ہے۔

ان وجوہات کی بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے ہونے والے بچے کی جنس کا بتادیا جانا ہمارے ہاں عام نہیں ہونا چاہیے اور ایک، دوررس اور اچھے مقصد کی خاطر ڈاکٹروں اور ان کے تمام طبی معاونین کو اس کام میں بہت محتاط رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

موٹاپے سے نجات

☆☆☆

سوال: میری عمر چالیس سال ہے۔ میرا قد پانچ فٹ دو انچ ہے اور وزن 78 کلو گرام ہے۔ میرا پیٹ اور کولہے بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔

میں نے کئی ایک ٹوٹکے بھی استعمال کیے ہیں لیکن کوئی خاص فرق نہیں آیا۔ ایک دوست کے کہنے پر ڈائٹنگ شروع کی تو پیٹ میں درد اور متلی کی کیفیت

http://www.booksube.net/

رہنے لگی ہے۔

اب کچھ ہفتوں سے واک کر رہی ہوں۔ میں نے آپ کے ادارے کی ہربل ٹیبلٹ مہزلین کی بہت تعریف سنی ہے۔ کیا میں مزلین استعمال کر سکتی ہوں اور اسے کتنے عرصے تک استعمال کرنا ہو گا۔

جواب: آپ عظیمی لیبارٹریز کی تیار کردہ ہربل ٹیبلیٹ مہزلین کا استعمال کر سکتی ہیں۔

صبح نہار منہ اور شام کے وقت دو دو گولی مہزلین پانی کے ساتھ لیں۔

اس کے ساتھ ساتھ کھانوں میں شکر، مٹھائیاں، سوفٹ ڈرنکس، آئسکریم وغیرہ نہ لیں۔ کھانے کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پئیں۔

ہربل ٹیبلیٹ مہزلین کی ہوم ڈیلوری کے لیے درج ذیل فون نمبر پر آڈر بک کروایا جاسکتا ہے۔

021-36604127

اہلیہ شک کرتی ہے....

☆☆☆

سوال: میری شادی کو تین سال ہوگئے ہیں۔ میرا ایک بیٹا ہے۔ میری اہلیہ میری چچازاد ہے۔ خوش مزاجی اور خوبصورتی کے باعث اکثر لڑکیوں وخواتین کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہوں۔ میری اہلیہ بھی بہت خوبصورت ہے۔

میری تربیت بہت اچھی ہوئی ہے۔ کبھی کوئی اوچھی حرکت نہیں کی۔ شادی سے پہلے میرے کافی افیئر بھی مشہور ہوئے لیکن شادی کے بعد میں نے خود کو بہت تبدیل کرلیا ہے۔ اب میری محبت وتوجہ کا محور میری اہلیہ اور میرا چھوٹا بیٹا ہے۔ میری اہلیہ بھی مجھ سے بہت محبت کرتی ہے۔

میں ایک بڑے عہدے پر کام کرتا ہوں۔ اکثر مختلف شہروں اور بعض مرتبہ بیرون ملک دورے پر کمپنی دوسرے افراد کے ساتھ مجھے ضرور منتخب کرتی ہے۔ جہاں ہمارا مختلف لڑکیوں وخواتین وحضرات سے ملنا بھی ہوتا ہے۔

میں جب بھی اپنے دورے سے واپس آتا ہوں تو میری بیوی کو مجھ پر شک ہونے لگتا ہے کہ کہیں کسی عورت یا کسی لڑکی کا کوئی چکر تو شروع نہیں ہو گیا ہے۔

پھر وہ مجھ سے جراح کرتی ہیں اور میں صفائی پیش کرتا ہوں۔ نوبت چیخ پکار تک پہنچ جاتی ہے۔

میری بیوی کہتی ہے کہ اسے معلوم ہے کہ میں صحیح کہہ رہا ہوں لیکن اس کے باوجود اس کا وہم اسے مجھ پر شک کرنے پر اکساتا رہتا ہے۔

اہلیہ کی شکی طبیعت کی وجہ سے گھر کا سکون تباہ ہو رہا ہے۔ آپ مجھے کوئی مشورہ دیں کہ اہلیہ بلاوجہ مجھ پر شک کرنا چھوڑ دے۔

جواب: آپ رات سونے سے پہلے اکتالیس مرتبہ سورۃ النساء (4) کی آیت نمبر 148-149

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا
مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ○ اِنْ
تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ
اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ○

گیارہ گیارہ بار درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنی اہلیہ کا تصور کر کے دم کردیں اور دعا کریں کہ انہیں مثبت اور صحتمند طرز فکر عطا ہو اور ان کو شک کی عادت سے نجات عطا ہو۔ اس عمل کی مدت کم از کم چالیس روز ہے۔

اندرونی ورم

☆☆☆

سوال: میری عمر بائیس سال ہے۔ تین ماہ

بعد میری شادی ہے۔ مجھے گزشتہ ایک سال سے ایام آنے سے پہلے پیٹ میں شدید درد ہوتا ہے۔ یہ درد دو تین دن تک رہتا ہے۔ لیڈی ڈاکٹر کو چیک اپ کروایا تو انہوں نے بتایا کہ اندرونی ورم کی شکایت ہے۔

ڈاکٹری دوائیں کھانے سے میرا پیٹ خراب رہنے لگا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ اس بیماری کے لیے ہربل ادویات سے کوئی علاج بتا دیجئے۔

جواب: ورم معدہ، ورم جگر اور اندرونی ورم کے لیے عظیمی لیبارٹری کی تیار کردہ ہربل ٹیبلٹ سوئیل کیور مفید ہے۔

آپ صبح اور شام دو دو گولی سوئیل کیور لے سکتی ہیں۔

دانت نکلنے میں آسانی

☆☆☆

سوال: میرا بیٹا ماشاء اللہ خوب صحت مند ہے۔ ہر کوئی اسے دیکھ کر نظر اتارنے کا کہتا ہے۔ اب اس کے دانت نکلنے شروع ہوئے تو اکثر اُسے بخار چڑھ جاتا ہے۔ دو تین مرتبہ شدید موشن بھی لگ گئے۔ بہت کمزور ہو گیا ہے۔ بھوک ختم ہو گئی ہے۔ ہر وقت روتا رہتا ہے۔ چڑچڑا بھی بہت ہو گیا۔

جواب: صبح اور رات سات سات مرتبہ سورۂ کوثر پڑھ کر چہرے پر دم کر دیں۔

ذرا سا سہاگہ بھون کر شہد میں ملا کر بچے کے مسوڑھوں پر دن میں تین چار مرتبہ ملیں۔

درج ذیل عبادت (سورہ یوسف کی پہلی آیت) سفید کاغذ پر لکھ کر نیلے کپڑے میں سی موم جامہ کر کے بیٹے کے گلے میں پہنائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الرٰ تلک ایت الکتب المبین ○

والدہ کا احترام

☆☆☆

سوال: میری عمر تیس سال ہے۔ میں ایک پرائیویٹ اسکول میں ٹیچر ہوں۔ اس اسکول میں پانچ سال سے جاب کر رہی ہوں۔ دو سال پہلے، ہمارے اسکول میں ایک نئے ٹیچر آئے ہیں۔ بہت مخلص اور محنتی شخص ہیں۔ ان کے تین بہن بھائی ہیں۔ والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان کی والدہ نے بڑی محنت کر کے انہیں پالا ہے۔

چند مہینے پہلے انہوں نے مجھ سے اپنی پسندیدگی کا اظہار بھی کیا ہے۔ مجھے پسند کرنے کے باوجود وہ مجھ سے شادی نہیں کر سکتے۔ جب میں نے انکار کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ ان کی شادی ان کی والدہ کی مرضی سے ہو گی وہ نہیں چاہتے کہ ان کی کسی بات سے ان کی والدہ کو تکلیف پہنچے۔

ان کا کہنا ہے کہ اگر وہ اپنی پسند کا والدہ صاحبہ سے ذکر کریں گے تو وہ انکار بھی نہیں کریں گی لیکن وہ ادب و احترام کے جذبے کے تحت یہ بات بتاتے ہوئے خاموش رہنا بہتر سمجھتے ہیں۔

کوئی وظیفہ بتائیں کہ یہ معاملہ خوش اسلوبی سے طے ہو جائے۔

جواب: عشاء کی نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ سورہ اخلاص گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر حسب منشاء شادی میں آسانیاں اور اس رشتے میں برکت و عافیت کی دعا کریں۔

کھانسی

☆☆☆

سوال: مجھے گزشتہ دو سال سے سردیوں کے

موسم میں شدید بلغم اور کھانسی کی شکایت ہو جاتی ہے۔ دواؤں سے وقتی آرام ہوتا ہے لیکن ذرا سی ٹھنڈ لگ جائے تو تکلیف دوبارہ شروع ہو جاتی ہے۔

جواب: جمے ہوئے بلغم کے اخراج، سینہ کی جکڑن اور کھانسی کے لئے کلر تھراپی کے اصولوں پر تیار کردہ نارنجی شعاعوں کا تیل سینہ اور پیٹھ پر ہلکے ہاتھ سے مالش کریں۔

نارنجی شعاعوں میں تیار کردہ پانی بھی ایک ایک پیالی صبح اور شام پئیں۔

عظیمی لیبارٹریز کی تیار کردہ سیرپ ہربل سعال کھانسی میں مفید ہے۔ صبح نہار منہ اور رات سوتے وقت آدھے کپ گرم پانی میں دو چمچ ہربل سعال حل کر کے پئیں۔

ٹھنڈی اور کھٹی اشیاء سے پرہیز کریں۔

مختصر مختصر

....

مستقل ملازمت

شاہد۔ عمر حیات۔ شاہنواز۔ اختر۔ ناہید۔ شاکرہ

جواب: عشاء کی نماز کے بعد ایک سو ایک مرتبہ سورہ رعد (13) کی آیت نمبر 26

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَشَاءُ وَیَقْدِرُ ط

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر ملازمت مستقل ہونے کی دعا کریں۔ یہ عمل چالیس روز تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے کثرت سے اسم الٰہی یَا رَزَّاقُ کا ورد کرتے رہا کریں۔

سانس کی تکلیف

فصیح الدین۔ ساجدہ۔ نذیر۔ رخسانہ

جواب: صبح اور شام اکیس اکیس مرتبہ "یَافَارِقُ" پڑھ کر نارنجی شعاعوں میں تیار کردہ ایک ایک پیالی پانی پر دم کر کے پئیں۔

جب بھی پانی یا کوئی مشروب پئیں تین مرتبہ یَافَارِقُ پڑھ کر دم کر لیا کریں۔

موٹی ناک

آمنہ۔ ندیم۔

جواب: زیتون کے تیل کو ناک پر لگا کر اوپر سے نیچے کی طرف ناک کی مالش کرنے سے موٹی ناک پتلی ہو سکتی ہے۔

قرض اتارنے کے لیے

رضیہ سلطانہ۔ کاشف۔ نسرین

جواب: عشاء کی نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ آیت الکرسی گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر قرض سے نجات کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اسم الٰہی یَا حیُّ یا قیوم کا ورد کرتے رہا کریں۔

* * *

روحانی فون سروس
گھر بیٹھے فوری مشورہ کے لئے
حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی
روحانی فون سروس
کراچی 021-3668931,021-36685469
اوقات: پیر تا جمعہ شام 5 سے 8 بجے تک